

معمولاتِ میلاد

○ مجالس و اجتماعات کا اہتمام ○ بیان سیرت و فضائل رسول ﷺ
○ مدحت و نعت رسول ﷺ ○ صلوة و سلام ○ قیام
○ اہتمامِ چراغاں ○ ضیافتِ میلاد ○ جلوسِ میلاد

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

منہاج القرآن پبلیکیشنز



معمولاتِ میلاد



شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

365- ایم، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون: 5168514، 042-111-140-140

یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور، فون: 042-7237695

www.Minhaj.org - www.Minhaj.biz

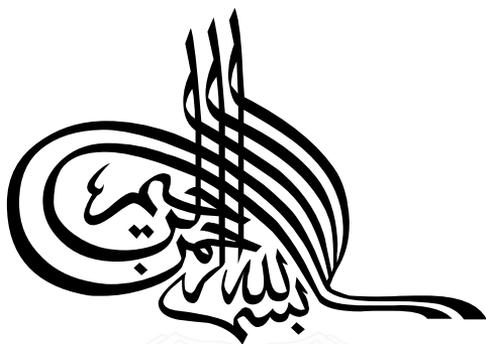
جملہ حقوق بحق تحریک منہاج القرآن محفوظ ہیں

نام کتاب	:	معمولاتِ میلاد
تصنیف	:	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری
ترتیب و تدوین	:	محمد علی قادری، محمد فاروق رانا
نظر ثانی	:	ڈاکٹر علی اکبر الازہری
زیر اہتمام	:	فرید ملّت ریسرچ انسٹی ٹیوٹ Research.com.pk
مطبع	:	منہاج القرآن پرنٹرز، لاہور
اشاعتِ اول	:	ستمبر 2008ء
تعداد	:	1,100

ISBN 978-969-32-0837-2

نوٹ: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تصانیف اور ریکارڈڈ خطبات و لیکچرز کی کیسٹس اور CDs سے حاصل ہونے والی جملہ آمدنی اُن کی طرف سے ہمیشہ کے لیے تحریک منہاج القرآن کے لیے وقف ہے۔
(ڈائریکٹر منہاج القرآن پبلی کیشنز)

fmri@research.com.pk



مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلَى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ
مُحَمَّدُ سَيِّدُ الْكُوْنِيْنَ وَالثَّقَلِيْنَ
وَالفَرِيْقِيْنَ مِنْ عَرَبٍ وَمِنْ عَجَمٍ

﴿ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ ﴾

حکومت پنجاب کے نوٹیفکیشن نمبر ایس او (پی-۱) ۳-۱-۸۰ پی آئی
وی، مؤرخہ ۳۱ جولائی ۱۹۸۴ء؛ حکومت بلوچستان کی چٹھی نمبر ۸-۴-۲۰ جنرل
وایم ۴/۹۷-۷۳، مؤرخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۸۷ء؛ حکومت شمال مغربی سرحدی صوبہ
کی چٹھی نمبر ۲۴۴۱۱-۶۷-این-۱ / اے ڈی (لابریری)، مؤرخہ ۲۰ اگست
۱۹۸۶ء؛ اور حکومت آزاد ریاست جموں و کشمیر کی چٹھی نمبر س ت / انتظامیہ
۶۳-۸۰۶۱ / ۹۲، مؤرخہ ۲ جون ۱۹۹۲ء کے تحت ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی
تصنیف کردہ کتب تمام سکولز اور کالجز کی لائبریریوں کے لئے منظور شدہ ہیں۔

فہرست

صفحہ	مشمولات
۱۳	پیش لفظ ❁
۱۵	ابتدائیہ ❁
	<u>باب اوّل</u>
۱۷	مجالس و اجتماعات کا اہتمام
۱۹	۱۔ حضور ﷺ کا مجلس صحابہ ﷺ میں اپنی تخلیق کا ذکر
۲۱	۲۔ حضور ﷺ کا اپنے میلاد کے بیان کے لیے اہتمام اجتماع
۲۶	۳۔ بیان شرف و فضیلت کے لیے اہتمام اجتماع
	<u>باب دُوم</u>
۳۱	بیان سیرت و فضائلِ رسول ﷺ
۳۳	۱۔ احکام شریعت کا بیان
۳۳	۲۔ تذکارِ خصالِ مصطفیٰ ﷺ
۳۴	۳۔ تذکارِ شمائلِ مصطفیٰ ﷺ

صفحہ	مشمولات
۳۵	۴۔ تذکارِ خصائص و فضائلِ مصطفیٰ ﷺ
۳۹	۵۔ ذکرِ ولادت اور روحانی آثار و علامت کا تذکرہ
	باب سوم
۴۱	مدحت و نعتِ رسول ﷺ
۴۳	۱۔ قرآن میں نعتِ مصطفیٰ ﷺ
۵۵	۲۔ حضور ﷺ نے خود اپنی نعت سنی
۵۵	(۱) حضرت حسان بن ثابت <small>رضی اللہ عنہ</small> سے نعت سننا
۶۰	(۲) حضرت أسود بن سریج <small>رضی اللہ عنہ</small> سے نعت سننا
۶۱	(۳) حضرت عبداللہ بن رواحہ <small>رضی اللہ عنہ</small> سے نعت سننا
۶۳	(۴) حضرت عامر بن اکوع <small>رضی اللہ عنہ</small> سے مجمع عام میں نعتیہ اشعار سننا
۶۵	(۵) حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما سے نعت سننا
۶۷	(۶) حضرت کعب <small>رضی اللہ عنہ</small> سے نعت سننا اور آپ ﷺ کا انہیں چادر عطا فرمانا
۶۹	(۷) حضرت نابغہ جعدی <small>رضی اللہ عنہ</small> سے نعت سننا
۷۱	(۸) انصار کی بچیوں کی دف پر نعت خوانی

صفحہ	مشمولات
۷۲	(۹) امام بوسیریؒ کو نعتیہ قصیدہ لکھنے پر بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ سے چادر اور شفا یابی کا تحفہ عطا ہوا
۷۴	حضور ﷺ کے ثناء خواں صحابہ کرامؓ کی فہرست
	<u>باب چہارم</u>
۸۵	صلوٰۃ و سلام
۸۷	۱۔ حضور ﷺ پر صلوٰۃ و سلام بھیجنا اللہ تعالیٰ کی سنت اور حکم ہے
۸۹	۲۔ سلام کی اہمیت
۹۵	۳۔ سلام کی مستقل حیثیت
۹۶	(۱) حمد کی قبولیت بہ واسطہ سلام
۹۷	(۲) تشہد میں سلام
۹۸	(۳) صلوٰۃ کے بعد سلام بھیجنے کا حکم نبوی ﷺ
۹۹	۴۔ درود و سلام کی بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں رسائی
۱۰۰	(۱) درود و سلام کا بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں براہِ راست پہنچنا
۱۰۲	(۲) درود و سلام براہِ راست حضور ﷺ سماعت کرتے ہیں
۱۰۵	(۳) حضور ﷺ سلام کا جواب بھی عطا فرماتے ہیں

صفحہ	مشمولات
۱۰۶	(۴) ملائکہ کا بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں سلام پیش کرنا باب پنجم
۱۱۱	قیام
۱۱۳	۱۔ کیا قیام صرف اللہ ﷻ کے لیے خاص ہے؟
۱۱۴	(۱) عبادت کی مختلف حالتیں فی نفسہ عبادت نہیں
۱۱۵	(۲) قیام عبادت ہے تو نماز کی باقی حالتیں کیا ہیں؟
۱۱۶	(۳) کس طرح کا قیام عبادت ہے؟
۱۱۶	۲۔ قیام از روئے سنت جائز ہے
۱۱۷	۳۔ اقسامِ قیام
۱۱۷	(۱) قیامِ استقبال
۱۱۹	(۲) قیامِ محبت
۱۲۱	(۳) قیامِ فرحت
۱۲۴	(۴) قیامِ تعظیم
۱۲۴	(۱) قیامِ استقبال اور قیامِ تعظیم میں فرق
۱۲۵	(ب) صحابہ کرام ﷺ کا حضور ﷺ کے لیے تعظیماً قیام کا معمول
۱۲۸	(ج) نماز اللہ کے لیے اور اقامتِ مصطفیٰ ﷺ کے لیے

صفحہ	مشمولات
۱۴۰	(۵) قیامِ اِکرامِ انسانی
۱۴۳	(۶) قیامِ ذکر
۱۴۵	ذکرِ مصطفیٰ ﷺ ذکرِ خدا ہے
۱۴۶	(۷) قیامِ صلوة و سلام
۱۴۸	(۱) صلوة کا معنی درود و سلام
۱۵۰	(ب) صلوة کے لغوی معانی
۱۵۰	(ج) لغوی معانی کا اطلاق
۱۵۵	قیامِ میلادِ لمحہ موجود میں آپ ﷺ کی تشریف آوری کے لیے نہیں ہوتا
۱۵۷	قیامِ میلادِ دراصل قیامِ فرحت و مسرت ہے
۱۵۸	ممانعتِ قیام کے اسباب
	باب ششم
۱۶۱	اہتمامِ چراغاں
۱۶۵	اُتر آئے ستارے قمقے بن کر
۱۶۶	جشنِ میلادِ النبی ﷺ کے موقع پر مکہ مکرمہ میں چراغاں

صفحہ	مشمولات
	<u>باب ہفتم</u>
۱۷۱	ضیافتِ میلاد
۱۷۳	۱۔ قرآن حکیم میں کھانا کھلانے کی فضیلت
۱۷۵	۲۔ احادیثِ مبارکہ میں کھانا کھلانے کی ترغیب
	<u>باب ہشتم</u>
۱۷۹	جلوسِ میلاد
	<u>باب نہم</u>
۱۸۵	چند اعتراضات کا علمی محاکمہ
۱۸۷	۱۔ میلاد النبی ﷺ کی اصطلاح کا استعمال
۱۸۸	(۱) کتب لغت میں لفظِ میلاد کا استعمال
۱۸۸	(۲) کتبِ احادیث و سیر میں لفظِ میلاد کا استعمال
۱۹۲	(۳) تصانیف میں لفظِ میلاد کا استعمال
۱۹۳	۲۔ بیانِ میلادِ مصطفیٰ ﷺ میں ائمہ حدیث کا اُسلوب
۱۹۸	۳۔ بیانِ میلادِ مصطفیٰ ﷺ میں ائمہ سیرت و تاریخ کا اُسلوب

صفحہ	مشمولات
۲۰۱	۴۔ میلادِ منانا عملِ توحید ہے شرک نہیں
۲۰۲	۵۔ جشنِ میلادِ النبی ﷺ پر خرچ کرنا اسراف نہیں
۲۰۵	۶۔ جشنِ میلادِ النبی ﷺ شوکت و عظمتِ اسلام کا مظہر ہے
۲۰۷	۷۔ جشنِ میلادِ النبی ﷺ عیدِ مسرت ہے عیدِ شرعی نہیں
۲۱۰	۸۔ جشنِ میلادِ پر شرعی دلیل طلب کرنے والوں کی خدمت میں
۲۱۳	۹۔ محافلِ میلادِ مصطفیٰ ﷺ کے انعقاد کے تقاضے
۲۱۷	۱۰۔ اصلاح طلب پہلو
۲۱۹	۱۱۔ افراط و تفریط سے اجتناب کی ضرورت
۲۲۱	﴿ ﴾ مآخذ و مراجع

پیش لفظ

اللہ ﷻ کے اپنے بندوں پر بے حساب انعامات و احسانات ہیں جن کا شکر بجا لانا ہم سب پر لازم ہے۔ ان میں سے سب سے بڑا احسان جس کا ذکر باری تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ فرمایا ہے ولادت و بعثتِ مصطفیٰ ﷺ ہے۔ اس بے پایاں احسان پر ہر مسلمان کو چاہیے کہ اپنے رب کے حضور سراپائے شکر و امتنان بن جائے۔ ماہ ربیع الاول اس احسانِ عظیم کی عطا کا مہینہ ہے۔ اس ماہ مبارک کے آتے ہی جس میں جانِ کائنات، روح کائنات، محبوبِ رب کائنات اور تاجدار کائنات ﷺ عالم ہست و بود میں تشریف لائے، پورے عالم اسلام میں خوشی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ کے دل مسرت و شادمانی سے جھوم اٹھتے ہیں۔ ہر ایک زبان پر اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کے پُرکِیفِ نغمے جاری ہو جاتے ہیں، ہر آنکھ میں خدا کی رحمتوں کا نزول ہونے لگتا ہے، دلوں کے موسم پر فصل بہار آ جاتی ہے۔ نورِ مبین ﷺ کی آمد کے ذکر جمیل سے تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں اور ہر سو اجالا پھیل جاتا ہے۔ اس ماہِ سعید میں فضا درود و سلام کے نغموں سے معمور ہو جاتی ہے اور ہر سورنگ و نور کی برسات ہوتی نظر آتی ہے۔

عشق و محبتِ رسول ﷺ ہر مسلمان کے ایمان کا جزو لازم ہے۔ ماہِ میلاد میں ہر مسلمان اپنے اپنے انداز میں محبتِ رسول ﷺ کا اظہار کرتا نظر آتا ہے۔ کوئی سجد و قیام سے شکرِ ایزدی بجا لاتا ہے تو کوئی درود و سلام پڑھتا ہے، کوئی جلسہ عام کرتا ہے تو کوئی جلوس کا اہتمام کرتا ہے، کوئی محفلِ ذکر خیر الانام ﷺ کرتا ہے تو کوئی غریبوں کی ضیافت کا اہتمام کرتا ہے اور کوئی خوش نصیب اپنے گھر اور گلی کو چوں کو نعموں سے سجا کر اپنی بے پناہ خوشی کا اظہار کرتا ہے۔ اس ایمانی و وجدانی ماحول میں فضا ”آمدِ مصطفیٰ - مرحبا مرحبا“ کے دل آویز نعروں سے گونج اٹھتی ہے۔

تاریخ کے آئینے میں دیکھا جائے تو خیر القرون سے لے کر آج تک ہر دور کے مسلمان اپنے اپنے انداز میں میلاد النبی ﷺ کی خوشیاں مناتے چلے آ رہے ہیں۔ ہر دور کے اہل اسلام کے معمولات ہی میلاد النبی ﷺ کے اجزائے تشکیلی ہیں۔ یہ معمولات شرعاً نہ صرف جائز ہیں بلکہ اس فرمانِ الہی کی تعمیل ہے جس میں اللہ ﷻ نے اپنے فضل اور رحمت پر مومنوں کو خوشیاں منانے کا حکم دیا ہے۔ لہذا آپ ﷺ کے میلاد کی خوشی میں ضیافت کرنا، صدقہ و خیرات کرنا، روشنیوں کا اہتمام کرنا، مقفے روشن کرنا، مشعل بردار جلوس نکالنا اور دل کھول کر خرچ کرنا بارگاہِ الہی میں مقبول اور اُس کی رضا کا باعث ہے۔ اُمتی حضور ﷺ کی ولادت پر خوش ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اُن سے خوش ہوگا۔

زیر نظر کتاب کی ترتیب و تدوین شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی کے اس موضوع پر ہونے والے پُر مغز خطابات و دروس سے کی گئی ہے جس میں انتہائی جامع انداز میں عقلی و نقلی دلائل سے اہل اسلام کے معمولاتِ میلاد کی شرعی حیثیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ حضرت شیخ الاسلام کی ”میلاد النبی ﷺ“ کے عنوان سے قرآن و سنت کے دلائل پر مشتمل ایک ضخیم کتاب الگ موجود ہے۔ تاہم زیر نظر کتاب موضوع کی افادیت و اہمیت کے پیش نظر الگ شائع کی جا رہی ہے۔

اللہ ﷻ ہمیں اپنے حبیبِ مکرم ﷺ کے نعلینِ مقدسہ کی خیرات عطا فرمائے اور آپ ﷺ کے میلادِ پاک کے فیوضات سے بہرہ ور فرمائے۔ (آمین بجاہِ سید المرسلین ﷺ)۔

(محمد علی قادری)

سینئر ریسرچ اسکالر

فرید ملّت ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، لاہور

۱۰ رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ، بمطابق ۱۰ ستمبر ۲۰۰۸ء

ابتدائیہ

یوں تو سارا سال حضور نبی اکرم ﷺ کے تذکارِ جمیل کی محفلیں منعقد ہوتی رہتی ہیں لیکن جونہی ماہِ ربیع الاول کی آمد ہوتی ہے مسرتوں اور خوشیوں کا ایک سیلِ رواں شہرِ شہر، قریہ قریہ اُمد آتا ہے اور اہل ایمان وارفک کے عالم میں محافلِ میلاد اور جلسہ و جلوس کی صورت میں اپنے محبوب نبی ﷺ سے اپنی قلبی محبت و عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ سلسلہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تھمتا نہیں بلکہ ایک دیدنی جوش و خروش کا رنگ اختیار کر لیتا ہے۔ اس موقع پر گھر گھر چراغاں کیا جاتا ہے۔ مجالس و محافلِ میلاد کا خصوصی اہتمام ہوتا ہے۔ میلاد النبی ﷺ کی خوشی اور احترام میں بچا کی جانے والی محافل میں عشقِ رسول ﷺ کے ترانے لاپے جاتے ہیں، قرآن مجید کی تلاوت ہوتی ہے اور نعت گو شاعر، نعت خواں اور خطباء حضرات تحریر و تقریر اور نعت و بیان کے ذریعے حضور رحمت عالم ﷺ کے حضور اپنے اپنے گلہائے عقیدت پیش کرتے ہیں۔ الغرض ہر کوئی اپنی بساط کے مطابق نظم و نثر کے پیرائے میں تخلیق و ولادت اور عظمت و شانِ مصطفیٰ ﷺ میں رطب اللسان ہوتا ہے۔

میلاد النبی ﷺ کے موقع پر خوشی و مسرت کا اظہار کس کس طریقے سے کیا جاتا ہے؟ جشنِ مسرت مناتے وقت غلامانِ رسول ﷺ کے معمولات کیا ہوتے ہیں؟ وہ کون کون سے افعال و اعمال سرانجام دیتے ہیں؟ بہ الفاظِ دیگر جشنِ میلاد النبی ﷺ کے اجزائے تشکیلی کون سے ہیں؟ زیرِ نظر کتاب میں ہم اسی حوالہ سے بحث کریں گے اور بنیادی اجزائے تشکیلی یا عناصرِ ترکیبی قرآن و سنت کی روشنی میں بیان کریں گے اور ان کا تحقیقی جائزہ پیش کریں گے کیوں کہ کسی بھی عمل کی حلت و حرمت اور اُس پر اجر و ثواب یا عذاب و عتاب کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اس عمل کے اجزاء کون کون سے ہیں۔

میلادِ مصطفیٰ ﷺ کے اجزائے تشکیلی اور اس کے اندر ہونے والی ایمان افروز اور روح پرور سرگرمیوں کو درج ذیل عنوانات کے تحت بیان کیا جاسکتا ہے:

- ۱۔ مجالس و اجتماعات کا اہتمام
- ۲۔ بیانِ سیرت و فضائلِ رسول ﷺ
- ۳۔ مدحت و نعتِ رسول ﷺ
- ۴۔ صلوة و سلام
- ۵۔ قیام
- ۶۔ اہتمامِ چراغاں
- ۷۔ ضیافتِ میلاد
- ۸۔ جلوسِ میلاد

آئندہ صفحات میں ان تمام معمولات کو علیحدہ علیحدہ باب میں بالتفصیل بیان کیا جائے گا۔

باب اوّل



مجلس و اجتماعات کا اہتمام

عید میلاد النبی ﷺ کے پر مسرت موقع پر محافلِ نعت، مجالسِ ذکرِ مصطفیٰ ﷺ اور بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں درود و سلام پیش کرنے کے لیے خصوصی اجتماعات منعقد کیے جاتے ہیں۔ لوگ ان محافل میں انتہائی عقیدت و احترام اور جوش و خروش سے شریک ہوتے ہیں اور اپنے قلوب و اذہان کو محبوبِ خدا ﷺ کے ذکرِ جمیل سے معطر کرتے ہیں۔ اپنے میلاد کے بیان کے لیے خود تاجدارِ کائنات ﷺ نے بھی اجتماعات کا اہتمام فرمایا۔ اس ضمن میں متعدد احادیث موجود ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱۔ حضور ﷺ کا مجلسِ صحابہ ﷺ میں اپنی تخلیق کا ذکر

حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ صحابہ کرام ؓ نے عرض کیا:

یا رسول اللہ! متی وجبت لك النبوة؟

”یا رسول اللہ! آپ کو شرفِ نبوت سے کب نوازا گیا؟“

یہ ایک معمول سے ہٹا ہوا سوال تھا کیوں کہ صحابہ میں سے کون نہیں جانتا تھا کہ آپ ﷺ کی بعثت چالیس سال کی عمر مبارک میں ہوئی۔ لہذا صحابہ کرام ؓ کے اس سوال سے واضح ہے کہ وہ آپ ﷺ کی بعثت کے بارے میں نہیں پوچھ رہے تھے بلکہ وہ عالمِ بالا میں حضور نبی اکرم ﷺ کی اُس روحانی زندگی کی ابتداء کی بات کر رہے تھے جب اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو خلعتِ نبوت سے سرفراز فرمایا تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے جواباً فرمایا:

و آدم بین الروح والجسد۔^(۱)

” (میں اُس وقت بھی نبی تھا) جب آدم کی تخلیق ابھی رُوح اور جسم کے مرحلے

(۱) ۱- ترمذی نے ”الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب فی فضل النبی ﷺ، (۵: ۵۸۵، رقم: ۳۶۰۹)“ میں اس حدیث کو روایت کیا اور حسن صحیح قرار دیا ہے۔

۲- أحمد بن حنبل نے ”المسند (۴: ۶۶، ۵: ۵۹، ۳۷۹)“ میں یہ حدیث حضرت میسرہ الفجرؓ سے روایت کی ہے۔

۳- حاکم نے ”المستدرک علی الصحیحین (۲: ۶۶۵، رقم: ۳۲۰۹)“ میں اس حدیث کو حضرت میسرہ الفجرؓ سے روایت کیا اور صحیح الإسناد قرار دیا ہے۔

۴- ابن ابی شیبہ نے اسے ”المصنف (۷: ۳۶۹، رقم: ۳۶۵۵۳)“ میں عبد اللہ بن شقیق کے واسطے سے روایت کیا ہے۔

۵- طبرانی نے ”المعجم الأوسط (۴: ۲۷۲، رقم: ۴۱۷۵)“ میں حضرت میسرہ الفجرؓ سے روایت کی ہے۔

۶- طبرانی نے ”المعجم الكبير (۱۲: ۹۲، ۱۱۹، رقم: ۱۲۵۷۱، ۱۲۶۳۶، ۲۰: ۳۵۳، رقم: ۸۳۳)“ میں حضرت میسرہ الفجرؓ سے روایت کی ہے۔

۷- ابن مستفاض نے ”کتاب القدر (ص: ۲۷، رقم: ۱۴)“ میں کہا ہے کہ اس کے رجال ثقہ ہیں۔

۸- تمام رازی نے ”کتاب الفوائد (۱: ۲۴۱، رقم: ۵۸۱)“ میں عبد اللہ بن شقیق کے واسطے سے روایت کی ہے۔

۹- ابن حبان، کتاب الثقات، ۱: ۴۷

۱۰- لالکائی، اعتقاد أهل السنة، ۱: ۴۲۲، رقم: ۱۴۰۳

۱۱- بیہقی، دلائل النبوة ومعرفة أحوال صاحب الشريعة، ۲: ۱۳۰

۱۲- سیوطی، الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور، ۶: ۵۶۹

۱۳- ناصر الدین البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیتے ہوئے ”صحیح السیرة النبویة (ص: ۵۴، رقم: ۵۳)“ میں بیان کیا ہے۔

میں تھی۔“

مذکورہ بالا حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ بھی مروی ہے:

قال بين خلق آدم و نفخ الروح فيه۔^(۱)

”آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (میں اُس وقت بھی نبی تھا) جب آدم علیہ السلام ابھی تخلیق اور روح پھونکے جانے کے مرحلے میں تھے۔“

اس حدیث مبارکہ سے مراد ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُس وقت بھی نبی تھے جب روح اور جسم سے مرکب حضرت آدم علیہ السلام کا خمیر ابھی مکمل طور پر تیار نہیں ہوا تھا۔ اس طرح حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایک مجلس میں اپنی ولادت سے بھی پہلے اپنی تخلیق اور نبوت کے بارے میں آگاہ فرمایا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مجلسِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں تخلیقِ آدم علیہ السلام کے وقت بھی اپنے نبی ہونے کا ذکر کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عالمِ ارواح میں تخلیق کی طرف اشارہ ہے۔ اہلِ اسلام بھی اپنی مجالس و اجتماعات میں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے تذکرے کرتے ہیں وہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلقت و نورانیت کو بھی قرآن و حدیث اور آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی روشنی میں بیان کرتے ہیں۔ یہ عمل سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی پیروی میں معمولاتِ میلاد کا حصہ ہے۔

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے میلاد کے بیان کے لیے اہتمامِ اجتماع

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجتماع سے خطبہ جمعہ کے علاوہ بھی وقتاً فوقتاً دینی و ایمانی، اخلاقی و روحانی، علمی و فکری، سیاسی و سماجی، معاشی و معاشرتی، قانونی و پارلیمانی، انتظامی و انصرامی اور تنظیمی و تربیتی موضوعات پر خطباتِ ارشاد فرماتے۔ اس کے علاوہ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حسنی و نسبی فضیلت

اور بے مثل ولادت پر بھی گفتگو فرماتے۔ درج ذیل احادیث مبارکہ سے واضح ہے کہ آپ ﷺ نے خود اپنی تخلیق و ولادت کی خصوصیت و فضیلت کے بیان کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجتماع کا اہتمام فرمایا۔

۱۔ حضرت مطلب بن ابی وداع سے مروی ہے:

جاء العباس إلى رسول الله ﷺ فكأنه سمع شيئاً، فقام النبي ﷺ على المنبر، فقال: من أنا؟ فقالوا: أنت رسول الله، عليك السلام. قال: أنا محمد بن عبد الله بن عبد المطلب، إن الله خلق الخلق فجعلني في خيرهم فرقة، ثم جعلهم فرقتين، فجعلني في خيرهم فرقة، ثم جعلهم قبائل، فجعلني في خيرهم قبيلة، ثم جعلهم بيوتاً، فجعلني في خيرهم بيتاً وخيرهم نسباً. (۱)

”حضرت عباس رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، (اس وقت ان کی کیفیت ایسی تھی) گویا انہوں نے (حضور نبی اکرم ﷺ کے متعلق کفار سے) کچھ (نازیبا الفاظ) سن رکھے تھے (اور وہ حضور نبی اکرم ﷺ کو بتانا چاہتے تھے)۔ (حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ کلمات حضور ﷺ کو

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب الدعوات، ۵: ۵۲۳، رقم: ۳۵۳۲

۲۔ ترمذی نے ”الجامع الصحیح (کتاب المناقب، باب فی فضل النبی ﷺ، ۵: ۵۸۴، رقم: ۳۶۰۸)“ میں وخیرہم نسبا کی جگہ وخیرہم نفسا کے الفاظ بھی بیان کیے ہیں۔

۳۔ احمد بن حنبل نے ”المسند (۱: ۲۱۰، رقم: ۱۷۸۸)“ میں آخر حدیث میں ”فانا خیر کم بیتا وخیر کم نفسا“ کا اضافہ کیا ہے۔

۴۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۶۵

۵۔ ہیثمی، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ۸: ۲۱۶

۶۔ بیہقی، دلائل النبوة ومعرفه أحوال صاحب الشريعة، ۱: ۱۶۹

بتائے یا آپ ﷺ علم نبوت سے جان گئے) تو حضور ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور فرمایا: میں کون ہوں؟ سب نے عرض کیا: آپ پر سلام ہو، آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں عبد اللہ کا بیٹا محمد (ﷺ) ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا اور اس مخلوق میں سے بہترین گروہ (انسان) کے اندر مجھے پیدا فرمایا اور پھر اس کو دو گروہوں (عرب و عجم) میں تقسیم کیا اور ان میں سے بہترین گروہ (عرب) میں مجھے پیدا کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس حصے کے قبائل بنائے اور ان میں سے بہترین قبیلہ (قریش) کے اندر مجھے پیدا کیا اور پھر اس بہترین قبیلہ کے گھر بنائے تو مجھے بہترین گھر اور نسب (بنو ہاشم) میں پیدا کیا۔“

اس حدیث مبارکہ میں درج ذیل نکات قابل غور ہیں:

(۱) حضور نبی اکرم ﷺ کا معمول تھا کہ جب کسی موضوع پر کوئی اہم اور قابل توجہ بات تمام صحابہ کو بتانا مقصود ہوتی تو آپ ﷺ اپنا خطبہ یا تقریر منبر پر کھڑے ہو کر ارشاد فرماتے۔ اگر معمول کی کوئی بات ہوتی تو آپ ﷺ موقع پر موجود صحابہ کے گوش گزار کر دیتے لیکن منبر پر کھڑے ہو کر خاص نشست کا اہتمام عامۃ المسلمین تک کوئی خاص بات پہنچانے کے لیے ہوتا تھا۔ حدیث مذکورہ میں بھی حضور نبی اکرم ﷺ منبر پر کھڑے ہو کر ارشاد فرما رہے ہیں، اور یہ اہتمام اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ آپ ﷺ صحابہ سے کوئی اہم بات کرنے والے ہیں۔

(۲) حضور نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سوال کیا: ”میں کون ہوں؟“ سب نے عرض کیا: ”آپ پر سلام ہو، آپ اللہ کے رسول ہیں۔“ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ جواب اگرچہ حق و صداقت پر مبنی تھا لیکن متقضائے حال کے مطابق نہ تھا۔ اس دن اس سوال کا مقصد کچھ اور تھا اور آپ ﷺ اس کا جواب بھی مختلف سننا چاہتے تھے۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف سے متعلقہ جواب موصول نہ ہوا تو آپ ﷺ نے خود ہی فرمایا: ”میں عبد اللہ

کا بیٹا محمد ہوں۔“ معلوم ہوا کہ آپ ﷺ انہیں اپنی ولادت اور نسبی فضیلت کے باب میں کچھ ارشاد فرمانا چاہتے تھے۔ یہ آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا وہ گوشہ ہے جس کا تعلق براہِ راست آپ ﷺ کے میلاد سے ہے۔ اگرچہ یہ وہ معلومات تھیں جو صحابہ کرام ؓ بہ خوبی جانتے تھے مگر اس کے باوجود آپ ﷺ کا اس قدر اہتمام کے ساتھ اس مضمون کو بیان فرمانے کا مقصد جشنِ میلاد کو اپنی سنت بنانا تھا۔

(۳) مذکورہ حدیث میں احکامِ الہی بیان ہوئے ہیں نہ اعمال و اخلاق سے متعلق کوئی مضمون بیان ہوا ہے بلکہ آپ ﷺ نے لوگوں کو اپنی ولادت اور نسبی فضیلت کے بارے آگاہ فرمایا ہے جو موضوعاتِ میلاد میں سے ہے۔

(۴) حضور نبی اکرم ﷺ کا یہ بیان انفرادی سطح پر نہیں بلکہ صحابہ کرام ؓ کے اجتماع سے تھا جو خصوصی انتظام و انصرام کی طرف واضح اشارہ ہے۔

کتبِ حدیث اور سیرت و فضائل میں سے امام بخاری (۱۹۴-۲۵۶ھ)، امام مسلم (۲۰۶-۲۶۱ھ)، امام ترمذی (۲۱۰-۲۷۹ھ)، قاضی عیاض (۳۷۶-۵۴۴ھ)، علامہ قسطلانی (۸۵۱-۹۲۳ھ)، علامہ نہبانی (۱۲۶۵-۱۳۵۰ھ) جیسے نام ورنہ و محدثین اور شارحین کی تصانیف میں ایسی بے شمار احادیث موجود ہیں جن کا تعلق کسی شرعی مسئلہ سے نہیں بلکہ آپ ﷺ کی ولادت، حسب و نسب، خاندانی شرافت و نجابت اور ذاتی عظمت و فضیلت سے ہے۔

۲۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں:

قلت: یا رسول اللہ! إن قریشاً جلسوا فتذاکروا أحسابهم بینهم، فجعلوا مثلک کمثل نخلة فی کبوة من الأرض، فقال النبی ﷺ: إن الله خلق الخلق فجعلنی من خیرهم من خیر فرقهم وخیر الفریقین، ثم تخیر القبائل فجعلنی من خیر قبيلة، ثم تخیر

البيوت فجعلى من خير بيوتهم، فأنا خيرهم نفساً وخيرهم بيتاً۔^(۱)

”میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! قریش نے ایک مجلس میں اپنے حسب و نسب کا ذکر کرتے ہوئے آپ کی مثال کھجور کے اُس درخت سے دی جو کسی ٹیلہ پر ہو۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھے ان کی بہترین جماعت میں رکھا اور ان کے بہترین گروہ میں رکھا اور دونوں گروہوں میں سے بہترین گروہ میں بنایا، پھر قبائل کو منتخب فرمایا اور مجھے بہترین قبیلے میں رکھا، پھر اُس نے گھرانے منتخب فرمائے تو مجھے اُن میں سے بہتر گھرانے میں رکھا، پس میں اُن میں سے بہترین فرد اور بہترین خاندان والا ہوں۔“

۳۔ حضرت واثلہ بن اسحاق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور رحمتِ عالم ﷺ نے فرمایا:

إن الله اصطفى من ولد إبراهيم إسماعيل، واصطفى من ولد إسماعيل بنى كنانة، واصطفى من بنى كنانة قريشاً، واصطفى من قريش بنى هاشم، واصطفاني من بنى هاشم۔^(۲)

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ابواب المناقب، باب فی فضل النبی ﷺ،

۵: ۵۸۴، رقم: ۳۶۰۷

۲۔ أحمد بن حنبل، فضائل الصحابة، ۲: ۹۳۷، رقم: ۱۸۰۳

۳۔ أبو یعلیٰ، المسند، ۴: ۱۴۰، رقم: ۱۳۱۶

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب فی فضل النبی ﷺ،

۵: ۵۸۳، رقم: ۳۶۰۵

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الفضائل، باب فضل نسب النبی ﷺ

وتسليم الحجر عليه قبل النبوة، ۴: ۱۷۸۲، رقم: ۲۲۷۶

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۰۷

”بے شک رب کائنات نے ابراہیم (علیہ السلام) کی اولاد میں سے اسماعیل (علیہ السلام) کو منتخب فرمایا، اور اسماعیل (علیہ السلام) کی اولاد میں سے بنی کنانہ کو، اور اولادِ کنانہ میں سے قریش کو، اور قریش میں سے بنی ہاشم کو، اور بنی ہاشم میں سے مجھے شرفِ انتخاب سے نوازا اور پسند فرمایا۔“

اس حدیث میں آپ ﷺ نے اپنا پورا سلسلہ نسب بیان فرما دیا ہے۔ آپ ﷺ نے اصطفیٰ کا لفظ اس لیے بیان کیا کہ صاحبِ نسب، مصطفیٰ ﷺ (چُنے ہوئے) ہیں اور پورے نسبی سلسلہ کو یہ صفاتی لقب دیا گیا ہے۔

۳۔ بیانِ شرف و فضیلت کے لیے اہتمامِ اجتماع

حضور نبی اکرم ﷺ نے بیانِ میلاد کے علاوہ اپنی شرف و فضیلت بیان کرنے کے لیے بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجتماع کا اہتمام فرمایا:

۱۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

جلس ناس من أصحاب رسول اللہ ﷺ ينتظرونه، قال: فخرج حتى إذا دنا منهم سمعهم يتذاكرون فسمع حديثهم، فقال بعضهم عجباً: إن الله ﷻ اتخذ من خلقه خليلاً، اتخذ إبراهيم خليلاً، وقال آخر: ماذا بأعجب من كلام موسى كلمه تكليماً، وقال آخر: فعیسی كلمة الله وروحه، وقال آخر: آدم اصطفاه

۴۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۳۱۷، رقم: ۳۱۷۳۱

۵۔ أبو یعلیٰ، المسند، ۱۳: ۴۶۹، ۴۷۲، رقم: ۷۴۸۷، ۷۴۸۷

۶۔ طبرانی، المعجم الكبير، ۲۲: ۶۶، رقم: ۱۶۱

۷۔ بیہقی، السنن الكبرى، ۶: ۳۶۵، رقم: ۱۲۸۵۲

۸۔ بیہقی، شعب الإيمان، ۲: ۱۳۹، رقم: ۱۳۹۱

اللہ۔ فخرج عليهم فسلم، وقال ﷺ: قد سمعت كلامكم وعجبكم أن إبراهيم خليل الله وهو كذلك، وموسى نجى الله وهو كذلك، وعيسى روح الله وكلمته وهو كذلك، وآدم اصطفاه الله وهو كذلك، ألا! وأنا حبيب الله ولا فخر، أنا حامل لواء الحمد يوم القيامة ولا فخر، وأنا أول شافعٍ وأول مشفعٍ يوم القيامة ولا فخر، وأنا أول من يحرك حلق الجنة فيفتح الله لى فيدخلنيها، ومعى فقراء المومنين ولا فخر، وأنا أكرم الأولين والآخريين ولا فخر۔^(۱)

”رسول اکرم ﷺ کے کنی صحابہ آپ ﷺ کے انتظار میں بیٹھے تھے کہ اتنے میں آپ ﷺ باہر تشریف لے آئے، جب ان کے قریب ہوئے تو سنا کہ وہ آپس میں کچھ باتیں کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا: بڑے تعجب کی بات ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے (ابراہیم علیہ السلام کو اپنا) خلیل بنایا۔ دوسرے نے کہا: یہ اس سے زیادہ تعجب انگیز نہیں ہے کہ خدا نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا۔ تیسرے نے کہا: عیسیٰ علیہ السلام تو اللہ کا کلمہ اور اس کی روح ہیں۔ چوتھے نے کہا: آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ کیا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ ان کے حلقے میں تشریف لے آئے، سلام کیا اور فرمایا: میں نے تم لوگوں کا کلام

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب ما جاء فی فضل النبی

ﷺ، ۲: ۲۰۲، رقم: ۳۶۱۶

۲۔ دارمی، السنن ۱: ۳۹، رقم: ۳۷

۳۔ بغوی، شرح السنة، ۱۳: ۱۹۸، ۲۰۴، رقم: ۳۶۱۷، ۳۶۲۵

۴۔ رازی، مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر)، ۶: ۱۶۷

۵۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۱: ۵۶۰

۶۔ سیوطی، الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور، ۲: ۷۰۵

اور اظہارِ تعجب سن لیا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام اللہ کے خلیل ہیں، بے شک وہ ایسے ہی ہیں۔ اور موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے سرگوشی کرنے والے ہیں اور وہ ایسے ہی ہیں۔ اور عیسیٰ علیہ السلام اس کی روح اور اس کا کلمہ ہیں اور وہ ایسے ہی ہیں۔ اور آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے منتخب کیا اور وہ ایسے ہی ہیں۔ آگاہ ہو جاؤ! میں اللہ کا حبیب ہوں لیکن میں فخر نہیں کرتا اور میں قیامت کے دن لواءِ حمد (حمد کا جھنڈا) اٹھانے والا ہوں گا اور مجھے اس پر کوئی فخر نہیں، اور میں قیامت کے دن سب سے پہلا شفیع اور سب سے پہلا مشفق ہوں گا اور مجھے اس پر کوئی فخر نہیں اور میں پہلا شخص ہوں گا جو بہشت کے دروازے کی زنجیر ہلائے گا اور اللہ تعالیٰ اسے میرے لیے کھولے گا اور مجھے اس میں داخل کرے گا اور میرے ساتھ وہ مومنین ہوں گے جو فقیر (غریب و مسکین) تھے لیکن مجھے اس پر بھی کوئی فخر نہیں، اور اولین و آخرین میں سب سے زیادہ مکرم و محترم میں ہی ہوں اور مجھے اس پر بھی کوئی فخر نہیں۔“

۲۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ يَوْمًا فَصَلَّى عَلَيَّ أَهْلَ أَحَدِ صَلَاتِهِ عَلَيَّ الْمَيْتِ، ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى الْمَنْبَرِ، فَقَالَ: إِنِّي فَرَطُ لَكُمْ وَأَنَا شَهِيدٌ عَلَيْكُمْ، وَإِنِّي وَاللَّهِ! لَأَنْظُرُ إِلَى حَوْضِي الْآنَ، وَإِنِّي أَعْطَيْتُ مَفَاتِيحَ خَزَائِنِ الْأَرْضِ أَوْ مَفَاتِيحَ الْأَرْضِ، وَإِنِّي وَاللَّهِ! مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تَشْرَكُوا بَعْدِي، وَلَكِنْ أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنَافَسُوا فِيهَا۔^(۱)

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب الجنائز، باب الصلاة على الشهيد، ۱: ۳۵۱،

رقم: ۱۲۷۹

۲۔ بخاری، الصحيح، کتاب المناقب، باب علامات النبوة، ۳: ۱۳۱۷،

رقم: ۱۳۰۱

”ایک روز حضور ﷺ باہر (میدان اُحد کی طرف) تشریف لے گئے، پس آپ ﷺ نے شہدائے اُحد پر نمازِ جنازہ کی طرح نماز پڑھی، پھر آپ ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور فرمایا: بے شک میں تمہارا پیش رو ہوں اور میں تم پر گواہ (یعنی تمہارے احوال سے باخبر) ہوں۔ اللہ کی قسم! میں اس وقت حوضِ کوثر دیکھ رہا ہوں اور مجھے روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کی گئی ہیں۔ اللہ کی قسم! مجھے یہ خوف نہیں ہے کہ تم میرے بعد شرک میں مبتلا ہو جاؤ گے، البتہ یہ خوف ضرور ہے کہ تم دنیا پرستی میں باہم فخر و مباہات کرنے لگو گے۔“

اس حدیثِ مبارکہ کے الفاظ - ثم انصرف إلى المنبر (پھر آپ ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوئے) - سے ایک سوال ذہن میں اُبھرتا ہے کہ کیا قبرستان میں بھی منبر ہوتا ہے؟ منبر تو خطبہ دینے کے لیے مساجد میں بنائے جاتے ہیں، وہاں کوئی مسجد نہ تھی، صرف شہدائے اُحد کے مزارات تھے۔ اُس وقت صرف مسجدِ نبوی ﷺ ہی میں منبر ہوتا تھا۔ اس لیے شہدائے اُحد کی قبور پر منبر کا ہونا بظاہر ایک ناممکن سی بات نظر آتی ہے۔ مگر درحقیقت حضور ﷺ کے حکم پر شہدائے اُحد کے قبرستان میں منبر نصب کرنے کا اہتمام کیا گیا، جس

..... ۳- بخاری، الصحيح، کتاب المغازی، باب أحد یحینا، ۴: ۱۴۹۸، رقم:

۳۸۵۷

۴- بخاری، الصحيح، کتاب الرقاق، باب ما یحذر من زهرة الدنيا والتنافس

فیہا، ۵: ۲۳۶۱، رقم: ۶۰۶۲

۵- بخاری، الصحيح، کتاب الحوض، باب فی الحوض، ۵: ۲۴۰۸، رقم:

۶۲۱۸

۶- مسلم، الصحيح، کتاب الفضائل، باب إثبات الحوض، ۴: ۱۷۹۵،

رقم: ۲۲۹۶

۷- أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۴۹، ۱۵۳

۸- ابن حبان، الصحيح، ۴: ۴۷۳، رقم: ۳۱۶۸

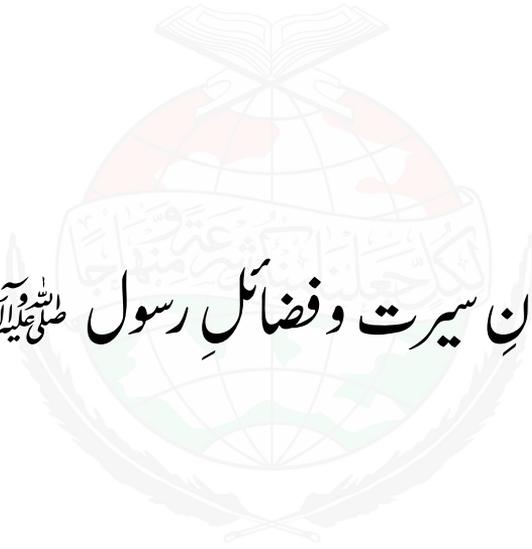
۹- ابن حبان، الصحيح، ۸: ۱۸، رقم: ۳۲۲۴

کا مطلب ہے کہ منبر شہر مدینہ سے منگوا یا گیا یا پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ساتھ ہی لے کر گئے تھے۔ قابلِ غور بات یہ ہے کہ اتنا اہتمام کس لیے کیا گیا؟ یہ سارا اہتمام و انتظام حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و مناقب کے بیان کے لیے منعقد ہونے والے اُس اجتماع کے لیے تھا جسے آقا صلی اللہ علیہ وسلم خود منعقد فرما رہے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس اجتماع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تحدیثِ نعت کے طور پر اپنا شرف اور فضیلت بیان فرمائی جس کے بیان پر پوری حدیث مشتمل ہے۔ اس طرح یہ حدیث جلسہ میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی واضح دلیل ہے۔

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف و فضیلت کو بیان کرنے کے لیے اجتماع کا اہتمام کرنا خود سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ لہذا میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محافل سجانا اور جلسوں کا اہتمام کرنا مقتضائے سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ آج کے پُرفتن دور میں ایسی محافل و اجتماعات کے انعقاد کی ضرورت پہلے سے کہیں بڑھ کر ہے تاکہ اُمت کے دلوں میں تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی عشق و محبت نقش ہو اور لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور اُسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کی ترغیب دی جائے۔

باب دُوم

بیانِ سیرت و فضائلِ رسول ﷺ



میلاد النبی ﷺ کی خوشی میں منعقد ہونے والے اجتماعات میں آپ ﷺ کی سیرت و فضائل کا ذکر ہوتا ہے۔ محفلِ میلاد النبی ﷺ میں تذکارِ رسالت درج ذیل پانچ جہتوں میں ہوتا ہے:

۱۔ احکامِ شریعت کا بیان

محافلِ میلاد النبی ﷺ میں اسلامی احکام مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دیگر احکامِ شریعت کے بیان کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے اُن ارشادات و تعلیمات کا ذکر کیا جاتا ہے جو اسلامی شریعت کی بنیاد ہیں اور جن پر ارکانِ ایمان و اسلام کی عمارت قائم ہے۔ فقہی اور فروعی مسائل کو موضوع بنانے کے بجائے اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ فرض عبادات کی ادائیگی درجہ قبولیت تک کیسے پہنچ سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول کیسے ممکن ہے؟ رسول اکرم ﷺ کی اتباع اور محبت کس طرح ہم پر فوز و فلاح کے دروازے وا کرتی ہے اور ہم ایمان کے تقاضوں کو کس طرح بطریقِ احسن پورا کر سکتے ہیں؟ اس طرح کی دیگر ابحاث محفلِ میلاد میں بیان کی جاتی ہیں تاکہ اُسوۂ کامل کی روشنی میں عبادات کی روح کو اپنے اندر سمو کر اپنے اعمال اور شخصیت کی عمارت کو احکامِ شریعت کی بنیادوں پر استوار کرنے کے عہد کی تجدید کی جاسکے۔

۲۔ تذکارِ خصالِ مصطفیٰ ﷺ

محافلِ میلاد النبی ﷺ کے موقع پر اپنایا جانے والا دوسرا طریقہ ”تذکارِ خصالِ مصطفیٰ ﷺ“ ہے جو حضور نبی اکرم ﷺ کے اُسوۂ حسنہ کی صورت میں سامنے آتا ہے۔

یہ وہ آئینہ ہے جس میں آپ ﷺ کی سنت، سیرت اور خلقِ عظیم کا پرتو جھلکتا دکھائی رہتا ہے۔ اس تذکار کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہم اس کے ذریعے اپنی زندگی کو انفرادی اور اجتماعی سطح پر آپ ﷺ کی تعلیمات اور متعین کردہ اقدار سے سنواریں اور اپنے شب و روز آپ ﷺ کی سنت کے مطابق بسر کریں۔ یہ دوسرا موضوع ہے جسے حضور نبی اکرم ﷺ کی پیغمبرانہ زندگی کے حوالے سے علمائے کرام محافلِ میلاد میں زیرِ بحث لاتے ہیں۔ اگرچہ محافلِ میلاد کا اولین مقصد آمدِ مصطفیٰ ﷺ کی یاد میں جشنِ مسرت منانا ہے لیکن ان تقریباتِ سعیدہ میں قرآنی تعلیمات اور سیرتِ مبارکہ کے تعلیمی، تربیتی، اخلاقی اور روحانی پہلوؤں کا ذکر بھی علمائے کرام اپنی تقاریر و خطابات میں خصوصی طور پر کرتے ہیں۔

۳۔ تذکارِ شمائلِ مصطفیٰ ﷺ

تذکارِ رسالتِ ﷺ کے سلسلے میں آپ ﷺ کے شمائل بھی بیان کیے جاتے ہیں۔ آپ ﷺ کے حسن و جمال اور خوبصورتی و رعنائی کا حسین تذکرہ کیا جاتا ہے۔ آپ ﷺ کے حسن سراپا کا ذکرِ جمیل قرآن و حدیث اور آثارِ صحابہ کی روشنی میں نہایت ہی خوبصورت اور دلکش انداز میں کیا جاتا ہے۔ آپ ﷺ کے وَالضُّحٰی چہرے، وَاللَّیْلِ زلفوں، مَا زَاغَ الْبَصَرُ کا دل آویز بیان سماعتوں میں رس گھولنے لگتا ہے۔ آپ ﷺ سر تا قدم حسن مجسم تھے اور یہ فیصلہ کرنا محال تھا کہ صوری حسن جسدِ اطہر کے کس کس مقام پر کمالِ حسن کی کن کن بلندیوں کو چھو رہا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے سراپائے حسن کو دیکھ کر مست و بے خود ہو کر رہ جاتے اور آپ ﷺ کے حسن سراپا کے بیان میں اپنے عجز اور کم مائیگی کا اعتراف کرتے۔ حق تو یہ ہے کہ ذاتِ مصطفویٰ ﷺ کا حسنِ سرمدی انظہار و بیان سے ماوراء تھا اور اہلِ عرب زبان و بیان کی فصاحت و بلاغت کے اپنے تمام تر دعووں کے باوجود بھی اُسے کما حقہ بیان کرنے سے عاجز تھے۔

ماہِ میلاد میں نورِ مجسم حضور نبی اکرم ﷺ کے اُسی حسن بے مثال کا تذکرہ ہوتا ہے، کوئی آپ ﷺ کے مبارک زلف و رخسار کا ذکر کرتا ہے تو کوئی چشمانِ مقدسہ کی تاثیر

کرم کی مدح سناتا ہے، کوئی گوش مبارک کی دلکشی اور ان کی بے مثل سماعت پر سلام بھیجتا ہے تو کوئی گلِ قدس کی پتیوں جیسے نازک ہونٹوں پر درود پڑھتا ہے۔ کوئی آپ ﷺ کے دستِ اقدس سے صادر ہونے والے معجزات کا ذکر چھیڑتا ہے تو کوئی حسن و جمال سے معمور دہنِ اقدس اور اس سے نکلے ہوئے لعب مبارک کی برکات کے نعمات الاپتا ہے۔ اس تذکارِ شمائل سے وجود میں کیفیات وجد کا نزول ہونے لگتا ہے اور بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں حضوری کی خیرات ملنے لگتی ہے۔ یہی وہ کیفیات ہیں جو ان محافل کا حاصل ہیں اور جن سے قلب و روح میں تجلیاتِ ایمان کا ورود ہونے لگتا ہے۔ یہ وہ توشہٴ آخرت ہے جو سفرِ حشر میں مومن کے بہت کام آئے گا۔

۴۔ تذکارِ خصائص و فضائلِ مصطفیٰ ﷺ

محفلِ میلاد النبی ﷺ میں حضور نبی اکرم ﷺ کے خصائص و فضائل کا تذکرہ بھی کیا جاتا ہے۔ یہ آپ ﷺ کے خصائص و فضائل اور اوصاف و کمالات ہی ہیں جو آپ ﷺ کو دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اور تمام انسانوں سے ممتاز کرتے ہیں۔ آپ ﷺ جامع کمالاتِ انبیاء ہیں، آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس میں تمام انبیاء و رسل کے محامد و محاسن اور معجزات و کمالات بہ درجہٴ اتم جمع فرما دیے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبِ مکرم ﷺ کو تمام اہل جہان پر شرف و فضیلت عطا فرمائی اور تمام اولین و آخرین کا سید اور سردار بنایا۔ آپ ﷺ کو اپنے قربِ خاص سے نوازا اور شبِ معراجِ عرش پر بلا کر اپنا دیدار عطا فرمایا۔ اُس نے قرآن حکیم میں آپ ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت،^(۱) آپ ﷺ کی رضا کو اپنی رضا،^(۲) آپ ﷺ کی بیعت کو اپنی بیعت،^(۳) آپ ﷺ کے فعل کو اپنا فعل،^(۴) نطقِ رسول کو اپنی وحی،^(۵) آپ ﷺ کی نافرمانی کو اپنی نافرمانی،^(۶)

(۱) الأنفال، ۸: ۱۷

(۱) النساء، ۴: ۸۰

(۲) النجم، ۵۳: ۳، ۳

(۲) التوبة، ۹: ۶۲

(۳) النساء، ۴: ۱۴

(۳) الفتح، ۴۸: ۱۰

آپ ﷺ کی مخالفت کو اپنی مخالفت^(۱) اور آپ ﷺ کی عطا کو اپنی عطا قرار دیا۔^(۲) اس پر مستزاد حضور سرورِ کائنات ﷺ کو ایسے دُنوی، برزخی اور اُخروی خصائص و فضائل سے نوازا جو بے مثال ہونے کے علاوہ حدِ شمار سے بھی باہر ہیں۔

میلاد النبی ﷺ کی مبارک تقریبات میں حسنِ صورت و سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کے تذکرے تو ہوتے ہی ہیں، اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی کثیر الحجّت شانوں کا بیان اہل ایمان کے دلوں میں عشق و محبت کی وہ شمعیں فروزاں کر دیتا ہے جن کی ضوءِ شہستانِ زندگی کو منور کر دیتی ہے۔ آپ ﷺ کے فضائل و خصائص پر مشتمل چند احادیث ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

۱۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

أنا أولهم خروجا، وأنا قاندهم إذا وفدوا وأنا خطيبهم إذا أنصتوا،
وأنا مشفعهم إذا حبسوا، وأنا مبشرهم إذا أيسوا. الكرامة
والمفاتيح يومئذ بیدی، وأنا أكرم ولد آدم علی ربی، يطوف علی
ألف خادم كأنهم بیض مکنون أو لؤلؤ منشور۔^(۳)

(۱) التوبة، ۹: ۶۳

(۲) التوبة، ۹: ۵۹، ۷۴

(۳) ۱۔ دارمی، السنن ۱: ۳۹، رقم: ۴۸

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة بنی

إسرائيل، ۵: ۳۰۸، رقم: ۳۱۴۸

۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب فی فضل النبی ﷺ،

۵: ۵۸۵، رقم: ۳۶۱۰

۴۔ أبو یعلیٰ، المعجم: ۱۴۷، رقم: ۱۶۰

۵۔ قزوینی، التدوین فی أخبار قزوین، ۱: ۲۳۴، ۲۳۵

۶۔ دیلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، ۱: ۴۷، رقم: ۱۱۷

” (روزِ قیامت) سب سے پہلے میں (اپنی قبرِ انور سے) نکلوں گا اور جب لوگ وفد بن کر جائیں گے تو میں ہی ان کا قائد ہوں گا۔ اور جب وہ خاموش ہوں گے تو میں ہی ان کا خطیب ہوں گا۔ میں ہی ان کی شفاعت کرنے والا ہوں گا جب وہ روک دیے جائیں گے، اور میں ہی انہیں خوش خبری دینے والا ہوں جب وہ مایوس ہو جائیں گے۔ بزرگی اور جنت کی چابیاں اُس روز میرے ہاتھ میں ہوں گی۔ میں اپنے رب کے ہاں اولادِ آدم میں سب سے زیادہ مکرم ہوں میرے اردگرد اُس روز ہزار خادم پھریں گے گویا وہ (گردوغبار سے محفوظ) سفید (خوبصورت) انڈے (یعنی پوشیدہ حسن) ہیں یا کھمرے ہوئے موتی ہیں۔“

اس حدیث مبارکہ میں روزِ قیامت آپ ﷺ کو عطا ہونے والے مراتب و درجات کا ذکر ہے اور یہ بھی موضوعاتِ میلاد میں سے ہیں۔

۲۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

أنا سيّد ولد آدم يوم القيامة ولا فخر، وبيدي لواء الحمد ولا فخر، وما من نبيّ يومئذ آدم فمن سواه إلا تحت لوائي، وأنا أوّل من تشقّق عنه الأرض ولا فخر۔^(۱)

..... ۷۔ بغوی، شرح السنة، ۱۳: ۲۰۳، رقم: ۳۶۲۴

۸۔ ابن ابی حاتم رازی، تفسیر القرآن العظیم، ۱۰: ۳۲۱۲، رقم: ۱۸۱۸۹

۹۔ بیہقی، دلائل النبوة و معرفة أحوال صاحب الشريعة، ۵: ۴۸۴

۱۰۔ أبونعیم، دلائل النبوة، ۱: ۶۴، ۶۵، رقم: ۲۴

۱۱۔ بغوی، معالم التنزیل، ۳: ۱۳۱

۱۲۔ سیوطی، الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور، ۸: ۳۷۶

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب فی فضل النبی ﷺ،

۵: ۵۸۷، رقم: ۳۶۱۵

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الفضائل، باب تفضیل نبینا علی جمیع

”روزِ قیامت میں تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں گا اور مجھے اس پر کوئی فخر نہیں۔ اور اُس روز لواءِ حمد (حمدِ الہی کا جھنڈا) میرے ہاتھ میں ہوگا اور مجھے اس پر کوئی فخر نہیں۔ اور اُس روز آدم سمیت تمام نبی میرے جھنڈے تلے ہوں گے، اور میں سب سے پہلا شخص ہوں گا جس کے (باہر نکلنے کے) لیے زمین کا سینہ کھولا جائے گا اور اس (اولیت) پر مجھے فخر نہیں۔“

۳۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

أنا أوّل من تنشقّ عنه الأرض، فأكسى الحلة من حُلل الجنة، ثم أقوم عن يمين العرش ليس أحد من الخلائق يقوم ذلك المقام غيري۔^(۱)

”روزِ قیامت) میں سب سے پہلا شخص ہوں گا جس کے (باہر نکلنے کے) لیے زمین کا سینہ کھولا جائے گا، مجھے جنت کی پوشاکوں میں سے ایک پوشاک پہنائی جائے گی، پھر میں عرشِ الہی کے دائیں جانب اُس مقام پر کھڑا ہوں گا جہاں میرے علاوہ مخلوقات میں سے کوئی ایک (فرد) بھی کھڑا نہیں ہوگا۔“

ہم ان احادیث کو بہ طور حوالہ اس لیے لا رہے ہیں تاکہ یہ امر واضح ہو جائے

..... الخلائق، ۴: ۱۷۸۲، رقم: ۲۲۷۸

۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۴: ۳۹۸، رقم: ۶۴۷۸

۴۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۲۸۱

۵۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲

۶۔ أبو یعلیٰ، المسند، ۱۳: ۴۸۰، رقم: ۷۴۹۳

۷۔ مقدسی، الأحادیث المختارة، ۹: ۴۵۵، رقم: ۴۲۸

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحيح، کتاب المناقب، باب فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم،

۵: ۵۸۵، رقم: ۳۶۱۱

۲۔ ابن کثیر، البداية والنهاية، ۱۰: ۲۶۳

کہ ان میں کسی قسم کے احکام شریعت یا حلال و حرام اور تبلیغ و دعوت یا سیرت وغیرہ کے کوئی پہلو بیان ہوئے ہیں نہ آپ ﷺ کے خلقِ عظیم کا کوئی ذکر ہوا ہے بلکہ ان میں تو اتر کے ساتھ جو چیزیں بیان ہوئی ہیں وہ حضور ﷺ کے فضائل و خصائص اور اولاد آدم ﷺ میں آپ ﷺ کے مقام و مرتبہ، بے مثال عظمت و رفعت اور روحانی مدارج کا ذکر ہے۔ کتب احادیث میں فضائل و مناقب کے ذیل میں صرف یہی خاص مضمون بیان ہوئے ہیں اور اصلاً یہ میلاد شریف کے مضامین ہیں۔

۵۔ ذکرِ ولادت اور روحانی آثار و علامت کا تذکرہ

محفل میلاد کا پانچواں پہلو آپ ﷺ کی ولادت کے تذکار اور بہ وقت ولادت رونما ہونے والی روحانی علامات و آثار کے بیان پر مشتمل ہے۔ محافل میلاد میں ہم خصوصیت کے ساتھ آقائے دو جہاں ﷺ کی ولادت باسعادت اور ان خارق العادت روحانی آثار و علامت کا تذکرہ کرتے ہیں جو ان ساعتوں یا عہد نبوی ﷺ میں ظہور پذیر ہوئے تھے۔ پھر آپ ﷺ کے عہد شباب اور عمر مبارک کے چالیس سال کو پہنچنے پر پیغمبرانہ منصب پر فائز ہونے کے واقعات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ تذکار میلاد میں ان فوق العادۃ روحانی واقعات اور آثار و علامات کے حوالے سے گفتگو ہوتی ہے۔ ان محیر العقول واقعات کو بیان کیا جاتا ہے جو ظہورِ قدسی کے وقت شہر مکہ اور دنیا کے دوسرے حصوں میں پیش آئے، جن کا تعلق بالواسطہ یا بلاواسطہ ولادتِ مصطفیٰ ﷺ سے ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان بشارتوں اور پیشین گوئیوں کا ذکر کیا جاتا ہے جو حضور خاتم النبیین ﷺ کی اس دنیا میں تشریف آوری سے متعلق سابقہ الہامی کتب میں مذکور ہیں۔ سیدنا آدم ﷺ سے لے کر سیدنا عیسیٰ ﷺ تک نسل در نسل اور گروہ در گروہ تمام انبیاء علیہم السلام آپ ﷺ کی آمد کے تذکرے کرتے رہے یہاں تک کہ یہ سلسلہ آپ ﷺ کی ولادت مبارکہ کی صورت میں انجام پذیر ہوا۔ یہ سب بشارتیں جو کتب سابقہ اور صحائف آسمانی میں آپ ﷺ کے بارے میں مرقوم تھیں، میلاد کا موضوع بنتی ہیں۔ اسی طرح حضور ﷺ کا

حسب و نسب اور حضرت آدم عليه السلام سے آگے جن پاک پشتوں میں آپ ﷺ کا نور منتقل ہوتا ہوا پہلوئے سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا میں دُرِ یتیم کی صورت میں ظاہر ہوا اور وہ نوعِ انسانی کے لیے اللہ کے فضل اور نعمت کے طور پر جلوہ گر ہوا، میلاد کا نفسِ مضمون ہیں جن کا ذکر مولد یا میلاد کے موضوع میں ڈھل جاتا ہے۔

الغرض آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کے احوال اور رشکِ زمانہ سیدہ آمنہ اور سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہما کی آغوشِ عاطفت میں آپ ﷺ کے عہدِ طفلی کے حالات و واقعات کا تذکرہ ان پاکیزہ محافل و مجالس میں قلب و روح کے تار ہلا دیتا ہے۔ آپ ﷺ کے معجزات و کمالات بیان کیے جاتے ہیں تو وجد و مستی کے ایسے مظاہر دیکھنے میں آتے ہیں جنہیں صرف محسوس کیا جاسکتا ہے، انہیں بیان کرنے کی سکت کسی قلم اور زبان میں نہیں۔

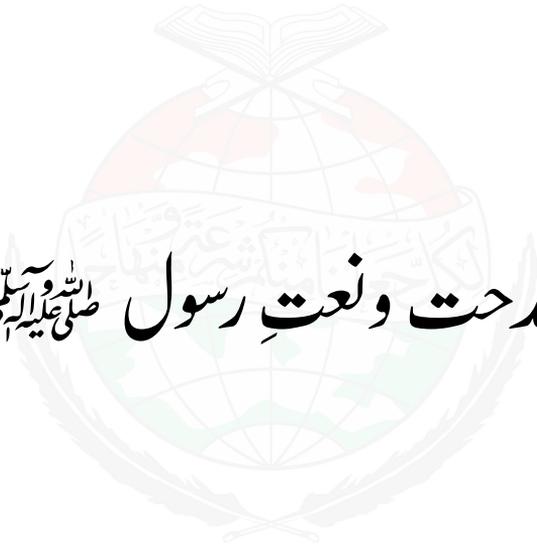
میلاد النبی ﷺ ایمان کو جلا بخشنے کا ایک انتہائی موثر و مجرب ذریعہ ہے۔ اس سے وہ قوت پیدا ہوتی ہے جسے علامہ اقبالؒ قوتِ عشق کا نام دیتے ہیں اور جس کی بدولت اسمِ محمد ﷺ کی ضیاء پاشیوں سے شبستانِ دہر میں اُجالا کیا جاسکتا ہے۔ یہی جشنِ میلاد منانے کا مدعا و مقصود ہے۔ بقول اقبالؒ:

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے

دہر میں اسمِ محمد ﷺ سے اُجالا کر دے^(۱)

باب سوّم

مدحت و نعتِ رسول ﷺ



محافلِ میلادِ النبی ﷺ کا ایک اہم ترین عنصر حضور ﷺ کی مدح سرائی اور نعت خوانی ہے۔ اہل اسلام محافلِ نعت منعقد کر کے اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کے ساتھ اپنی بے پناہ محبت اور جذباتی وابستگی کا اظہار کرتے ہیں۔ نعتِ مصطفیٰ ﷺ کوئی نیا عمل نہیں بلکہ قرآن و سنت سے ثابت ہے۔ ذیل میں اس ضمن میں چند حوالہ جات نقل کیے جاتے ہیں:

۱۔ قرآن میں نعتِ مصطفیٰ ﷺ

اللہ رب العزت نے قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کا ذکر جمیل پیرایہ نعت میں کیا ہے۔ خالق کائنات اپنے حبیب ﷺ سے جب بھی روئے خطاب ہوا تو نام لینے کی بجائے کبھی یٰٰٓأَيُّهَا الْمُرَّمَّلُ کہا اور کبھی یٰٰٓأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ اور کبھی یسین کے لقب سے پکارا۔ اسی طرح کلامِ مجید میں کہیں وَالصُّحْحٰی کہہ کر آپ ﷺ کے رُخِ اَنُورِ کی قسم کھائی اور کہیں وَاللَّیْلِ کہہ کر آپ ﷺ کی شبِ تاریک کی مانند سیاہ زلفوں کی قسم کھائی۔ ہمہ قرآنِ ذر نشانِ محمد ﷺ کے مصداق پورا قرآن حکیم حضور ﷺ کی مدح اور نعت ہی تو ہے۔ اس کے پیرایہ اظہار میں نعت ہی کا رنگ صاف جھلکتا دکھائی دیتا ہے۔ بہ طور حوالہ چند آیات درج ذیل ہیں:

۱۔ آپ ﷺ کے شرح صدر، رفعِ بارِ غم اور رفعتِ ذکر کو قرآن حکیم میں یوں بیان کیا گیا ہے:

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝ وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ ۝ اَلَّذِي

أَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝^(۱)

”کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ (انوارِ علم و حکمت اور معرفت کے لیے) کشادہ نہیں فرما دیا ۝ اور ہم نے آپ کا (غمِ اُمت کا وہ) بار آپ سے اتار دیا ۝ جو آپ کی پشت (مبارک) پر گراں ہو رہا تھا ۝ اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر (اپنے ذکر کے ساتھ ملا کر دنیا و آخرت میں ہر جگہ) بلند فرما دیا“

۲۔ اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے ہمہ وقت آپ ﷺ پر درود بھیج رہے ہیں۔ ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ
وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝^(۲)

”بے شک اللہ اور اُس کے (سب) فرشتے نبی (مکرم ﷺ) پر درود بھیجتے رہتے ہیں، اے ایمان والو! تم (بھی) اُن پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو“

۳۔ آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے بارے میں فرمایا:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا
أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا
اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا ۝^(۳)

”اور ہم نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اُس کی اطاعت

(۱) الإنشراح، ۹۴: ۱-۴

(۲) الأحزاب، ۳۳: ۵۶

(۳) النساء، ۴: ۶۴

کی جائے، اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (ﷺ) بھی اُن کے لیے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اس وسیلہ اور شفاعت کی بناء پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے۔“

۴۔ آپ ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا:

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ تَوَلَّىٰ فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا ۝ (۱)

”جس نے رسول (ﷺ) کا حکم مانا بے شک اُس نے اللہ (ہی) کا حکم مانا، اور جس نے رُوگردانی کی تو ہم نے آپ کو اُن پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔“

۵۔ تورات و انجیل میں آپ ﷺ کے تذکرہ اوصاف کے ضمن میں فرمایا:

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۗ فَاَلَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ ۗ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ (۲)

”(یہ وہ لوگ ہیں) جو اس رسول (ﷺ) کی پیروی کرتے ہیں جو اُمی (لقب) نبی ہیں (یعنی دنیا میں کسی شخص سے پڑھے بغیر من جانب اللہ لوگوں کو اخبارِ غیب اور معاش و معاد کے علوم و معارف بتاتے ہیں) جن (کے اوصاف و کمالات) کو وہ لوگ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، جو

(۱) النساء، ۴: ۸۰

(۲) الأعراف، ۷: ۱۵۷

اُنہیں اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے منع فرماتے ہیں اور ان کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور ان پر پلید چیزوں کو حرام کرتے ہیں اور اُن سے اُن کے بارگراں اور طوق (قیود) جو اُن پر (نافرمانیوں کے باعث مسلط) تھے ساقط فرماتے (اور اُنہیں نعمتِ آزادی سے بہرہ یاب کرتے) ہیں۔ پس جو لوگ اس (برگزیدہ رسول) پر ایمان لائیں گے اور ان کی تعظیم و توقیر کریں گے اور ان (کے دین) کی مدد و نصرت کریں گے اور اُس نورِ (قرآن) کی پیروی کریں گے جو ان کے ساتھ اتارا گیا ہے وہی لوگ ہی فلاح پانے والے ہیں ۰“

۶۔ آپ ﷺ کی رسالتِ عامہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ - (۱)

”آپ فرمادیں: اے لوگو! میں تم سب کی طرف اُس اللہ کا رسول (بن کر آیا) ہوں جس کے لیے تمام آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے۔“

۷۔ معرکہ بدر میں کفار پر آپ ﷺ کے کنکریاں پھینکنے کے عمل کو اپنی طرف منسوب کرتے ہوئے فرمایا:

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَى - (۲)

”اور (اے حبیبِ محتشم!) جب آپ نے (ان پر سنگ ریزے) مارے تھے (وہ) آپ نے نہیں مارے تھے بلکہ (وہ تو) اللہ نے مارے تھے۔“

۸۔ آپ ﷺ کے اپنی اُمت پر رؤوف و رحیم ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

(۱) الأعراف، ۷: ۱۵۸

(۲) الانفال، ۸: ۱۷

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ
بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۝ (۱)

”بے شک تمہارے پاس تم میں سے (ایک با عظمت) رسول (ﷺ) تشریف لائے۔ تمہارا تکلیف و مشقت میں پڑنا ان پر سخت گراں (گزرتا) ہے۔ (اے لوگو!) وہ تمہارے لیے (بھلائی اور ہدایت کے) بڑے طالب و آرزو مند رہتے ہیں (اور) مومنوں کے لیے نہایت (بہی) شفیق، بے حد رحم فرمانے والے ہیں ۝“

۹۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی عمر مبارک کی یوں قسم کھاتا ہے:

لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ ۝ (۲)

”(اے حبیبِ مکرّم!) آپ کی عمر مبارک کی قسم! بے شک یہ لوگ (بھی قومِ لوط کی طرح) اپنی بدستی میں سرگرداں پھر رہے ہیں ۝“

۱۰۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب ﷺ کا مشقت میں پڑنا گراں گزرا تو فرمایا:

ظَهَرَ ۝ مَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَى ۝ (۳)

”ظہر! (اے محبوبِ مکرّم!) ہم نے آپ پر قرآن (اس لیے) نازل نہیں فرمایا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں ۝“

۱۱۔ آپ ﷺ کی شانِ رحمۃً للعالمین کو درج ذیل آیت میں بیان فرمایا:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ۝ (۴)

(۱) التوبہ، ۹: ۱۲۸

(۲) الحجج، ۱۵: ۷۲

(۳) ظہر، ۲۰: ۱، ۲

(۴) الأنبياء، ۲۱: ۱۰۷

”اور (اے رسولِ محتشم!) ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر“

۱۲۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ کے آداب سکھاتے ہوئے فرمایا:

لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ يَتَسَلَّلُونَ مِنْكُمْ لِوَاذَاعٍ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ^(۱)

”(اے مسلمانو!) تم رسول (ﷺ) کے بلانے کو آپس میں ایک دوسرے کو بلانے کی مثل قرار نہ دو (جب رسولِ اکرم ﷺ کو بلانا تمہارے باہمی بلاوے کی مثل نہیں تو خود رسول ﷺ کی ذات گرامی تمہاری مثل کیسے ہو سکتی ہے)، بے شک اللہ ایسے لوگوں کو (خوب) جانتا ہے جو تم میں سے ایک دوسرے کی آڑ میں (دربارِ رسالت ﷺ سے) چپکے سے کھسک جاتے ہیں، پس وہ لوگ ڈریں جو رسول (ﷺ) کے امر (ادب) کی خلاف ورزی کر رہے ہیں کہ (دنیا میں ہی) انہیں کوئی آفت آپہنچے گی یا (آخرت میں) ان پر دردناک عذاب آن پڑے گا“

۱۳۔ آپ ﷺ کو تمام ایمان والوں کی جانوں سے زیادہ قریب قرار دیتے ہوئے فرمایا:

النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ۔^(۲)

”یہ نبی (مکرم ﷺ) مومنوں کے ساتھ ان کی جانوں سے زیادہ قریب اور حق دار ہیں اور آپ (ﷺ) کی ازواج (مطہرات) ان کی مائیں ہیں۔“

(۱) النور، ۲۴: ۲۳

(۲) الأحزاب، ۶: ۳۳

۱۴۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو شاہد، مبشر، نذیر، داعی اور سراج منیر بنا کر بھیجا۔
ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝ وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ
بِأَذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا ۝^(۱)

”اے نبی (مکرم!) بے شک ہم نے آپ کو (حق اور خلق کا) مشاہدہ کرنے والا اور (حسنِ آخرت کی) خوش خبری دینے والا اور (عذابِ آخرت کا) ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے ۝ اور اُس کے اذن سے اللہ کی طرف دعوت دینے والا اور مؤثر کرنے والا آفتاب (بنا کر بھیجا ہے) ۝“

۱۵۔ آپ ﷺ کی ان بے مثال شانوں کو ایک دوسرے مقام پر یوں بیان فرمایا:

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝ لَتَتُومِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ
وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ ۝ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝^(۲)

”بے شک ہم نے آپ کو (روزِ قیامت گواہی دینے کے لیے اعمال و احوال اُمت کا) مشاہدہ فرمانے والا اور خوش خبری سنانے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے ۝ تاکہ (اے لوگو!) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور ان (کے دین) کی مدد کرو اور ان کی بے حد تعظیم و تکریم کرو، اور (ساتھ) اللہ کی صبح و شام تسبیح کرو ۝“

۱۶۔ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی شان بہ طریقِ نعت یوں بیان فرمائی:

يَسَّ ۝ وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ ۝ إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝^(۳)

(۱) الأحزاب، ۳۳: ۴۵، ۴۶

(۲) الفتح، ۴۸: ۸، ۹

(۳) یسین، ۳۶: ۱-۳

”یاسین (حقیقی معنی اللہ اور رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں) ○ حکمت سے معمور قرآن کی قسم ○ بے شک آپ ضرور رسولوں میں سے ہیں ○“

۱۷۔ آپ ﷺ کی بیعت کو اپنی بیعت قرار دیتے ہوئے فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ فَمَنْ نَكَتْ فَإِنَّمَا يَنْكُتْ عَلَى نَفْسِهِ وَمَنْ أَوْفَى بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهِ اللَّهُ فَمَسِيئَتِهِ أَجْرًا عَظِيمًا ○^(۱)

”اے (حبیب!) بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں، ان کے ہاتھوں پر (آپ کے ہاتھ کی صورت میں) اللہ کا ہاتھ ہے، پھر جس شخص نے بیعت کو توڑا تو اس کے توڑنے کا وبال اس کی اپنی جان پر ہوگا اور جس نے (اس) بات کو پورا کیا جس (کے پورا کرنے) پر اُس نے اللہ سے عہد کیا تھا تو وہ عن قریب اسے بہت بڑا اجر عطا فرمائے گا“

۱۸۔ آپ ﷺ کی آواز سے اونچی آواز کرنے اور آپ ﷺ کو دوسروں کی مثل پکارنے پر اعمال کے ضائع ہو جانے کی وعید سناتے ہوئے فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ○^(۲)

”اے ایمان والو! تم اپنی آوازوں کو نبی مکرّم (ﷺ) کی آواز سے بلند مت کیا کرو اور اُن کے ساتھ اس طرح بلند آواز سے بات (بھی) نہ کیا کرو جیسے تم ایک دوسرے سے بلند آواز کے ساتھ کرتے ہو (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے

(۱) الفتح، ۴۸: ۱۰

(۲) الحجرات، ۴۹: ۲

سارے اعمال ہی (ایمان سمیت) غارت ہو جائیں اور تمہیں (ایمان اور اعمال کے برباد ہو جانے کا) شعور تک بھی نہ ہو۔“

۱۹۔ آپ ﷺ کی آواز سے پست آواز رکھنے کو تقویٰ کا معیار قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ يُعْضُونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِتَتَّقُوا ۗ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ۝ (۱)

”بے شک جو لوگ رسول ﷺ کی بارگاہ میں (ادب و نیاز کے باعث) اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لیے چُن کر خالص کر لیا ہے، ان ہی کے لیے بخشش ہے اور اجرِ عظیم ہے۔“

۲۰۔ آپ ﷺ کا واقعہ معراج بیان کرتے ہوئے فرمایا:

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَرَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنَ الْإِيْتِنَا ۗ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۝ (۲)

”وہ ذات (ہر نقص اور کمزوری سے) پاک ہے جو رات کے تھوڑے سے حصہ میں اپنے (محبوب اور مقرب) بندے کو مسجدِ حرام سے (اس) مسجدِ اقصیٰ تک لے گئی جس کے گرد و نواح کو ہم نے بابرکت بنا دیا ہے تاکہ ہم اس (بندۂ کامل) کو اپنی نشانیاں دکھائیں، بے شک وہی خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے۔“

۲۱۔ سورة النجم میں آپ ﷺ کے واقعہ معراج کو تفصیلاً نہایت ہی حسین پیرایہ

(۱) الحجرات، ۴۹: ۳

(۲) بنی اسرائیل، ۱۷: ۱

میں بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ ۝ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ ۝ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ
الْهَوَىٰ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۝ عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ ۝ ذُو مِرَّةٍ
فَأَسْتَوَىٰ ۝ وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلَىٰ ۝ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّىٰ ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ
أَوْ أَدْنَىٰ ۝ فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ ۝ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ ۝
أَفَتُمَارُونَهُ عَلَىٰ مَا يَرَىٰ ۝ وَلَقَدْ رَأَاهُ نَزْلَةً أُخْرَىٰ ۝ عِنْدَ سِدْرَةِ
الْمُنْتَهَىٰ ۝ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَأْوَىٰ ۝ إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشَىٰ ۝
مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ ۝ لَقَدْ رَأَىٰ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَىٰ ۝^(۱)

”قسم ہے روشن ستارے (محمد ﷺ) کی جب وہ (چشمِ زدن میں شبِ معراج
اوپر جا کر) نیچے اترے ۝ تمہیں (اپنی) صحبت سے نوازنے والے (یعنی تمہیں
اپنے فیضِ صحبت سے صحابی بنانے والے رسول ﷺ) نہ (کبھی) راہ بھولے اور
نہ (کبھی) راہ سے بھٹکے ۝ اور وہ (اپنی) خواہش سے کلام نہیں کرتے ۝ اُن کا
ارشاد سراسر وحی ہوتی ہے جو انہیں کی جاتی ہے ۝ ان کو بڑی قوتوں والے
(رب) نے (براہِ راست) علم (کامل) سے نوازا ۝ جو حسنِ مُطلق ہے، پھر اُس
(جلوہِ حُسن) نے (اپنے) ظہور کا ارادہ فرمایا ۝ اور وہ (محمد ﷺ) شبِ معراج
عالمِ مکاں کے) سب سے اونچے کنارے پر تھے (یعنی عالمِ خلق کی انتہاء پر
تھے) ۝ پھر وہ (ربِّ العزت اپنے حبیبِ محمد ﷺ سے) قریب ہوا پھر اور
زیادہ قریب ہو گیا ۝ پھر (جلوہِ حق اور حبیبِ مکرم ﷺ میں صرف) دو
کمانوں کی مقدار فاصلہ رہ گیا یا (انتہائے قرب میں) اس سے بھی کم
(ہو گیا) ۝ پس (اُس خاص مقامِ قُرب و وصال پر) اُس (اللہ) نے اپنے عبد
(محبوب) کی طرف وحی فرمائی جو (بھی) وحی فرمائی ۝ (اُن کے) دل نے اُس

کے خلاف نہیں جانا جو (اُن کی) آنکھوں نے دیکھا ۰ کیا تم ان سے اس پر جھگڑتے ہو کہ جو انہوں نے دیکھا ۰ اور بے شک انہوں نے تو اُس (جلوۂ حق) کو دوسری مرتبہ (پھر) دیکھا (اور تم ایک بار دیکھنے پر ہی جھگڑ رہے ہو) ۰

سِدْرۃ الْمُنْتَهٰی کے قریب ۰ اسی کے پاس جنت المآویٰ ہے ۰ جب نورِ حق کی تجلیات سِدْرۃ الْمُنْتَهٰی (کو بھی) ڈھانپ رہی تھیں جو کہ (اس پر) سایہ لگن تھیں ۰ اور اُن کی آنکھ نہ کسی اور طرف مائل ہوئی اور نہ حد سے بڑھی (جس کو تکنا تھا اسی پر جمی رہی) ۰ بے شک انہوں نے (معراج کی شب) اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھیں ۰“

۲۲- آپ ﷺ کے خلقِ عظیم کو یوں بیان فرمایا:

وَ اِنَّكَ لَعَلٰی خُلِقْتَ عَظِيْمًا ۰^(۱)

”اور بے شک آپ عظیم الشان خلق پر قائم ہیں (یعنی آدابِ قرآنی سے مزین اور اخلاقِ الہیہ سے متصف ہیں) ۰“

۲۳- آپ ﷺ کے شہر کی قسم کھاتے ہوئے فرمایا:

لَا اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۰ وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۰ وَوَالِدٍ وَّمَا وَّلَدَ ۰^(۲)

”میں اس شہر (مکہ) کی قسم کھاتا ہوں ۰ (اے حبیبِ مکرم!) اس لیے کہ آپ اس شہر میں تشریف فرما ہیں ۰ (اے حبیبِ مکرم! آپ کے) والد (آدم یا ابراہیم علیہما السلام) کی قسم اور (اُن کی) قسم جن کی ولادت ہوئی ۰“

۲۴- آپ ﷺ کے چہرہ انور اور گیسوئے عمیریں کی قسموں اور چند دیگر خصائل کا تذکرہ یوں فرمایا:

(۱) القلم، ۶۸: ۴

(۲) البلد، ۹۰: ۱-۳

وَالضُّحَىٰ ۝ وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَىٰ ۝ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَىٰ ۝
 وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ ۝ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ
 فَتَرْضَىٰ ۝ أَلَمْ يَجِدَكَ يَتِيمًا فَآوَىٰ ۝ وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ ۝
 وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ ۝ فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝ وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا
 تَنْهَرْ ۝ وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝^(۱)

” (اے حبیبِ مکرم!) قسم ہے چاشت (کی طرح آپ کے چہرہ انور) کی
 (جس کی تابانی نے تاریک روحوں کو روشن کر دیا) اور (اے حبیبِ مکرم!) قسم
 ہے سیاہ رات کی (طرح آپ کی زلفِ عنبریں کی) جب وہ (آپ کے رخ
 زیبایا شانوں پر) چھا جائے اور آپ کے رب نے (جب سے آپ کو منتخب فرمایا
 ہے) آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ ہی (جب سے آپ کو محبوب بنایا ہے) ناراض
 ہوا ہے اور بے شک (ہر) بعد کی گھڑی آپ کے لیے پہلی سے بہتر (یعنی
 باعثِ عظمت و رفعت) ہے اور آپ کا رب عنِ قریب آپ کو (اتنا کچھ)
 عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے (اے حبیب!) کیا اس نے آپ
 کو یتیم نہیں پایا پھر اس نے (آپ کو معزز و مکرم) ٹھکانا دیا اور اس نے آپ
 کو اپنی محبت میں خود رفتہ و گم پایا تو اس نے مقصود تک پہنچا دیا اور اس نے
 آپ کو (وصالِ حق کا) حاجت مند پایا تو اس نے (اپنی دید کی لذت سے نواز
 کر ہمیشہ کے لیے ہر طلب سے) بے نیاز کر دیا سو آپ بھی کسی یتیم پر سختی نہ
 فرمائیں اور (اپنے در کے) کسی ممکنے کو نہ جھڑکیں اور اپنے رب کی نعمتوں
 کا (خوب) تذکرہ کریں“

۲۵۔ آپ ﷺ کو خیرِ کثیر عطا کیے جانے کا ذکر یوں فرمایا:

إِنَّا أَعْطَيْنَكَ الْكُوثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَأَنْحَرْ ۝ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ
الْأَبْتَرُ ۝ (۱)

”بے شک ہم نے آپ کو (ہر خیر و فضیلت میں) بے انتہا کثرت بخشی ہے ○
پس آپ اپنے رب کے لیے نماز پڑھا کریں اور قربانی دیا کریں (یہ ہدیہ تشکر
ہے) ○ بے شک آپ کا دشمن ہی بے نسل اور بے نام و نشان ہوگا ○“

قرآن حکیم کی مذکورہ بالا آیات سے حضور نبی اکرم ﷺ کے شرف و فضیلت
اور رفعت و عظمت کا پہلو اُجاگر ہو رہا ہے جب کہ نعت کا موضوع بھی یہی قرار پاتا ہے۔
اگر کوئی اعتراض کرے کہ حضور ﷺ کی نعت پڑھنا اور سننا (معاذ اللہ) ناجائز ہے تو یہ
مندرجہ بالا آیات میں بیان کیے گئے مضمون کے انکار کے مترادف ہوگا۔

۲۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے خود اپنی نعت سنی

حضور نبی اکرم ﷺ خود محفل نعت منعقد فرماتے اور حضرت حسان بن ثابت
ؓ کو فرماتے کہ وہ آپ ﷺ کی مدح میں لکھے ہوئے قصائد پڑھ کر سنائیں۔ ان کے
علاوہ بعض دیگر صحابہ کرام ؓ کو بھی حضور ﷺ کی مدح سرائی کا شرف حاصل ہوا۔ اس
ضمن میں وارد چند روایات درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت حسان بن ثابت ؓ سے نعت سننا

۱۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

كان رسول الله ﷺ يضع لحسان منبراً في المسجد يقوم عليه
قائماً يفاخر عن رسول الله ﷺ أو قالت: ينافح عن رسول
الله ﷺ۔

”حضور نبی اکرم ﷺ حضرت حسان ؓ کے لیے مسجد نبوی میں منبر رکھواتے، وہ اس پر کھڑے ہو کر رسول اللہ ﷺ کے متعلق (کفار و مشرکین کے مقابلہ میں) فخریہ شعر پڑھتے یا فرمایا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا دفاع کرتے۔“

حدیث شریف میں وارد لفظ ”سَنَانٌ“ اس امر کی خبر دیتا ہے کہ یہ واقعہ بار بار ہوا اور یہ آپ ﷺ کا معمول تھا۔ آپ ﷺ ہمیشہ حضرت حسان بن ثابت ؓ کو مسجد نبوی میں منبر پر بلاتے اور وہ حضور ﷺ کی شان میں نعت پڑھتے اور کفار کی جھوٹ لکھا ہوا کلام سناتے۔ اس سے آپ ﷺ کی عظمت و شوکت اور علو مرتبت کا پتہ چلتا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا آگے بیان کرتی ہیں کہ حضرت حسان آپ ﷺ کی نعت پڑھتے تو آپ ﷺ خوش ہو کر فرماتے:

إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يُؤَيِّدُ حَسَانَ بَرُوحِ الْقُدْسِ مَا يَفَاخِرُ أَوْ يَنَافِحُ عَنِ رَسُولِ اللَّهِ۔^(۱)

”بے شک اللہ تعالیٰ روح القدس کے ذریعے حسان کی مدد فرماتا ہے جب تک وہ اللہ کے رسول کے متعلق فخریہ اشعار بیان کرتا ہے یا (اشعار کی صورت میں) ان کا دفاع کرتا ہے۔“

۲۔ اُمُّ الْمُؤْمِنِينَ سَيِّدَةُ عَائِشَةُ صَدِيقَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا وَايْتُ كَرْتِي هِيَ كَمَا أَنَّهُمْ نَزَعُوا حَضْرَةَ نَبِيِّ الْأَكْرَمِ ﷺ كَوْحَضْرَةَ حَسَانَ ؓ سَعَةَ فَرَمَاتِي هُوَ سَنَا:

إِنَّ رُوحَ الْقُدْسِ لَا يَزَالُ يُؤَيِّدُكَ مَا نَافَحْتَ عَنِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ.....

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب الأدب، باب فی إنشاد الشعر، ۵:

۱۳۸، رقم: ۲۸۴۶

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶: ۷۲، رقم: ۲۴۴۸۱

۳۔ حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ۳: ۵۵۴، رقم: ۶۰۵۸

۴۔ ابو یعلیٰ، المسند، ۸: ۱۸۹، رقم: ۴۷۴۶

ہجہام حسان فشفی و اشفی۔

”بے شک روح القدس (جبرئیل امین) تمہاری مدد میں رہتے ہیں جب تک تم اللہ اور اُس کے رسول کا دفاع کرتے ہو۔..... حسان نے کافروں کی ہجو کی، (مسلمانوں کو) تشفی دی اور خود بھی تشفی پائی۔“

اور سیدنا حسان رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار پڑھے:

ہجوت	محمداً	فأجبت	عنه
وعند	الله	في	الجزاء
ہجوت	محمداً	براً	تقيا
رسول	الله	شيمته	الوفاء
فإن	أبي	ووالده	وعرضي
لِعِرْضِ	محمد	منكم	وَقَاءِ ^(۱)

(تو نے محمد ﷺ کی شان میں گستاخی کی تو میں اس کا جواب دیتا ہوں اور اس (جواب) پر اللہ کے پاس جزا ہے۔ تو نے اس محمد ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے جو کہ نیک، پرہیزگار، اللہ کے رسول ہیں، وفا جن کی خصلت ہے۔ پس بے شک میرے والد، اور ان کے والد (یعنی میرے دادا) اور میری عزت و آبرو تمہارے مقابلے میں عزت و ناموس محمد ﷺ کے دفاع کا ذریعہ ہے۔)

(۱) ۱- مسلم، الصحيح، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل حسان بن

ثابت، ۴: ۱۹۳۶، رقم: ۲۴۹۰

۲- بیہقی، السنن الکبری، ۱۰: ۲۳۸

۳- طبرانی، المعجم الکبیر، ۴: ۳۸، رقم: ۳۵۸۲

۴- حسان بن ثابت، دیوان: ۲۰، ۲۱

۳۔ واقعہ اِفک میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ بھی منافقین کے پراپیگنڈے کی وجہ سے غلط فہمی کا شکار ہو گئے لیکن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ثناء خوانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ کر انہیں معاف کر دیا اور فرمایا: حسان تو وہ ہے کہ جس نے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ نعت پڑھی ہے:

فَإِنْ أَبِي وَالِدَهُ وَعَرْضِي
لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِنْكُمْ وَقَاءُ^(۱)

”پس بے شک میرے والد، اور ان کے والد (یعنی میرے دادا) اور میری عزت و آبرو (اے کفار!) تمہارے مقابلے میں عزت و ناموسِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع کا ذریعہ ہیں۔“

۴۔ حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:
یا حسان! أجب عن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم، اللهم أيد بروح القدس۔
”اے حسان! اللہ کے رسول کی طرف سے دفاع کرتے ہوئے (کفار کو) جواب دو، اے اللہ! اس کی روح الامین کے ذریعے مدد فرما۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ہاں، میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب المغازی، باب حدیث الإفک، ۴: ۱۵۱۸،

رقم: ۳۹۱۰

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب التوبہ، باب فی حدیث الإفک وقبول توبہ

القاظف، ۴: ۲۱۳۷، رقم: ۲۷۷۰

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶: ۱۹۷

۴۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵: ۲۹۶، رقم: ۸۹۳۱

۵۔ أبویعلیٰ، المسند، ۸: ۳۴۱، رقم: ۴۹۳۳

۴۔ حسان بن ثابت، دیوان: ۲۱

ہوئے سنا ہے۔^(۱)

۵۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

اھجھم (أو قال:) ھاھجھم وجبریل معک۔^(۲)

۱ (۱)۔ بخاری، الصحيح، کتاب الأدب، باب هجاء المشركين، ۵: ۲۲۷۹، رقم: ۵۸۰۰

۲۔ بخاری، الصحيح، کتاب الصلاة، باب الشعر فی المسجد، ۱: ۱۷۳، رقم: ۳۳۲

۳۔ مسلم، الصحيح، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل حسان بن ثابت، ۴: ۱۹۳۳، رقم: ۲۳۸۵

۴۔ نسائی، السنن الكبرى، ۶: ۵۱، رقم: ۱۰۰۰۰

۵۔ أبویعلی، المسند، ۱۰: ۴۱۱، رقم: ۶۰۱۷

۶۔ بیہقی، السنن الكبرى، ۱۰: ۲۳۷

۷۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۱: ۲۰۸، رقم: ۶۶۸

۱ (۲)۔ بخاری، الصحيح، کتاب الأدب، باب هجاء المشركين، ۵: ۲۲۷۹، رقم: ۵۸۰۱

۲۔ بخاری، الصحيح، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائكة، ۳: ۱۱۷۶، رقم: ۳۰۴۱

۳۔ بخاری، الصحيح، کتاب المغازی، باب مرجع النبی من الأحزاب ومخرجه إلى بنی قریظة، ۴: ۱۵۱۲، رقم: ۳۸۹۷

۴۔ مسلم، الصحيح، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل حسان بن ثابت، ۴: ۱۹۳۳، رقم: ۲۳۸۶

۵۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۰۲

۶۔ طیالسی، المسند، ۱: ۹۹، رقم: ۷۳۰

۷۔ بیہقی، السنن الكبرى، ۱۰: ۲۳۷

۸۔ طبرانی، المعجم الكبير، ۴: ۴۱، رقم: ۳۵۸۸

”اے حسان! جو لوگ میرے گستاخ اور بے ادب ہیں تم نعت میں) اُن کی
 بجز اور گستاخانہ کلمات کا جواب دو۔ (اس کام میں) جبرائیل بھی تمہارے مددگار
 ہیں۔“

اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کتنی دیر اپنا حمدیہ اور نعتیہ کلام بارگاہِ
 رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو سناتے رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم
 کو راحت پہنچاتے رہے۔

(۲) حضرت اَسود بن سَرِیع رضی اللہ عنہ سے نعت سننا

حضرت اسود بن سریع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بارگاہِ رسالت
 مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا:

یا رسول اللہ! انی قد مدحت الله بمدحة ومدحتک بأخری.

”یا رسول اللہ! بے شک میں نے ایک قصیدہ میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی ہے
 اور دوسرے قصیدہ میں آپ کی نعت بیان کی ہے۔“

اس پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ها ت وابدأ بمدحة الله ﷻ۔^(۱)

”آؤ اور اللہ تعالیٰ کی حمد سے ابتداء کرو۔“

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمانِ اقدس سے یہ مفہوم اخذ ہو رہا ہے کہ آپ

(۱) ۱- أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۲۴، رقم: ۱۶۳۰۰

۲- ابن أبی شیبہ، المصنف، ۶: ۱۸۰

۳- طبرانی، المعجم الكبير، ۱: ۲۸۷، رقم: ۸۴۲

۴- بیہقی، شعب الإيمان، ۴: ۸۹، رقم: ۴۳۶۵

ﷺ نے حضرت اسود بن سریح ؓ کو حمد اور نعت میں سے بتقاضائے حفظ مراتب حمد الہی سے ابتداء کا حکم دیا اور اس کے بعد نعت کے اشعار بھی سنے ہوں گے۔

(۳) حضرت عبد اللہ بن رواحہ ؓ سے نعت سننا

۱۔ حضرت یثیم بن ابی سنان ؓ فرماتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ ؓ وعظ میں رسول اکرم ﷺ کا ذکر خیر کرتے ہوئے فرما رہے تھے کہ تمہارا بھائی عبد اللہ بن رواحہ بالکل لغویات نہیں کہتا۔ پھر حضرت ابو ہریرہ ؓ نے حضرت عبد اللہ بن رواحہ ؓ کے درج ذیل اشعار بیان کیے:

وفینا رسول اللہ یتلو کتابہ
 إذا انشقَّ معروف من الفجر ساطع
 أَرَانَا الهدى بعد العمى فقلوبنا
 به موقنات أن ما قال واقع
 بیست یجافی جنبہ عن فراشہ
 إذا استثقلت بالمشرکین المضاجع^(۱)

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب الجمعة، باب فضل من تعار من اللیل فصلی،

۱: ۳۸۷، رقم: ۱۱۰۴

۲۔ بخاری، الصحيح، کتاب الأدب، باب هجاء المشرکین، ۵: ۲۲۷۸،

رقم: ۵۷۹۹

۳۔ بخاری، التاريخ الكبير، ۸: ۲۱۲، رقم: ۲۷۵۴

۴۔ بخاری، التاريخ الصغير، ۲۳: رقم: ۷۱

۵۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۳۵۱

۶۔ بیہقی، السنن الكبرى، ۱۰: ۲۳۹

۷۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۳: ۴۶۵

(اور ہمارے درمیان اللہ کے رسول ہیں جو کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں، جب کہ فجر طلوع ہوتی ہے۔ انہوں نے ہمیں ہدایت کا راستہ دکھایا اس کے بعد کہ ہم جہالت کی تاریکی میں تھے، چنانچہ ہمارے دل یقین کرتے ہیں کہ جو کچھ آپ نے کہا وہ ہو کر رہے گا۔ آپ ﷺ اس حال میں رات گزارتے ہیں کہ بستر سے آپ ﷺ کا پہلو جدا ہوتا ہے، جب کہ مشرکین کے بستران کی وجہ سے بوجھل ہوتے ہیں یعنی ان کی نیندیں اڑ جاتی ہیں۔“

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ عمرہ قضاء کے موقع پر مکہ مکرمہ داخل ہوئے تو عبد اللہ بن رواحہ آپ ﷺ کے آگے آگے چلتے ہوئے بلند آواز سے کہہ رہے تھے:

خلوا	بنی	الكفار	عن	سبيله
اليوم	نضربكم	على	تنزيله	
ضرباً	يزيل	الهام	عن	مقيله
ويذهل	الخليل	عن	خليله	

”اے اولادِ کفار! آپ ﷺ کا راستہ چھوڑ دو، آج ہم تمہیں حکم قرآن کی مار ماریں گے۔ ایسی مار جو کھوپڑی کو اپنی جگہ سے دور کر دے گی، اور دوست کو دوست سے جدا کر دے گی۔“

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا:

يا ابن رواحة! بين يدي رسول الله ﷺ وفي حرم الله تقول
الشعر؟

”اے ابن رواحہ! تم حضور ﷺ کے سامنے اور اللہ کے حرم میں شعر کہہ رہے

ہو؟“

حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمرؓ کا سوال سنا تو اُن سے فرمایا:

خل عنه يا عمر! فلهي أسرع فيهم من نضح النبل-^(۱)

”اے عمر! اسے کہنے دو، یہ أشعار ان کفار (کے دلوں) پر تیر برسائے سے بھی زیادہ تیز ہیں۔“

(۴) حضرت عامر بن اکوعؓ سے مجمع عام میں نعتیہ أشعار سننا

حضرت سلمہ بن اکوعؓ بیان کرتے ہیں: ایک رات ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ خیبر کی طرف جا رہے تھے۔ قافلہ میں سے کسی شخص نے میرے بھائی عامر بن اکوع سے کہا کہ آج آپ ہمیں اپنا کوئی کلام سنائیں۔ وہ اونٹ سے اترے اور یہ شعر پڑھنے لگے:

اللّٰهُمَّ! لَوْ لَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا
وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَاغْفِرْ فِدَاءَ لَكَ مَا اتَّقَيْنَا
وَوَثِّبْتَ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقَيْنَا

”اے ہمارے پروردگار! اگر تو (اپنا محبوب ہمارے درمیان بھیج کر) ہمارے

(۱) ۱- ترمذی نے ”الجامع الصحیح (کتاب الأدب، باب ما جاء فی إنشاد الشعر، ۵: ۱۳۹، رقم: ۲۸۴۷)“ میں اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔

۲- نسائی، السنن، کتاب مناسک الحج، باب إنشاد الشعر فی الحرم، ۵: ۲۰۲، رقم: ۲۸۷۳

۳- قرطبی، الجامع لأحكام القرآن، ۱۳: ۱۵۱

شامل حال نہ ہوتا تو ہم ہرگز ہدایت پاسکتے نہ ہم صدقہ و خیرات کرتے اور نہ نماز قائم کر سکتے۔ میں تجھ پر فدا! تو ہماری خطائیں معاف فرما جب تک ہم تقویٰ اختیار کیے ہوئے ہیں اور جب دشمن سے ہمارا سامنا ہو تو ہمیں ثابت قدمی عطا فرما۔“

یہ سن کر حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

من هذا السائق؟

”یہ اونٹنی چلانے والا (اور میری نعت کہنے والا) کون ہے؟“

صحابہ کرام ؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ عامر بن اکوع ہیں۔ حضور ﷺ نے خوش ہو کر دعا دیتے ہوئے فرمایا:

یرحمہ اللہ۔^(۱)

”اللہ تعالیٰ اُس پر رحمت نازل فرمائے۔“

یہ حضور ﷺ کی سنت مبارکہ ہے کہ آپ ﷺ نعت سن کر اپنے ثناء خواں کے حق میں دعا کرتے اور انہیں اپنی توجہات اور فیوضات سے مالا مال کرتے۔

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوة خیبر، ۴: ۱۵۳۷، رقم:

۳۹۶۰

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب الأدب، باب ما یجوز من الشعر، ۵: ۲۲۷۷،

رقم: ۵۷۹۶

۳۔ مسلم، الصحیح، کتاب الجہاد، باب غزوة خیبر، ۳: ۱۴۲۸، رقم:

۱۸۰۲

۴۔ ابو عوانہ، المسند، ۴: ۳۱۴، رقم: ۶۸۳۰

۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۱۰: ۲۲۷

۶۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۷: ۳۲، رقم: ۶۲۹۴

۵۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما سے نعت سننا

حضرت خیریم بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کی غزوہ تبوک سے واپسی پر حاضر ہو کر اسلام قبول کیا تو میں نے عباس بن عبدالمطلب کو یہ کہتے ہوئے سنا: یا رسول اللہ! میں آپ کی مدح کرنا چاہتا ہوں۔ اُن کے اظہارِ خواہش پر حضور ﷺ نے فرمایا:

قل، لا یفرض اللہ فاک.

”کہیں، اللہ تعالیٰ آپ کے منہ کی مہر نہ توڑے (یعنی آپ کے دانت سلامت رہیں)۔“

پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی شانِ اقدس میں درج ذیل نعتیہ اشعار کہے:

من قبلها طبت فی الظلال وفی
مستودع حیث یخصف الورق

(جب حضرت آدم علیہ السلام (اور حضرت حوا علیہا السلام) اپنے اپنے جسموں کو (جنت میں) پتوں سے ڈھانپ رہے تھے۔ اُس وقت سے بھی بہت پہلے آپ صلی اللہ علیک والک وسلم جنت کے سایوں اور اپنی والدہ ماجدہ کے رحم میں بھی پاکیزہ تھے۔)

ثم هبطت البلاد لا بشر
أنت ولا مضغة ولا علق

(اُن کے جنت سے زمین پر اتارے جانے کے بعد) آپ صلی اللہ علیک والک وسلم بھی اُن کے ہمراہ زمین پر تشریف لے آئے جب کہ آپ صلی اللہ علیک والک وسلم نہ تو قبل ازیں بشری صورت میں تھے اور نہ ہی دانتوں سے چبائے ہوئے لوتھڑے

اور علق کی حالت میں۔)

بل نطفة ترکب السفین وقد
ألجم نسرا وأهله الغرق

(بلکہ حضرت نوح علیہ السلام کی مبارک پشت میں ایک تولیدی قطرہ کی حالت میں کشتی میں سوار تھے جب (دریا کے) غرق نے سر (بت) اور اس کی پرستش کرنے والوں کو لگام دی تھی (یعنی طوفان کے باعث منکرینِ نوح غرق ہو گئے تھے)۔)

تنقل من صالب إلى رحم
إذا مضى عالم بدا طبق

(آپ صلی اللہ علیک وآلک وسلم مقدس اصلاب سے پاکیزہ ارحام کی جانب منتقل ہوتے رہے۔ جب ایک دور گزرتا تو دوسرا شروع ہو جاتا۔)

حتى احتوی بیتک المہيمن من
خندف علیاء تحتها النطق

(یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیک وآلک وسلم کا مبارک شرف جو آپ کے فضل پر گواہ ہے قبیلہ خندف (قریش) کے نسب کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوا (جب کہ دوسرے تمام لوگ آپ کے اس مقام سے نیچے ہیں)۔)

وَأنت لما ولدت أشرق الأ
رض وضاءت بنورک الأفق

(اور جب آپ (سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی گود میں) بزم آرائے جہاں ہوئے تو آپ کی تشریف آوری کے باعث زمین پر نور ہو گئی اور فضا میں جگمگا اٹھیں۔)

فحن في ذلك الضياء وفي
النور وسبل الرشاد نخترق^(۱)

(ہم آپ صلی اللہ علیک والک وسلم کی ضیاء پاشی اور نورانیت کے صدقے ہی تو راہ ہدایت پر گام زن ہیں۔)

(۶) حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے نعت سننا اور آپ ﷺ کا انہیں

چادر عطا فرمانا

محمد بن اسحاق بیان کرتے ہیں: کعب بن زہیر بن ابو سلمیٰ بھاگ کر مدینہ منورہ آئے تو قبیلہ جہینہ کے ایک شناسا شخص کے پاس رات ٹھہرے، نماز فجر کے وقت وہ انہیں حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں لے گئے تو انہوں نے لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی۔ کسی نے انہیں بتایا کہ وہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ پس تو ان کے پاس جا کر امان طلب کر۔ وہ آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گئے اور اپنے ہاتھ کو آپ ﷺ کے ہاتھ میں دے دیا۔ پھر عرض کیا: یا رسول اللہ! بے شک کعب بن زہیر تابع اور مسلمان ہو کر آپ سے امان طلب کرنے آیا ہے، اگر میں اسے آپ کے حاضر خدمت کروں تو کیا آپ اس کی معافی قبول فرمائیں گے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں، تو اس نے عرض کیا کہ میں ہی کعب بن زہیر ہوں۔ یہ سنتے ہی ایک انصاری شخص

(۱) ۱- حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ۳: ۳۶۹، ۳۷۰، رقم: ۵۴۱۷

۲- طبرانی، المعجم الکبیر، ۴: ۲۱۳، رقم: ۴۱۶۷

۳- ابن جوزی، صفوة الصفوة، ۱: ۵۴

۴- ابن اثیر، أسد الغابة فی معرفة الصحابة، ۲: ۱۶۵، ۱۶۶

۵- ہیثمی، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ۸: ۲۱۸

۶- أحمد بن زینی دحلان، السیرة النبویة، ۱: ۴۶

۷- نبھانی، الأنوار المحمدیة من المواهب اللدنیة: ۲۵

نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے حکم دیجیے کہ میں اس دشمنِ خدا کی گردن اتار دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو، بے شک وہ اپنی (گزشتہ) حالت سے تائب ہو کر اور چھٹکارا پا کر آیا ہے۔ پھر انہوں نے قصیدہ بانٹ سعاد پڑھا:

بانٹ سعاد فقلبی الیوم متبول

متیم أثرها لم یفد مکبول

(معتوقہ کی جدائی میں میرا دل بیمار ہے، ذلیل و غلام بنا ہوا اس کے ساتھ ساتھ ہے جو فدیہ دے کر چھوٹ نہ سکا۔)

اس قصیدہ میں انہوں نے یہ شعر بھی پڑھا:

أنبت أن رسول الله أوعدنی

والعفو عند رسول الله مأمول

(مجھے خبر دی گئی کہ بے شک رسول اللہ نے میرے لیے وعید فرمائی ہے، حالانکہ رسول اللہ سے عفو و درگزر کی امید کی جاتی ہے۔)

پھر انہوں نے یہ شعر بھی پڑھا:

إن الرسول لنور یستضاء به

وصارم من سیوف الله مسلول^(۱)

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ۳: ۶۷۰-۶۷۳، رقم: ۶۴۷۷

۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۹: ۱۵۷-۱۵۹، رقم: ۴۰۳

۳۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۱۰: ۲۴۳

۴۔ ابن إسحاق، السیرة النبویة: ۵۹۱-۵۹۲

۵۔ ابن ہشام، السیرة النبویة: ۱۰۱۱-۱۰۲۱

۶۔ بیہمی، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ۹: ۳۹۳

۷۔ ابن کثیر، البداية والنهاية، ۳: ۵۸۲-۵۸۸

(بے شک یہ رسول نور ہیں جن سے روشنی اخذ کی جاتی ہے، اور اللہ کی شمشیروں میں سے برہنہ شمشیر ہیں۔)

ابن قانع بغدادی (م ۳۵۱ھ) روایت کرتے ہیں کہ کعب نے یہ شعر پڑھا تو حضور ﷺ نے انہیں چادر عنایت فرمائی:

فكساه النبي ﷺ بردة له، فاشتراها معاوية من ولده بمال، ففهي
البردّة التي تلبسها الخلفاء في الأعياد۔^(۱)

”حضور نبی اکرم ﷺ نے انہیں چادر مبارک عطا فرمائی جسے معاویہ ؓ نے ان کی اولاد سے مال کے بدلہ خرید لیا، یہی وہ چادر تھی جسے خلفاء عیدوں کے موقع پر پہنتے تھے۔“

اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ نعت سن کر نعت خواں کو نذرانہ کے طور پر کچھ دینا حضور ﷺ کی سنت مبارکہ ہے۔

(۷) حضرت نابغہ جعدی ؓ سے نعت سننا

حضرت نابغہ جعدی ؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر دو سو (۲۰۰) اشعار پر مشتمل طویل قصیدہ پڑھا۔ جب انہوں نے درج ذیل اشعار پڑھے:

ولا خیر فی حلم إذا لم یکن له
بوادر تحمی صفوه أن یکدرا
ولا خیر فی جهل إذا لم یکن له
حلیم إذا ما أورد الأمر أصدر

(۱) ۱- ابن قانع، معجم الصحابة، ۱۲: ۴۳۶۶، رقم: ۱۶۵۷

۲- ابن جوزی، الوفا بأحوال المصطفى ﷺ، رقم: ۴۲۳، رقم: ۸۱۳

(اس حلم میں کوئی خیر نہیں جب تک کہ اس کے ساتھ غصہ کی گرمی نہ ہو جو اس کے صاف ہونے کو گدلا ہونے سے بچائے، اور اس جہالت میں کوئی خیر نہیں جب تک کہ اس کے ساتھ کوئی حلم والا نہ ہو جو کوئی معاملہ (بد) پیش آنے پر (اس سے) روکے۔)

تو حضور نبی اکرم ﷺ نے اُسے دعا دیتے ہوئے فرمایا:

لا یفیض الله فاک .

”اللہ تعالیٰ تمہارے منہ کی مہر نہ توڑے (یعنی تمہارے دانت سلامت رہیں)۔“

راوی بیان کرتے ہیں:

وكان من أحسن الناس ثغراً، وكان إذا سقطت له سن نبتت۔^(۱)

”ان کے دانت سب لوگوں سے اچھے تھے اور جب اُن کا کوئی دانت گرتا تو اس کی جگہ دوسرا نکل آتا۔“

اس حدیث شریف میں حضرت نابغہ جعدی رضی اللہ عنہ نے کنایہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کی نعت بیان کی ہے۔ پہلے مصرعہ میں آپ ﷺ کے ”حلم اور جلالت“ کو ملانے کا مطلب ہے کہ حضور ﷺ سراپا حلم ہیں اور وہ ڈھال بن کر پیکرِ حلم و وقار ﷺ کے وفادار رہیں گے، جب کہ دوسرے مصرعہ میں ”جہالت کو حلم والے کے ساتھ“ ملا کر اپنی تواضع اور

(۱) ۱۔ حارث، المسند، ۲: ۸۴۴، رقم: ۸۹۴

۲۔ ہیثمی، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ۸: ۱۲۶

۳۔ ابن حیان، طبقات المحدثین بأصبهان، ۱: ۲۷۴، رقم: ۱۱

۴۔ ابن عبد البر، الاستیعاب فی معرفة الأصحاب، ۴: ۱۵۱۶، رقم: ۲۶۳۸

۵۔ ابن جوزی، الوفا بأحوال المصطفى ﷺ، ۳۶۲، رقم: ۸۱۲

۶۔ ابن اثیر، أسد الغابة فی معرفة الصحابة، ۵: ۲۷۶-۲۷۸

۷۔ عسقلانی، الإصابة فی تمييز الصحابة، ۶: ۳۹۴، رقم: ۸۶۳۵

انکساری کا اظہار کرتے ہوئے اپنے آپ کو حضور ﷺ کے ساتھ ملایا ہے کہ آپ ﷺ ہی اسے ہر قسم کی آفات اور مصائب و آلام سے بچا سکتے ہیں۔ اس طرح انہوں نے کنایتاً آپ ﷺ کی مدح سرائی کی ہے جس سے خوش ہو کر آپ ﷺ نے اسے دعا دی۔

(۸) انصار کی بچیوں کی دف پر نعت خوانی

حضور نبی اکرم ﷺ جب مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو انصارِ مدینہ کی بچیوں نے آپ ﷺ کی آمد کے موقع پر دف بجا کر ایک قصیدہ گایا جس کے درج ذیل اشعار شہرتِ دوام پا گئے ہیں:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ نُبَاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلَّهِ دَاعِ
أَيُّهَا الْمُبْعُوثُ فِينَا جِئْتَ بِالْأَمْرِ الْمُطَاعِ^(۱)

(۱) ۱- ابن ابی حاتم رازی، الققات، ۱: ۱۳۱

۲- ابن عبد البر، التمهید لما فی الموطأ من المعانی والأسانید، ۱۴: ۸۲

۳- أبو عبیدہ أندلسی، معجم ما استعجم من أسماء البلاد والمواضع، ۳: ۱۳۷۳

۴- محب طبری، الرياض النضرة فی مناقب العشرة، ۱: ۲۸۰

۵- بیہقی، دلائل النبوة ومعرفة أحوال صاحب الشريعة، ۲: ۵۰۷

۶- ابن کثیر، البداية والنهاية، ۲: ۵۸۳

۷- ابن کثیر، البداية والنهاية، ۳: ۶۲۰

۸- ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۷: ۲۶۱

۹- ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۸: ۱۲۹

۱۰- قسطلانی، المواهب اللدنیة بالمنح المحمدیة، ۱: ۶۳۴

۱۱- زرقانی، شرح المواهب اللدنیة بالمنح المحمدیة، ۳: ۱۰۰، ۱۰۱

۱۲- أحمد بن زینی دحلان، السیرة النبویة، ۱: ۳۲۳

(ہم پر وداع کی چوٹیوں سے چودھویں رات کا چاند طلوع ہوا، جب تک لوگ اللہ کو پکارتے رہیں گے ہم پر اس کا شکر واجب ہے۔ اے ہم میں مبعوث ہونے والے نبی! آپ ایسے امر کے ساتھ تشریف لائے ہیں جس کی اطاعت کی جائے گی۔)

(۹) امام بوسیریؒ کو نعتیہ قصیدہ لکھنے پر بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ سے

چادر اور شفایابی کا تحفہ عطا ہوا

صاحب ”قصیدہ بردہ“ امام شرف الدین بوسیری (۶۰۸-۶۹۶ھ) کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ وہ اپنے زمانے کے تبحر عالم دین، شاعر اور شہرہ آفاق ادیب تھے۔ اللہ رب العزت نے آپ کو بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا تھا جن کی بناء پر اُمراء و سلاطین وقت آپ کی بہت قدر کرتے تھے۔ ایک روز جارہے تھے کہ سر راہ ایک نیک بندہ خدا سے آپ کی ملاقات ہوگئی، انہوں نے آپ سے پوچھا: بوسیری! کیا تمہیں کبھی خواب میں حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی ہے؟ آپ نے اس کا جواب نفی میں دیا لیکن اس بات نے ان کی کایا پلٹ دی اور دل میں حضور نبی اکرم ﷺ سے عشق و محبت کا جذبہ اس قدر شدت اختیار کر گیا کہ ہر وقت آپ ﷺ کے خیال میں مستغرق رہنے لگے۔ اسی دوران میں آپ نے چند نعتیہ اشعار بھی کہے۔

پھر اچانک ان پر فالج کا حملہ ہوا جس سے ان کا آدھا جسم بیکار ہو گیا، وہ عرصہ دراز تک اس عارضہ میں مبتلا رہے اور کوئی علاج کارگر نہ ہوا۔ اس مصیبت و پریشانی کے عالم میں امام بوسیریؒ کے دل میں خیال گزرا کہ اس سے پہلے تو دنیاوی حاکموں اور بادشاہوں کی قصیدہ گوئی کرتا رہا ہوں کیوں نہ آقائے دو جہاں ﷺ کی مدح میں ایک قصیدہ لکھ کر اپنی اس مرضِ لا دوا کے لیے شفاء طلب کروں؟ چنانچہ اس بیماری کی حالت میں قصیدہ لکھا۔ رات کو سوئے تو مقدر بیدار ہو گیا اور خواب میں حضور نبی اکرم ﷺ کی

زیارت سے شرف یاب ہوئے۔ عالم خواب میں پورا قصیدہ آقائے کائنات ﷺ کو پڑھ کر سنایا۔ امام بصری کے اس کلام سے آپ ﷺ اس درجہ خوش ہوئے کہ اپنی چادر مبارک ان پر ڈالی اور اپنا دست شفاء پھیرا جس سے دیرینہ بیماری کے اثرات جاتے رہے اور وہ فوراً تندرست ہو گئے۔ اگلی صبح جب آپ اپنے گھر سے نکلے تو سب سے پہلے جس شخص سے آپ کی ملاقات ہوئی وہ اس زمانے کے مشہور بزرگ حضرت شیخ ابو الرجاہ تھے۔ انہوں نے امام بصریؒ کو روکا اور درخواست کی کہ وہ قصیدہ جو انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کی مدح میں لکھا ہے انہیں بھی سنائیں۔ امام بصریؒ نے پوچھا کہ کون سا قصیدہ؟ انہوں نے کہا: وہی قصیدہ جس کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے:

أمن تذکر جیران بذی سلم

مزجت دمعا جری من مقلة بدم

(کیا تو نے ذی سلم کے پڑوسیوں کو یاد کرنے کی وجہ سے گوشہ چشم سے بننے والے آنسو کو خون سے ملا دیا ہے؟)

آپ کو تعجب ہوا اور پوچھا کہ اس کا تذکرہ تو میں نے ابھی تک کسی سے نہیں کیا، پھر آپ کو کیسے پتہ چلا؟ انہوں نے فرمایا کہ خدا کی قسم جب آپ یہ قصیدہ آقائے دو جہاں ﷺ کو سنا رہے تھے اور آپ ﷺ خوشی کا اظہار فرما رہے تھے تو میں بھی اسی مجلس میں ہمہ تن گوش اسے سن رہا تھا۔ اس کے بعد یہ واقعہ مشہور ہو گیا اور اس قصیدہ کو وہ شہرتِ دوام ملی کہ آج تک اس کا تذکرہ زبان زدِ خاص و عام ہے اور اس سے حصولِ برکات کا سلسلہ جاری ہے۔

قصیدہ بردہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے امام بصریؒ سے خوش ہو کر اپنی چادر مبارک ان کے بیمار جسم پر ڈالی اور اپنا دست شفاء پھیرا جس کی برکت سے وہ فوراً شفاء یاب ہو گئے۔ لہذا اس چادرِ مصطفیٰ ﷺ کی نسبت سے اس قصیدہ کا نام

”قصیدہ بردہ“ مشہور ہوا۔^(۱)

حضور ﷺ کے ثناء خواں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فہرست

بہت سے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضور نبی اکرم ﷺ کی نعت گوئی اور نعت خوانی کا شرف حاصل ہوا۔ امام التابیین محمد ابن سیرین (م ۱۱۰ھ) عہدِ نبوی کے نعت گو شعراء میں سے چند کا ذکر یوں کرتے ہیں:

كان شعراء النبي ﷺ: حسان بن ثابت، وكعب بن مالك،
وعبد الله بن رواحة، فكان كعب بن مالك يخوفهم الحرب،
وكان حسان يقبل على الأنساب، وكان عبد الله بن رواحة
يعيرهم بالكفر۔^(۲)

”حضرت حسان بن ثابت، کعب بن مالک اور عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کا شمار حضور نبی اکرم ﷺ کے شعراء میں ہوتا تھا۔ پس حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ دشمنانِ رسول کو جنگ سے ڈراتے، اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ ان کے نسب پر طعن زنی کرتے، اور حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ انہیں کفر کا (طعنہ دے کر) شرم دلاتے تھے۔“

علامہ ابن جوزی (۵۱۰-۵۹۷ھ) نے بھی شاعر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے چند کا ذکر کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

وقد أنشده جماعة، منهم العباس وعبد الله بن رواحة، وحسان،
وضمار، وأسد بن زميم، وعائشة، في حلق كثير قد ذكرتهم في

(۱) خربوتی، عصيدة الشهدة شرح قصيدة البردة: ۳-۵

(۲) ابن اثیر، أسد الغابة في معرفة الصحابة، ۴: ۲۶۱

کتاب الأشعار - (۱)

”بہت سے لوگوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو (نعتیہ) اشعار سنائے، جن میں حضرت عباس، حضرت عبد اللہ بن رواحہ، حضرت حسان، حضرت ضمرا، حضرت اسد بن زینم، سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ اور بہت سے دیگر صحابہ شامل ہیں جو شاعری کے دیوان میں مذکور ہیں۔“

ذیل میں ثناء خوانِ مصطفیٰ صحابہ کرام ؓ کے اسمائے گرامی درج کیے جاتے

ہیں:

- ۱- حضور ﷺ کے چچا حضرت عباس ؓ (م ۳۲ھ) (۲)
- ۲- حضور ﷺ کے چچا حضرت حمزہ ؓ (م ۳ھ) (۳)
- ۳- حضور ﷺ کے چچا حضرت ابوطالب (م ۱۰ نبوی) (۴)

(۱) ابن جوزی، الوفا بأحوال المصطفیٰ ﷺ: ۴۶۳

(۲) ۱- حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ۳: ۳۶۹، ۳۷۰، رقم: ۵۴۱۷

۲- طبرانی، المعجم الكبير، ۴: ۲۱۳، رقم: ۴۱۶۷

۳- ابن جوزی، الوفا بأحوال المصطفیٰ ﷺ: ۴۶۳

۴- ابن جوزی، صفوة الصفوة، ۱: ۵۴

۵- ابن اثیر، أسد الغابة فی معرفة الصحابة، ۲: ۱۶۵، ۱۶۶

۶- بیہمی، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ۸: ۲۱۸

۷- أحمد بن زینی دحلان، السیرة النبویة، ۱: ۴۶

۸- نبہانی، الأنوار المحمدیة من المواهب اللدنیة: ۲۵

(۳) ۱- ابن اسحاق، السیرة النبویة: ۲۱۲، ۲۱۳

۲- ابن ہشام، السیرة النبویة: ۵۰۳، ۵۰۴

(۴) ۱- بخاری، الصحیح، کتاب الاستسقاء، باب سؤال الناس الامام

الاستسقاء إذا قحطوا، ۱: ۳۴۲، رقم: ۹۶۳

- ٤- حضرت ابو بكر صديق رضي الله عنه (م ١٣هـ) (١)
- ٥- حضرت عمر فاروق رضي الله عنه (م ٢٣هـ) (٢)
- ٦- حضرت عثمان غني رضي الله عنه (م ٣٥هـ) (٣)
- ٧- حضرت علي كرم الله وجهه (م ٤٠هـ) (٤)
- ٨- أم المؤمنين سيده عائشة صديقة رضی اللہ عنہا (م ٥٨هـ) (٥)
- ٩- سيده كائنات فاطمة الزهراء سلام الله عليها (م ١١هـ) (٦)

..... ٢- ابن ماجه، السنن، كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها، باب ما جاء في

الدعاء في الاستسقاء، ١: ٢٠٥، رقم: ١٢٤٢

٣- أحمد بن حنبل، المسند، ٢: ٩٣

٤- بيهقي، السنن الكبرى، ٣: ٣٥٢

٥- ابن هشام، السيرة النبوية: ٢٢٦-٢٥٣

٦- بيهقي، دلائل النبوة و معرفة أحوال صاحب الشريعة، ٦: ١٢٢، ١٢٣

٧- ابن كثير، البداية والنهاية، ٢: ٤٧١، ٤٧٢

(١) أبو زيد قرشي، جمهرة أشعار العرب: ١٠

(٢) أبو زيد قرشي، جمهرة أشعار العرب: ١٠

(٣) أبو زيد قرشي، جمهرة أشعار العرب: ١٠

(٤) أبو زيد قرشي، جمهرة أشعار العرب: ١٠

(٥) ابن جوزي، الوفا بأحوال المصطفى صلى الله عليه وسلم: ٢٦٣

(٦) ١- بخاري، الصحيح، كتاب المغازي، باب مرض النبي صلى الله عليه وسلم ووفاته، ٤:

١٦١٩، رقم: ٣١٩٣

٢- ابن ماجه، السنن، كتاب الجنائز، باب ذكر وفاته ودفنه صلى الله عليه وسلم، ٢: ١٠٣،

رقم: ١٦٣٠

٣- نسائي، السنن، كتاب الجنائز، باب في البكاء على الميت، ٢: ١٢،

رقم: ١٨٢٢

٤- أحمد بن حنبل، ٣: ١٩٤، رقم: ١٣٠٥٢

- ١٠- سيدة صفية بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہما (م ٢٠ھ) (١)
- ١١- شيما بنت حليمه سعدية رضی اللہ عنہا (٢)
- ١٢- حضرت ابوسفیان بن الحارث (ابن عم النبی ﷺ) (٣)
- ١٣- حضرت عبد اللہ بن رواحہ ؓ (م ٨ھ) (٤)
-
- ٥- دارمی، السنن: ٥٦، رقم: ٨٨
- ٦- ابن حبان، الصحيح، ١٣: ٥٩١، ٥٩٢، رقم: ٦٦٢٢
- ٧- حاکم، المستدرک علی الصحيحین، ١: ٥٣٤، رقم: ١٢٠٨
- ٨- حاکم، المستدرک علی الصحيحین، ٣: ٦١، رقم: ٢٣٩٦
- ٩- طبرانی، المعجم الكبير، ٢٢: ٢١٦، رقم: ١٠٢٩
- ١٠- ابن سعد، الطبقات الكبرى، ٢: ٣١١
- ١١- ذہبی، تاریخ الإسلام ووفیات المشاہیر والأعلام (السيرة النبوية)، ١: ٥٦٢
- ١٢- ابن كثير، البداية والنهاية، ٢: ٢٥٢
- (١) حافظ شمس الدين بن ناصر دمشقي، مورد الصادي في مولد الهادي
- (٢) عسقلاني، الإصابة في تمييز الصحابة، ٤: ١٦٥، ١٦٦، رقم: ١١٣٤٨
- (٣) ١- ابن عبد البر، الاستيعاب في معرفة الأصحاب، ٣: ١٦٤٣ - ١٦٤٤، رقم: ٣٠٠٢
- ٢- ابن أثير، أسد الغابة في معرفة الأصحاب، ٦: ١٢٢، ١٢٣
- (٣) ١- بخاري، الصحيح، كتاب الجمعة، باب فضل من تعار من الليل فصلي، ١: ٣٨٤، رقم: ١١٠٢
- ٢- بخاري، الصحيح، كتاب الأدب، باب هجاء المشركين، ٥: ٢٢٤٨، رقم: ٥٤٩٩
- ٣- ترمذي، الجامع الصحيح، كتاب الأدب، باب ما جاء في إنشاد الشعر، ٥: ١٣٩، رقم: ٢٨٢٤
- ٤- نسائي، السنن، كتاب مناسك الحج، باب إنشاد الشعر في الحرم، ٥: ٢٠٢، رقم: ٢٨٤٣

١٣- حضرت كعب بن مالك الأنصاري رضي الله عنه (م ٥١هـ) ^(١)

١٥- حضرت حسان بن ثابت رضي الله عنه (م ٢٠هـ) ^(٢)

..... ٥- بخارى، التاريخ الكبير، ٨: ٢١٢، رقم: ٢٤٥٣

٦- بخارى، التاريخ الصغير: ٢٣، رقم: ٤١

٤- أحمد بن حنبل، المسند، ٣: ٣٥١

٨- بيهقي، السنن الكبرى، ١٠: ٢٣٩

٩- ابن جوزى، الوفا بأحوال المصطفى صلى الله عليه وسلم: ٢٦٣

١٠- ابن كثير، تفسير القرآن العظيم، ٣: ٢٦٥

١١- قرطبي، الجامع لأحكام القرآن، ١٣: ١٥١

(١) ابن أبى عاصم، الآحاد والمثاني: ٦٦٣، رقم: ١١٤١

(٢) ١- بخارى، الصحيح، كتاب الصلاة، باب الشعر فى المسجد، ١: ١٤٣،

رقم: ٣٣٢

٢- بخارى، الصحيح، كتاب بدء الخلق، باب ذكر الملائكة، ٣: ١١٤٦،

رقم: ٣٠٣١

٣- بخارى، الصحيح، كتاب المناقب، باب من أحب أن لا يسب نسبه،

٣: ١٢٩٩، رقم: ٣٣٣٨

٤- بخارى، الصحيح، كتاب المغازى، باب مرجع النبي من الأحزاب

ومخرجه إلى بنى قريظة، ٢: ١٥١٢، رقم: ٣٨٩٤

٥- بخارى، الصحيح، كتاب المغازى، باب حديث الإفك، ٣: ١٥١٨،

رقم: ٣٩١٠

٦- بخارى، الصحيح، كتاب الأدب، باب هجاء المشركين، ٥: ٢٢٤٩،

رقم: ٥٨٠١، ٥٨٠٠

٤- مسلم، الصحيح، كتاب فضائل الصحابة، باب فضائل حسان بن

ثابت، ٣: ١٩٣٣، رقم: ٢٣٨٥، ٢٣٨٦

٨- مسلم، الصحيح، كتاب فضائل الصحابة، باب فضائل حسان بن

ثابت، ٣: ١٩٣٦، رقم: ٢٣٩٠

- ١٦- حضرت زهير بن صرد الجعفي (١)
- ١٧- حضرت عباس بن مرداس السلمى (٢)
- ١٨- حضرت كعب بن زهير (٣) (صاحب قصيده بانث سعاد)
- ١٩- حضرت عبد الله بن الزبير (٤)

..... ٩- مسلم، الصحيح، كتاب التوبة، باب في حديث الإفك وقبول توبة

القاظف، ٤: ٢١٣٤، رقم: ٢٤٤٠

١٠- ترمذى، الجامع الصحيح، كتاب الأدب، باب في إنشاد الشعر، ٥:

١٣٨، رقم: ٢٨٢٦

(١) ١- ابن عبد البر، الاستيعاب فى معرفة الأصحاب، ٢: ٩٤، ٩٨، رقم: ٤٢٣

٢- ابن أثير، أسد الغابة فى معرفة الأصحاب، ٢: ٣٢٥، رقم: ١٤٦٩

(٢) ١- ابن هشام، السيرة النبوية: ٩٤٤، ٩٣٩

٢- ابن عبد البر، الاستيعاب فى معرفة الأصحاب، ٢: ٣٦٢-٣٦٣، رقم:

١٣٨٤

٣- ابن كثير، البداية والنهاية، ٣: ٥٣٤-٥٥٣

(٣) ١- حاكم، المستدرک على الصحيحين، ٣: ٦٤٠-٦٤٣، رقم: ٦٣٤٤

٢- طبرانى، المعجم الكبير، ١٩: ١٥٤-١٥٩، رقم: ٢٠٣

٣- بيهقى، السنن الكبرى، ١٠: ٢٢٣

٤- ابن إسحاق، السيرة النبوية: ٥٩١-٥٩٢

٥- ابن هشام، السيرة النبوية: ١٠١١-١٠٢٠

٦- بيهقى، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ٩: ٣٩٣

٧- ابن جوزى، الوفا بأحوال المصطفى ﷺ، رقم: ٨١٣

٨- ابن كثير، البداية والنهاية، ٣: ٥٨٢-٥٨٨

(٤) ١- ابن إسحاق، السيرة النبوية: ٥٣٦

٢- ابن هشام، السيرة النبوية: ٩٣٢، ٩٣٣

٣- ابن أثير، أسد الغابة فى معرفة الصحابة، ٣: ٢٣٩، ٢٢٠، رقم: ٢٩٢٦

- ٢٠- حضرت ابو عزة الجُمحى رضي الله عنه (١)
- ٢١- حضرت قتيلة بنت الحارث القرشية رضي الله عنها (٢)
- ٢٢- حضرت مالك بن نمط الهمداني رضي الله عنه (٣)
- ٢٣- حضرت انس بن زعيم رضي الله عنه (اناس بن زعيم) (٤)
- ٢٤- حضرت أصيد بن سلمة السلمي رضي الله عنه (٥)
- ٢٥- ربيس هوازن حضرت مالك بن عوف النصري رضي الله عنه (٦)
- ٢٦- حضرت قيس بن بحر الأشجعي رضي الله عنه (٧)
- ٢٧- حضرت عمرو بن سبيع الرهاوي رضي الله عنه (٨)
- ٢٨- حضرت نابغة الجعدي رضي الله عنها (م ٧٠هـ) (٩)
-
- (١) ابن هشام، السيرة النبوية: ٥٥٥
- (٢) ابن هشام، السيرة النبوية: ٦٣٥، ٦٣٦
- (٣) ١- ابن هشام، السيرة النبوية: ١٠٨٩
- ٢- ابن أثير، أسد الغابة في معرفة الصحابة، ٥: ٢٦٦، ٢٧٤، رقم: ٣٦٥١
- (٤) ١- ابن اسحاق، السيرة النبوية: ٥٣٩، ٥٤٠
- ٢- ابن هشام، السيرة النبوية: ٩٢٤
- ٣- ابن جوزي، الوفا بأحوال المصطفى صلى الله عليه وسلم: ٢٦٣
- (٥) ١- ابن أثير، أسد الغابة في معرفة الصحابة، ١: ٢٥٣، ٢٥٤، رقم: ١٩١
- ٢- عسقلاني، الاصابة في تمييز الصحابة، ١: ٨٥، ٨٦، رقم: ٢١١
- (٦) ابن هشام، السيرة النبوية: ١٠٠٢، ١٠٠٣
- (٧) ١- ابن هشام، السيرة النبوية: ٤٦٠، ٤٦١
- ٢- ابن أثير، أسد الغابة في معرفة الصحابة، ٢: ٣٩٢، رقم: ٣٣٢٤
- (٨) ابن أثير، أسد الغابة في معرفة الصحابة، ٢: ٢١٢، ٢١٥، رقم: ٣٩٣٢
- (٩) ١- ابن عبد البر، الاستيعاب في معرفة الأصحاب، ٢: ١٥١٦، رقم: ٢٦٢٨
- ٢- ابن جوزي، الوفا بأحوال المصطفى صلى الله عليه وسلم: ٢٦٢، ٢٦٣، رقم: ٨١٢
- ٣- ابن أثير، أسد الغابة في معرفة الصحابة، ٥: ٢٤٦-٢٤٨، رقم: ٥١٦٢

- ٢٩- حضرت مازن بن الغضوبه الطائى ﷺ (١)
 ٣٠- حضرت الأشى المازنى ﷺ (٢)
 ٣١- حضرت فضاله اللبى ﷺ (٣)
 ٣٢- حضرت عمرو بن سالم الخزاعى ﷺ (٤)
 ٣٣- حضرت أسيد بن ابى أناس الكنانى (٥)
 ٣٤- حضرت عمرو بن مرّه الجنبى ﷺ (٦)
 ٣٥- حضرت قيس بن بحر الازبجى ﷺ (٧)

- (١) ١- ابن عبد البر، الاستيعاب فى معرفة الأصحاب، ٣: ١٣٢٢، رقم: ٢٢٢٥
 ٢- ابن أثير، أسد الغابة فى معرفة الصحابة، ٥: ٢، رقم: ٣٥٥٣
 ٣- عسقلانى، الإصابة فى تمييز الصحابة، ٥: ٢١، ٢٢، رقم: ٤٥٨٢
 (٢) ١- ابن سعد، الطبقات الكبرى، ٤: ٥٣
 ٢- ابن عبد البر، الاستيعاب فى معرفة الأصحاب، ١: ٢٢٩، رقم: ١٥٩
 ٣- ابن أثير، أسد الغابة فى معرفة الصحابة، ١: ٢٥٦، ٢٥٤، رقم: ١٩٦
 (٣) ١- فاكهى، أخبار مكة فى قديم الدهر وحديثه، ٢: ٢٢٢، ٢٢٣
 ٢- ابن أثير، أسد الغابة فى معرفة الصحابة، ٣: ٣٢٤، رقم: ٣٢٣٣
 ٣- عسقلانى، الإصابة فى تمييز الصحابة، ٢: ٣٢٦، رقم: ٦٩٩٩
 (٤) ١- بيهقى، السنن الكبرى، ٩: ٢٣٣
 ٢- ابن هشام، السيرة النبوية: ٩٢٣
 ٣- ابن أثير، أسد الغابة فى معرفة الصحابة، ٢: ٢١٢، ٢١٣، رقم: ٣٩٢٩
 (٥) ابن أثير، أسد الغابة فى معرفة الصحابة، ١: ٢٣٦، رقم: ١٦١
 (٦) ابن كثير، البداية والنهاية، ٢: ٢٨٨، ٢٨٩، ٣٢٤
 (٧) ابن هشام، السيرة النبوية: ٤٦١

- ٣٦- حضرت عبد الله بن حارث بن قيس رضي الله عنه (١)
 ٣٧- حضرت عثمان بن مظعون رضي الله عنه (٢)
 ٣٨- حضرت ابو احمد بن جحش رضي الله عنه (٣)
 ٣٩- حضرت سراقه بن مالك بن بعشم رضي الله عنه (٤)
 ٤٠- حضرت أسود بن سريج رضي الله عنه (٥)
 ٤١- حضرت عامر بن أكوع رضي الله عنه (٦)

- (١) ١- ابن اسحاق، السيرة النبوية: ٢٥٣
 ٢- ابن هشام، السيرة النبوية: ٢٩٣
 (٢) حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، ١: ١٠٢
 (٣) ١- ابن هشام، السيرة النبوية: ٤٠٤، ٤٠٨
 ٢- ابن كثير، البداية والنهاية، ٢: ٥٢٢
 (٤) ١- سهيلي، الروض الأنف في تفسير السيرة النبوية لابن هشام، ٢: ٣٢٢
 ٢- ابن كثير، البداية والنهاية، ٢: ٥٤٠
 (٥) ١- أحمد بن حنبل، المسند، ٣: ٢٢، رقم: ١٦٣٠٠
 ٢- ابن أبي شيبة، المصنف، ٦: ١٨٠
 ٣- طبراني، المعجم الكبير، ١: ٢٨٤، رقم: ٨٢٢
 ٤- بيهقي، شعب الإيمان، ٢: ٨٩، رقم: ٣٣٦٥
 (٦) ١- بخاري، الصحيح، كتاب المغازي، باب غزوة خيبر، ٣: ١٥٣٤، رقم: ٣٩٦٠
 ٢- بخاري، الصحيح، كتاب الأدب، باب ما يجوز من الشعر، ٥: ٢٢٤٤، رقم: ٥٤٩٦
 ٣- مسلم، الصحيح، كتاب الجهاد، باب غزوة خيبر، ٣: ١٢٢٨، رقم: ١٨٠٢
 ٤- أبو عوانه، المسند، ٢: ٣١٢، رقم: ٦٨٣٠
 ٥- بيهقي، السنن الكبرى، ١٠: ٢٢٤
 ٦- طبراني، المعجم الكبير، ٤: ٣٢، رقم: ٦٢٩٣

- ٢٢- حضرت أم معبد عاتكة بن خالد الخزاعي رضي الله عنها^(١)
 ٢٣- دختران مدینه^(٢)
 ٢٤- حبشی وفد^(٣)
 ٢٥- حضرت عمرو جثی (جن صحابی)^(٤)

- (١) ابن سعد، الطبقات الكبرى، ١: ٢٣٠، ٢٣١
 (٢) ١- ابن ابی حاتم رازی، الثقات، ١: ١٣١
 ٢- ابن عبد البر، التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد، ١٣: ٨٢
 ٣- أبو عبيد أندلسي، معجم ما استعجم من أسماء البلاد والمواضع، ٣: ١٣٤٣
 ٤- محب طبري، الرياض النضرة في مناقب العشرة، ١: ٢٨٠
 ٥- بيهقي، دلائل النبوة ومعرفة أحوال صاحب الشريعة، ٢: ٥٠٤
 ٦- ابن كثير، البداية والنهاية، ٢: ٥٨٣
 ٧- ابن كثير، البداية والنهاية، ٣: ٦٢٠
 ٨- ابن حجر عسقلاني، فتح الباري، ٤: ٢٦١
 ٩- ابن حجر عسقلاني، فتح الباري، ٨: ١٢٩
 ١٠- قسطلاني، المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، ١: ٦٣٣
 ١١- زرقاني، شرح المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، ٣: ١٠٠، ١٠١
 ١٢- أحمد بن زيني دحلان، السيرة النبوية، ١: ٣٢٣
 (٣) ١- أحمد بن حنبل، المسند، ٣: ١٥٢
 ٢- ابن حبان، الصحيح، ١٣: ١٤٩، رقم: ٥٨٤٠
 ٣- مقدسي، الأحاديث المختارة، ٥: ٦٠، رقم: ١٦٨١
 ٤- بهشمي، موارد الظمان إلى زوائد ابن حبان، ٣٩٣، رقم: ٢٠١٢
 (٣) ١- ابن هشام، السيرة النبوية، ٣١٩
 ٢- سهيلي، الروض الأنف في تفسير السيرة النبوية لابن هشام، ٢: ٣٢٣

یہ تمام ہستیاں حضور نبی اکرم ﷺ کی مدح سرائی نہ صرف شعر گوئی کی صورت میں کرتی تھیں بلکہ مجلس کی صورت میں نعت خوانی بھی کرتی تھیں۔ آج دنیا میں جہاں بھی محافلِ نعت منعقد ہوتی ہیں وہاں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اور دیگر نعت خواں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کلام بھی بہ طور تبرک پڑھا جاتا ہے۔

خلاصہ بحث یہ ہے کہ مدوح خالق کائنات رحمتہ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح خوانی کرنا، آپ ﷺ کی نعت پڑھنا، سننا اور محافلِ نعت منعقد کرنا قرآن و سنت کے عین مطابق جائز اور مطلوب امر ہے۔ شعراء صحابہ کی کثیر تعداد سے واضح ہے کہ نعت گوئی اور نعت خوانی ان کے معمولات میں شامل تھی۔ اسی طرح ہم جب محفلِ میلاد منعقد کرتے ہیں تو انہی جلیل القدر صحابہ و اکابرینِ اُمت کی سنت پر عمل کرتے ہیں۔ یہ عمل قرونِ اولیٰ سے لے کر آج تک جاری ہے جو ایک سچے اور کامل مومن کی نشانی ہے۔

باب چہارم



محافل میلاد النبی ﷺ کا ایک اہم جزو بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں ہدیہ صلوٰۃ و سلام پیش کرنا ہے۔ صلوٰۃ و سلام ایک منفرد عمل ہے جو مقبول بارگاہ الہی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کے قرب و رضا کے حصول کا بہترین ذریعہ ہے۔ فوری اثرات و نتائج کے حامل اعمال میں اسے خاص اہمیت حاصل ہے کیوں کہ یہ عمل اللہ رب العزت اور ملائکہ کی سنت ہے۔ وہ ہمہ وقت محبوب رب العالمین ﷺ پر درود بھیجتے رہتے ہیں۔ جملہ اہل ایمان کو بھی صلوٰۃ و سلام بھیجنے کا حکم خداوندی ہے۔ اس حکم کے تحت محبوب کائنات ﷺ پر ہمہ وقت درود و سلام بھیجنا اہل ایمان کا وظیفہ حیات ہے۔ جب آمد مصطفیٰ ﷺ کا دن آتا ہے تو اہل محبت کے درود و سلام پر مشتمل اس عمل خیر میں اور بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔ اور ہر طرف صلِّ علی کے نغمے گونجتے سنائی دیتے ہیں۔

۱۔ حضور ﷺ پر صلوٰۃ و سلام بھیجنا اللہ تعالیٰ کی سنت اور حکم ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ
وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝ (۱)

”بے شک اللہ اور اُس کے (سب) فرشتے نبی (مکرم ﷺ) پر درود بھیجتے رہتے ہیں، اے ایمان والو! تم (بھی) اُن پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو“

صلوٰۃ و سلام کا قرآنی حکم مطلق ہے، عملِ درود و سلام ایک ایسی عبادت ہے جس میں وقت، جگہ یا کیفیت کی کوئی پابندی نہیں۔ آپ کسی بھی حالت میں، بیٹھ کر، لیٹ کر یا کھڑے ہو کر درود و سلام پڑھ سکتے ہیں۔ جس طرح آپ اسے محفلِ میلاد سے باہر پڑھ سکتے ہیں اسی طرح محفلِ میلاد میں بھی پڑھ سکتے ہیں۔ حالتِ قیام میں سلام پڑھنا زیادہ فضیلت کا حامل ہے کیوں کہ یہ کمالِ ادب و احترام پر دلالت کرتا ہے۔ سورۃ الاحزاب کی مذکورہ آیت کے لفظ تسلیمًا کے ذریعے بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں سلام پیش کرنے کے آداب ہی سکھائے جا رہے ہیں۔ صلوٰۃ بھیجنا سنتِ الہیہ ہے۔ انسانی ماحول، ضرورت اور زمانے کے تغیرات سے احکام میں تبدیلی ناگزیر ہو جاتی ہے مگر سنتِ الہیہ میں تبدیلی نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ کی اس سنت کو ابدی، دائمی اور آفاقی قانون کا درجہ حاصل رہتا ہے جو ہر دور میں بعینہ ایک ہی شکل میں قائم و برقرار رہتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ۝ (۲)

”سو آپ اللہ کے دستور میں ہرگز کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے“

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو اپنے محبوب ﷺ کی تعظیم و توقیر کا بڑی تاکید سے حکم فرمایا ہے:

لَتَتَّوَمَّنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتَعَزَّزُوا وَتُوقِرُوهُ ۝ (۳)

”تا کہ (اے لوگو!) تم اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) پر ایمان لاؤ اور ان (کے دین) کی مدد کرو اور ان کی بے حد تعظیم و تکریم کرو، اور (ساتھ) اللہ کی صبح و شام تسبیح کرو“

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں اپنی آوازیں پست رکھنے کا حکم دیا گیا،

ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ﴿١﴾

”اے ایمان والو! تم اپنی آوازوں کو نبی (مکرم ﷺ) کی آواز سے بلند مت کیا کرو اور ان کے ساتھ اس طرح بلند آواز سے بات (بھی) نہ کیا کرو جیسے تم ایک دوسرے سے بلند آواز کے ساتھ کرتے ہو (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے سارے اعمال ہی (ایمان سمیت) غارت ہو جائیں اور تمہیں (ایمان اور اعمال کے برباد ہو جانے کا) شعور تک بھی نہ ہو“

پس جس طرح تعظیم و توقیر مصطفیٰ ﷺ کا حکم ہے اسی طرح آپ ﷺ پر درود و سلام بھیجتے ہوئے ادب و احترام ضروری امر ہے۔

۲۔ سلام کی اہمیت

قرآن حکیم کی رو سے سلام کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ قرآن حکیم نے ان واقعات اور مواقع کا ذکر کیا ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ انبیاء اور صلحاء پر سلام بھیجا۔ ایسی آیات کریمہ سے سلام کی اہمیت کا اندازہ بخوبی ہو جاتا ہے:

۱۔ میلادِ یحییٰ علیہ السلام کے حوالے سے ارشاد فرمایا:

وَسَلَامٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَ يَوْمَ يَمُوتُ وَ يَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ﴿٢﴾

”اور یحییٰ پر سلام ہو ان کے میلاد کے دن اور ان کی وفات کے دن اور جس

(۱) الحجرات، ۲:۴۹

(۲) مریم، ۱۹:۱۵

دن وہ زندہ اٹھائے جائیں گے“

۲۔ اللہ تعالیٰ نے کلام کی نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف کرتے ہوئے فرمایا:

وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا^(۱)

”اور مجھ پر سلام ہو میرے میلاد کے دن اور میری وفات کے دن اور جس دن میں زندہ اٹھایا جاؤں گا“

ان آیات کریمہ سے انبیاء کرام علیہم السلام کے ایامِ ولادت و بعثت اور وفات پر سلام کے تناظر میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یومِ ولادت کے موقع پر سلام پڑھنے کی اہمیت کا اظہار ہوتا ہے۔

۳۔ تمام انبیاء اور رسل علیہم السلام پر من حیث المجموع سلام بھیجتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَسَلِّمْ عَلَي الْمُرْسَلِينَ^(۲)

”اور سلام ہو پیغمبروں پر“

۴۔ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی حمد اور اپنے برگزیدہ بندوں پر سلام بھیجنے کا حکم فرمایا:

قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَى عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَى^(۳)

”فرما دیجئے کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں اور اس کے منتخب (برگزیدہ) بندوں پر سلامتی ہو۔“

(۱) مریم، ۱۹: ۳۳

(۲) الصافات، ۳۷: ۱۸۱

(۳) النحل، ۲۷: ۵۹

قرآن حکیم نے انبیاء کرام علیہم السلام کا یہ طریقہ اور سنت بیان فرمائی ہے کہ وہ اپنے پاس بہر ملاقات آنے والے ہر فرد کو سلام کہتے۔ ذیل میں چند آیات بطور نمونہ دی جاتی ہیں:

۵۔ وَ اِذَا جَاءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰتِنَا فَقُلْ سَلَمٌ عَلَيْكُمْ۔^(۱)

”اور جب آپ کے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو آپ (ان سے شفقتاً) فرمائیں کہ تم پر سلام ہو۔“

۶۔ وَ لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُنَا اِبْرٰهِيْمَ بِالْبَشْرٰى قَالُوْا سَلَمًا قَالْ سَلَمًا قَالْ سَلَمٌ۔^(۲)

”اور بے شک ہمارے فرستادہ فرشتے ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس خوش خبری لے کر آئے انہوں نے سلام کیا (ابراہیم علیہ السلام نے بھی جواباً) سلام کیا۔“

۷۔ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلَمًا قَالْ اِنَّا مِنْكُمْ وَ جِلُوْنَ۔^(۳)

”جب وہ ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس آئے تو انہوں نے (آپ کو) سلام کہا۔ ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا کہ ہم آپ سے کچھ ڈر محسوس کر رہے ہیں۔“

۸۔ ایمان والوں کو گھر میں داخل ہونے پر سلام کرنے کا حکم دیا گیا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنَسُوْا وَ تَسَلِّمُوْا عَلٰى اَهْلِهَا ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔^(۴)

”اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو

(۱) الأنعام، ۶: ۵۴

(۲) ہود، ۱۱: ۶۹

(۳) الحجر، ۱۵: ۵۲

(۴) النور، ۲۴: ۲۷

یہاں تک کہ تم ان سے اجازت لے لو اور ان کے رہنے والوں کو (داخل ہوتے ہی) سلام کہا کرو، یہ تمہارے لیے بہتر (نصیحت) ہے تاکہ تم (اس کی حکمتوں میں) غور و فکر کرو“

۹۔ فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ مُبْرَكَةً طَيِّبَةً (۱)

”پھر جب تم گھروں میں داخل ہوا کرو تو اپنے (گھر والوں) پر سلام کہا کرو (یہ) اللہ کی طرف سے بابرکت پاکیزہ دعا ہے۔“

۱۰۔ لیلۃ القدر میں جب جبرائیل امین علیہ السلام لاکھوں فرشتوں کے جلو میں سطح زمین پر نزول کرتے ہیں تو طلوع فجر تک ان کا سلسلہ سلام جاری رہتا ہے۔ سورۃ القدر میں ہے:

تَنْزَلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ أَمْرٍ ۚ سَلَامٌ فَهِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝ (۲)

”اس (رات) میں فرشتے اور روح الامین (جبرائیل) اپنے رب کے حکم سے (خیر و برکت کے) ہر امر کے ساتھ اترتے ہیں ۝ یہ (رات) طلوع فجر تک (سراسر) سلامتی ہے ۝“

اس رات سپیدہ سحر نمودار ہونے تک ہر طرف سے سلام کی صدائیں آتی رہتی ہیں۔

۱۱۔ جب اہل ایمان کی میدانِ حشر میں آمد ہوگی تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے ان کی آپس میں ملاقات اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کا استقبال سلام سے ہوگا۔ ارشاد خداوندی ہے:

(۱) النور، ۲۴: ۶۱

(۲) القدر، ۹۷: ۵، ۴

سَلَامٌ قَوْلًا مِّن رَّبِّ رَحِيمٍ ۝ (۱)

”تم پر سلام ہو، (یہ) رب رحیم کی طرف سے فرمایا جائے گا“

۱۲۔ تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ سَلَامٌ۔ (۲)

”جس دن وہ اس سے ملیں گے ان (کی ملاقات) کا تحفہ سلام ہوگا۔“

جب اللہ سے ملاقات اور دیدار الہی کے لیے انہیں بلایا جائے گا تو اس دن سلام کا خاص تحفہ ان کی نذر کیا جائے گا، یہ سلام لمحات وصل کا خصوصی تحفہ اور ارمغان خاص ہوگا۔

۱۳۔ اللہ بزرگ و برتر نے اپنے برگزیدہ بندوں پر سلام بھیجنے کو بہت اہمیت دی ہے۔ قیامت کے دن جب وہ بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوں گے اور انہیں جنت میں داخل کیا جائے گا تو وہاں پر ان کا استقبال اللہ رب العزت کی طرف سے کلمات سلام سے کیا جائے گا۔ قرآن مجید میں کئی مقامات پر اس کا ذکر ہے:

وَنَادُوا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ سَلِّمُوا عَلَيْهِمْ۔ (۳)

”اور وہ اہل جنت کو پکار کر کہیں گے کہ تم پر سلامتی ہو۔“

۱۴۔ جَنَّتٍ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّتِهِمْ وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ ۝ سَلَامٌ عَلَيْهِمْ

بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعَمَ عُقْبَى الدَّارِ ۝ (۴)

”(جہاں) سدا بہار باغات ہیں ان میں وہ لوگ داخل ہوں گے اور ان کے آباء و اجداد اور ان کی بیویاں اور ان کی اولاد میں سے جو بھی نیکوکار ہوگا اور

(۱) یس، ۳۶: ۵۸

(۲) الأحزاب، ۳۳: ۴۴

(۳) الأعراف، ۷: ۴۶

(۴) الرعد، ۱۳: ۲۳، ۲۴

فرشتے ان کے پاس (جنت کے) ہر دروازے سے آئیں گے (انہیں خوش آمدید کہتے اور مبارک باد دیتے ہوئے کہیں گے) ○ تم پر سلامتی ہو تمہارے صبر کرنے کے صلہ میں، پس (اب دیکھو) آخرت کا گھر کیا خوب ہے ○“

۱۵۔ الَّذِينَ تَتَوَفَّوهُمْ الْمَلَائِكَةُ طَبِيبِينَ يَقُولُونَ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ○^(۱)

”جن کی روحیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ (نیکی و اطاعت کے باعث) پاکیزہ اور خوش و خرم ہوں (ان سے فرشتے قبضِ روح کے وقت ہی کہہ دیتے ہیں: تم پر سلامی ہو تم جنت میں داخل ہو جاؤ اُن (اعمالِ صالحہ) کے باعث جو تم کیا کرتے تھے“ ○

۱۶۔ فَسَلِّمْ لَكَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ ○^(۲)

”تو (اس سے کہا جائے گا: تمہارے لئے دائیں جانب والوں کی طرف سے سلام ہے (یا اے نبی! آپ پر اصحابِ یمن کی جانب سے سلام ہے) ○“

اس مضمون سے جس چیز کی وضاحت مقصود ہے اور جس نکتے پر زور دینا مطلوب ہے وہ سلام کی اہمیت و خصوصیت سے متعلق ہے۔ سلام کو عام کرنے کا عمل اللہ تعالیٰ، جبرائیل عليه السلام اور تمام ملائکہ کی سنت ہے۔ شبِ قدر میں آسمانوں کی بلندیوں سے فرشتوں کا روئے زمین پر نزولِ اِجْلال ساکنانِ عالمِ بالا کا معمول ہے۔ مومنین اور مقبولانِ الہی کا جنت میں داخلہ سلام سے ہوگا اور لقاۃ الہی کے وقت صالح اور نیکوکار بندوں کا استقبال بھی سلام کے تحفے سے کیا جائے گا۔ انبیاء کرام علیہم السلام کا معمول رہا ہے کہ اپنی ولادت کے دن کے حوالے سے ان کی زبانوں پر قرآن حکیم کے ارشاد کے مطابق وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ کے کلمات تھے۔ یہ ارشادِ خداوندی سلام کی خصوصی اہمیت و

(۱) النحل، ۱۶: ۳۲

(۲) الواقعة، ۵۶: ۹۱

معنویت پر دلالت کرتا ہے۔

۳۔ سلام کی مستقل حیثیت

قرآن حکیم کے درج ذیل ارشاد پر عمل کے اعتبار سے بعض ذہنوں میں مغالطہ پایا جاتا ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ
وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (۱)

”بے شک اللہ اور اُس کے (سب) فرشتے نبیؐ (مکرم ﷺ) پر درود بھیجتے رہتے ہیں، اے ایمان والو! تم (بھی) اُن پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو“

اللہ رب العزت کا یہ فرمان اہل ایمان کے نام پیغام ہے۔ اللہ رب العزت نے صلوٰۃ اور سلام میں فرق اور امتیاز کیا ہے، بعض لوگ سلام کے تصور یا سلام کے جداگانہ تشخص پر اعتراض کرتے ہیں اور تنقید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ سلام پہلے ہی صلوٰۃ (درود ابراہیمی) میں شامل کر دیا گیا ہے، جیسا کہ مذکور ہے:

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ
وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ.

ان کے نزدیک سلام، صلوٰۃ ہی کا حصہ ہے۔ اس لیے اس کی علیحدہ سے کوئی ضرورت نہیں۔ یہ نقطہ نظر درست نہیں کیوں کہ سلام، صلوٰۃ کا حصہ ہونے کے باوجود ایک جداگانہ تشخص رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مندرجہ بالا آیت مبارکہ میں دو باتوں کا حکم دیا ہے:

۱۔ صَلُّوا عَلَیْهِ (تم ان پر درود بھیجا کرو)۔

۲۔ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (اور خوب سلام بھیجا کرو)۔

یہاں باری تعالیٰ نے صلوٰۃ و سلام دونوں کا الگ الگ بیان فرمایا ہے لہذا جس طرح دو الگ الگ حکم ہیں ان کی تعمیل کے تقاضے بھی الگ الگ ہیں، اور آپ ﷺ کی بارگاہ میں صلوٰۃ و سلام دونوں کے نذرانے پیش کیے جائیں گے۔

درج ذیل پہلوؤں سے سلام کی اہمیت مزید اجاگر ہوتی ہے:

(۱) حمد کی قبولیت بہ واسطہ سلام

سلام کی اہمیت اس قدر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد کی قبولیت کا انحصار سلام پر ہے۔
قرآن حکیم فرماتا ہے:

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ وَسَلٰمٌ عَلٰی الْمُرْسَلِيْنَ ۝
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝^(۱)

”آپ کا رب جو عزت کا مالک ہے اُن (باتوں) سے پاک ہے جو وہ بیان کرتے ہیں ۝ اور (تمام) رسولوں پر سلام ہو ۝ اور سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے ۝“

ان آیات میں اللہ رب العزت اپنی تعریف و تمجید میں مشغول بندوں سے فرما رہا ہے کہ میری ذات تمہاری تعریفوں کی حد اور گنجائش سے کہیں بلند و برتر ہے۔ تم میری تعریف اور مدح و ستائش کا حق ادا ہی نہیں کر سکتے۔ میری عظمت اور بزرگی کا ادراک تمہارے بس کی بات نہیں۔ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری تعریفیں مجھ تک رسائی پاسکیں اور تمہاری حمدیں میری بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازی جائیں تو اس کے لیے تمہیں میرے

پیغمبروں پر سلام بھیجنا ہوگا۔ سلام ہی ذریعہ مدح و ستائش ہے۔ جب تک انبیاء و رسل کے واسطے سلام کو درمیان میں نہ لایا جائے گا تب تک تمہاری تعریفوں اور حمدوں کی رسائی مجھ تک نہ ہو سکے گی۔ سو مجھ تک رسائی کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ ”سلام علی المرسلین“ یعنی انبیاء و مرسلین پر سلام بھیجنے سے مشروط ہے۔ تمہارا پیغمبروں پر سلام بھیجنا رافع حمد بن جائے گا اس لیے کہ ان پر بھیجا ہوا سلام ہمیشہ قابل قبول ہوتا ہے۔ صلوٰۃ اور سلام کی معیت میں آئی ہوئی حمد کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں اور وہ ہمیشہ میری بارگاہ تک رسائی حاصل کر لیتی ہے۔

(۲) تشہد میں سلام

نماز میں تشہد کا آغاز کلماتِ حمد سے کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ پر سلام بھیجا جاتا ہے۔ بعد ازاں شہادت ہے جس میں توحید اور رسالت کی گواہی دی جاتی ہے، پھر آپ ﷺ پر درود اور آخر میں دعا ہے۔ اس طرح حالتِ تشہد میں دعا کے ساتھ نماز کا خاتمہ ہوتا ہے۔ اگر تجزیہ کیا جائے تو پورے تشہد میں کل چار چیزیں ہوتی ہیں:

۱۔ حمد: تشہد کا حصہ اول خالصتاً اللہ تعالیٰ کی تعریف کے لیے وقف ہے:

التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبٰتُ

۲۔ سلام: دوسرا حصہ حضور نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس پر سلام کے لیے مختص ہے:

السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ

اس طرح ایک حصہ اللہ ﷻ کے لیے اور ایک حصہ حضور نبی اکرم ﷺ کے لیے

خاص ہے۔

۳۔ شہادت: تیسرا حصہ شہادت ہے جو اللہ اور رسول ﷺ کے لیے مشترک ہے:

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

اس میں نصف حصہ اللہ تعالیٰ کے لیے اور نصف حصہ رسول اللہ ﷺ کے لیے

ہے۔

۴۔ صلوٰۃ: چوتھا حصہ صلوٰۃ ہے جو خالصتاً رسول اللہ ﷺ کے لیے ہے:

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ
وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ. اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ
وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ
إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ.

چنانچہ تشہد کے اجزائے ترکیبی کا تناسب جو اللہ تعالیٰ کو مقبول ہے یہ ہے کہ عبادت کا اڑھائی حصہ رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام کے لیے خاص ہے جبکہ ڈیڑھ حصہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے لیے خاص ہے۔ اس کے ساتھ جب دعا کو ملایا جائے تو ہماری نماز اور دعا قبول ہوتی ہے۔ تکمیل صلوٰۃ کے بعد خروج عن الصلوٰۃ کے لیے بھی سلام ہی کفایت کرتا ہے، اس لیے کہ نماز کو عملِ سلام پر ہی ختم کیا جائے گا:

السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ

اور یہ سلام حضور نبی اکرم ﷺ کے علاوہ آپ ﷺ کی اُمت کے اولیاء و صالحین، مومنین اور تمام افرادِ اُمت کے لیے ہے۔ گویا ہر طرف سلام ہی سلام ہے۔

اس بحث سے سلام کی اہمیت اور اس کے بارے میں تاکید کا اندازہ ہوتا ہے۔

اس کے بعد ہم سلام سے کیسے گریز کر سکتے ہیں؟

(۳) صلوٰۃ کے بعد سلام بھیجنے کا حکم نبوی ﷺ

حضور نبی اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو آرزوِ راہِ ہدایت تلقین فرمائی ہے کہ وہ جہاں

کہیں بھی ہوں صلوٰۃ کے بعد آپ ﷺ پر سلام بھیجتے رہیں۔

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما اپنے جد امجد حضرت علی ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

وَصَلُّوا عَلَيَّ وَسَلِّمُوا حَيْثُمَا كُنْتُمْ، فَسَيَّلُغْنِي سَلَامَكُمْ
وَصَلَاتِكُمْ-^(۱)

”اور تم جہاں بھی ہو مجھ پر درود و سلام بھیجتے رہا کرو، تمہارے درود و سلام مجھ تک (خود) پہنچتے ہیں۔“

اس حدیث شریف میں دو باتوں کی تلقین کی گئی ہے: ایک صلوٰۃ اور دوسرا سلام۔ لہذا جب حضور ﷺ کا واضح ارشاد ہے کہ ”مجھ پر درود پڑھو اور سلام بھیجو“ تو پھر ہم انہیں کیسے ایک تصور کر سکتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ہمیشہ اپنے نام لیواؤں کو یہی تلقین فرمائی کہ مجھ پر صلوٰۃ اور سلام بھیجا کرو۔

۴۔ درود و سلام کی بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں رسائی

اُمّتی کا یہ نذرانہ بارگاہِ سرورِ کونین ﷺ میں مختلف طریقوں سے پہنچتا ہے جس کا ثبوت متعدد احادیث سے ملتا ہے۔ ذیل میں ہم اُن احادیث مبارکہ کو متعلقہ عنوانات

(۱) ۱۔ ابن اسحاق اُزدی، فضل الصلاة علی النبی ﷺ: ۳۵، رقم: ۲۰

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۶۷، رقم: ۸۷۹۰

۳۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۲: ۱۵۰، رقم: ۷۵۴۲

۴۔ ابن کثیر کی ’تفسیر القرآن العظیم (۳: ۵۱۵)‘ میں بیان کردہ روایت میں فَسَيَّلُغْنِي کی بجائے فَتَبَلُّغْنِي کا لفظ بیان کیا گیا ہے۔

۵۔ عسقلانی نے بھی ”لسان المیزان (۲: ۱۰۶)“ میں فَتَبَلُّغْنِي کا لفظ ذکر کیا ہے۔

۶۔ ہندی نے ’کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال (۱: ۴۹۸)‘ رقم:

(۲۱۹۹) میں لکھا ہے کہ اسے حکیم ترمذی نے روایت کیا ہے۔

کے تحت بیان کر رہے ہیں:

(۱) درود و سلام کا بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں براہِ راست پہنچنا

یہ تاجدارِ کائنات ﷺ کے خصائص میں سے ہے کہ اُمتی جہاں کہیں بھی ہوں اُن کی طرف سے پیش کیا جانے والا درود و سلام بلا واسطہ خود بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں پہنچتا ہے۔ اس کے لیے احادیث میں تَبْلُغُنِي، فَتَبْلُغُنِي، يَبْلُغُنِي، فَسَيَبْلُغُنِي وغیرہ جیسے الفاظ وارد ہوئے ہیں، جو لغوی اعتبار سے معروف کے صیغے ہیں مچھول کے نہیں، اور ان صیغوں کا فاعل خود صلاتکم اور سلامکم ہے، جیسا کہ مندرجہ ذیل روایات سے ظاہر ہے:

۱- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

صَلُّوا عَلَيَّ، فَإِنَّ صَلَاتِكُمْ تَبْلُغُنِي حَيْثُ كُنْتُمْ۔^(۱)

”مجھ پر درود بھیجتے رہو، بے شک تمہاری طرف سے بھیجے گئے درود (خود) مجھ تک پہنچتے ہیں خواہ تم کہیں بھی ہو۔“

(۱) ۱- أبوداؤد، السنن، کتاب المناسك، باب زيارة القبور، ۲: ۱۷۶، رقم:

۲۰۴۲

۲- أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۶۷

۳- ابن أبي شيبة، المصنف، ۲: ۱۵۰، رقم: ۷۵۴۲

۴- طبرانی، المعجم الأوسط، ۸: ۸۲، ۸۳، رقم: ۸۰۳۰

۵- بیہقی، شعب الإيمان، ۳: ۴۹۱، رقم: ۴۱۶۲

۶- مقریزی، إمتاع الأسماع بما للنبي ﷺ من الأحوال والأموال والحفدة

والمتاع، ۱۱: ۵۹، ۷۱

۷- ابن قیم، جلاء الأفهام في الصلاة والسلام على خير الأنام ﷺ، ۴۲،

رقم: ۶۱

۸- ابن كثير، تفسير القرآن العظيم، ۳: ۵۱۴

۹- عسقلانی، فتح الباری، ۶: ۴۸۸

۲۔ حضرت علی بن حسین اپنے دادا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فإن تسليمكم يبلغني أين ما كنتم۔^(۱)

”پس تم جہاں کہیں بھی ہو تمہارے سلام مجھ تک (خود) پہنچتے ہیں۔“

۳۔ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

صلوا عليّ وسلّموا، فإن صلاتكم وسلامكم يبلغني أين ما كنتم۔^(۲)

”مجھ پر درود و سلام بھیجتے رہا کرو، بے شک تمہارے درود و سلام (خود) مجھ تک پہنچتے ہیں اگرچہ تم جہاں بھی ہو۔“

۴۔ سیدنا حسن بن حسن بن علی رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حيثما كنتم فصلوا عليّ، فإن صلاتكم تبليغي۔^(۳)

(۱) ۱۔ أبو يعلى، المسند، ۱: ۳۶۱، رقم: ۴۶۹

۲۔ مقدسی، الأحاديث المختارة، ۲: ۴۹، رقم: ۴۲۸

۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ۴: ۳

۴۔ عسقلانی، لسان الميزان، ۲: ۱۰۶

(۲) ۱۔ أبو يعلى، المسند، ۱۲: ۱۳۱، رقم: ۶۷۱

۲۔ ابن قیّم، جلاء الأفهام فی الصلاة والسلام علی خیر الأنام صلی اللہ علیہ وسلم: ۴۲، رقم: ۶۰

(۳) ۱۔ طبرانی، المعجم الكبير، ۳: ۸۲، رقم: ۲۷۲۹

۲۔ أحمد بن حنبل نے ”المسند (۴: ۳۶۷)“ میں ان الفاظ کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت لی ہے۔

”تم جہاں کہیں بھی ہو مجھ پر درود بھیجتے رہا کرو، بے شک تمہارے درود مجھ تک پہنچتے ہیں۔“

۵۔ سیدنا حسن بن حسین رضی اللہ عنہما ہی روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

وَصَلُّوا عَلَيَّ، فَإِنْ صَلَاتِكُمْ تَبْلُغُنِي حَيْثَمَا كُنْتُمْ۔^(۱)

”اور مجھ پر درود بھیجتے رہا کرو، بے شک تمہارے درود (خود) مجھ تک پہنچتے ہیں اگرچہ تم جہاں بھی ہو۔“

(۲) درود و سلام براہِ راست حضور ﷺ سماعت کرتے ہیں

درود شریف وہ مقبول ترین اور پاکیزہ عمل ہے جس میں ربِّ کائنات بھی اپنے

۳۔ طبرانی نے ”المعجم الأوسط (۱: ۲۳۸، رقم: ۳۶۷)“ میں راوی کا نام حسین بن حسن بن علی ؑ لکھا ہے۔

۴۔ عبد الرزاق نے ”المصنف (۳: ۵۷۷، رقم: ۶۷۶)“ میں اسے ذرا مختلف الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔

۵۔ دولابی، الذریۃ الطاہرۃ: ۷۳، رقم: ۱۹۹

۶۔ منذری نے ”الترغیب والترہیب من الحدیث الشریف (۲: ۳۶۲)“

میں کہا ہے کہ اسے طبرانی نے ”المعجم الكبير“ میں حسن اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔

۷۔ ہیشمی، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ۱۰: ۱۶۲

۸۔ ابن قیم، جلاء الأفہام فی الصلّٰة والسّلام علی خیر الأنام ﷺ: ۴۲،

رقم: ۶۱

(۱) ۱۔ ابن إسحاق أزدی، فضل الصلّٰة علی النبی ﷺ: ۴۵، رقم: ۳۰

۲۔ ابن أبی شیبۃ، المصنف، ۲: ۱۵۰، رقم: ۷۵۴۳

۳۔ عبد الرزاق نے ’المصنف (۳: ۱۷۷، رقم: ۳۸۳۹)‘ میں یہ روایت حضرت

حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے۔

ملائکہ اور بندوں کے ساتھ شریک ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب گرامی ﷺ کو یہ خصوصیت عطا فرمائی ہے کہ آپ ﷺ اپنے اُمتیوں کا درود و سلام سُنتے ہیں۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

أَكثَرُوا الصَّلَاةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَإِنَّهُ يَوْمٌ مَشْهُودٌ تَشْهَدُهُ
الْمَلَائِكَةُ، لَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يَصَلِي عَلَيَّ إِلَّا بَلَغَنِي صَوْتَهُ حَيْثُ كَانَ۔

”جمعہ کے روز مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو، بے شک جمعہ کا دن یوم مشہود ہے (کیوں کہ) اس میں ملائکہ حاضر ہوتے ہیں۔ جو آدمی مجھ پر درود پڑھے اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے خواہ وہ کسی بھی جگہ پڑھے۔“

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا آپ کی وفات کے بعد بھی ہم یہ عمل جاری رکھیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

وَبَعْدَ وَفَاتِي، إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ حَرَّمَ عَلَيَّ الْأَرْضَ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ
الْأَنْبِيَاءِ۔^(۱)

”ہاں! میری وفات کے بعد بھی (تم یہ عمل جاری رکھو)، بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے جسموں کو کھانا حرام کر دیا ہے۔“

(۱) ۱- ابن قیم نے ”جلاء الأفهام فی الصلوة والسلام علی خیر الأنام ﷺ

(ص: ۶۳، رقم: ۱۰۸) میں کہا ہے کہ اسے طبرانی نے روایت کیا ہے۔

۲- ہیتمی، الدر المنضود فی الصلوة والسلام علی صاحب المقام

المحمود ﷺ: ۱۵۵، ۱۵۶

۳- سخاوی نے ”القول البدیع فی الصلوة علی الحبيب الشفیع (ص:

۱۵۸، ۱۵۹) میں کہا ہے کہ اسے طبرانی نے روایت کیا ہے۔

۴- نہانی، حجة الله علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ﷺ:

اس حدیث مبارکہ میں بَلَّغْنِي صَوْتُهُ کے الفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ کوئی فرشتہ صلوٰۃ و سلام حضور ﷺ کی بارگاہ تک نہیں پہنچاتا بلکہ آپ ﷺ خود بلا واسطہ درود و سلام پڑھنے والے کی آواز سماعت فرماتے ہیں۔ اس میں دور و نزدیک کی قید ہے نہ کسی کا پہنچانا شرط ہے بلکہ خود حضور ﷺ کا سنا ثابت ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان (۱۲۷۲-۱۳۳۰ھ) نے کیا خوب کہا ہے:

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان
کان لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام^(۱)

ایک مرتبہ حضور نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ جو آپ ﷺ پر نزدیک سے درود بھیجتے ہیں، دور سے درود بھیجتے ہیں اور بعد میں آنے والے بھی بھیجیں گے، کیا یہ سب درود آپ ﷺ کو پیش کیے جاتے ہیں؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

أسمع صلاة أهل محبتی وأعرفهم۔^(۲)

”میں اہل محبت کا درود خود سنتا ہوں اور انہیں پہچانتا (بھی) ہوں۔“

اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ اہل محبت کا درود نہ صرف خود سنتے ہیں بلکہ بھیجنے والوں کو پہچانتے بھی ہیں، اگرچہ وہ دور کسی مقام پر اور بعد کے کسی زمانے میں ہی کیوں نہ ہوں۔

(۱) احمد رضا خان، حدائقِ بخشش، ۲: ۲۰۶

(۲) ۱- جزولی، دلائل الخیرات و شوارق الأنوار فی ذکر الصلاة علی النبی

المختار ﷺ: ۱۸

۲- فاسی، مطالع المسرات بجلاء دلائل الخیرات و شوارق الأنوار فی ذکر

الصلاة علی النبی المختار ﷺ: ۸۱

(۳) حضور ﷺ سلام کا جواب بھی عطا فرماتے ہیں

حضور نبی اکرم ﷺ نہ صرف اُمت کی طرف سے بھیجا جانے والا درود و سلام سنتے ہیں بلکہ اس کا جواب بھی مرحمت فرماتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

ما من أحد يسلم عليّ إلا ردّ الله عليّ رُوحِي، حتى أُرَدّ عليه السّلام۔^(۱)

”جب کوئی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح واپس لوٹا دیتا ہے، یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

ما من مسلم سلّم عليّ في شرق ولا غرب، إلا أنا وملائكة ربّي نردّ عليه السّلام۔^(۲)

(۱) ۱- أبوداود، السنن، كتاب المناسك، باب زيارة القبور، ۲: ۱۷۵، رقم: ۲۰۴۱

۲- أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۵۲۷

۳- طبرانی، المعجم الأوسط، ۴: ۸۳، رقم: ۳۱۱۶

۴- بیہقی، السنن الكبرى، ۵: ۲۳۵

۵- بیہقی، شعب الإيمان، ۲: ۲۱۷، رقم: ۱۵۸۱

۶- منذری، الترغیب و الترهیب من الحدیث الشریف، ۲: ۳۶۲، رقم: ۲۵۷۳

۷- بیہمی، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ۱۰: ۱۶۲

(۲) ۱- أبونعیم، حلیة الأولیاء و طبقات الأصفياء، ۶: ۳۴۹

۲- مقریزی، إمتاع الأسماع بما للنبي ﷺ من الأحوال والأموال والحفدة والمتاع، ۱۱: ۵۹

”مشرق و مغرب میں جو مسلمان بھی مجھ پر سلام بھیجتا ہے میں اور میرے رب کے فرشتے اُس کے (بھیجے ہوئے) سلام کا جواب دیتے ہیں۔“

(۴) ملائکہ کا بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں سلام پیش کرنا

حضور نبی اکرم ﷺ کی شان ہے کہ خود بھی اپنے غلاموں کا درود و سلام سنتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ فرشتے اَدباً حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہِ بے کس پناہ میں آپ ﷺ کی اُمت کا سلام پہنچاتے ہیں۔

حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

من صلى عليّ في يوم الجمعة و ليلة الجمعة مائة مرة، قضى الله له مائة حاجة: سبعين من حوائج الآخرة و ثلاثين من حوائج الدنيا، ثم يوكل الله بذلك ملكًا يدخله في قبري كما يدخل عليكم الهدايا، يخبرني من صلى عليّ باسمه و نسبه إلى عشيرته، فأثبته عندي في صحيفة بيضاء۔^(۱)

”جو شخص مجھ پر جمعہ کے روز اور جمعہ کی رات درود پڑھے اللہ اُس کی سواحاتیں پوری کرتا ہے، ستر آخرت کی اور تیس دُنیا کی۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک

..... ۳- ابن قیم، جلاء الأفهام في الصلاة والسلام على خير الأنام ﷺ: ۱۹، رقم: ۲۰

۴- سخاوی، القول البدیع فی الصلاة علی الحبيب الشفیع ﷺ: ۱۵۶
(۱) ۱- بیہقی، شعب الإيمان، ۳: ۱۱۱، رقم: ۳۰۳۵

۲- فیروز آبادی، الصلوات والبشر فی الصلاة علی خیر البشر ﷺ: ۷۷

۳- سیوطی، الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور، ۵: ۲۱۹

۴- زرقانی، شرح المواهب اللدنیة بالمنح المحمدیة، ۷: ۳۷۲

۵- سخاوی، القول البدیع فی الصلاة علی الحبيب الشفیع ﷺ: ۱۵۶

فرشتہ مقرر کر دیتا ہے جو (اُس کی طرف سے) میری قبر میں اِس طرح درود پیش کرتا ہے جس طرح تمہیں ہدیے پیش کیے جاتے ہیں۔ وہ مجھے اُس آدمی کے نام و نسب کی اُس کے خاندان سمیت خبر دیتا ہے، پس میں اُسے اپنے پاس سفید صحیفے میں ثبت (ریکارڈ) کر لیتا ہوں۔“

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے

فرمایا:

إِنَّ لِلَّهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ فِي الْأَرْضِ، يَبْلَغُونِي مِنْ أُمَّتِي السَّلَامَ۔^(۱)
 ”اللہ ﷻ کے بہت سے فرشتے ایسے ہیں جو زمین پر پھرتے رہتے ہیں، اور میری اُمت کی طرف سے جو سلام بھیجا جاتا ہے مجھے پہنچاتے ہیں۔“
 حضرت ابو امامہ ؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

أَكثَرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِي كُلِّ يَوْمٍ جُمُعَةٍ، فَإِنَّ صَلَاةَ أُمَّتِي تُعْرَضُ

(۱) ۱- نسائی، السنن، کتاب السہو، باب السلام علی النبی، ۳: ۳۱، رقم: ۱۲۸۲

۲- نسائی، عمل الیوم و اللیلة: ۱۶۷، رقم: ۶۶

۳- أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۳۸۷، ۴۴۱، ۴۵۲

۴- دارمی، السنن، ۲: ۴۰۹، رقم: ۲۷۷۴

۵- ابن حبان، الصحیح، ۳: ۱۹۵، رقم: ۹۱۴

۶- بزار، البحر الزخار (المسند)، ۵: ۳۰۷، ۳۰۸، رقم: ۱۹۲۴، ۱۹۲۵

۷- أبویعلی، المسند، ۹: ۱۳۷، رقم: ۵۲۱۳

۸- عبد الرزاق، المصنف، ۲: ۲۱۵، رقم: ۳۱۱۶

ابن حبان کی بیان کردہ روایت کی اسناد امام مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح ہیں اور اس کے رجال ثقہ ہیں۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے جبکہ ذہبی نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔ ابن قیم نے اس کی اسناد کو صحیح کہا ہے۔

علیٰ فی کلّ یوم جمعة، فمن كان أكثرهم علیٰ صلاة كان أقربهم
منی منزلة۔^(۱)

”ہر جمعہ کے روز مجھ پر کثرت کے ساتھ درود پڑھو، بے شک میری اُمت کا
درود ہر جمعہ کے دن مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ پس جس نے مجھ پر کثرت سے
درود بھیجا وہ مرتبہ کے اعتبار سے سب سے بڑھ کر میرے قریب ہوگا۔“

ان احادیثِ مبارکہ سے یہ بھی واضح ہوا کہ حضور نبی اکرم ﷺ دور و نزدیک
ہر جگہ سے اپنے اُمتیوں کی طرف سے پیش کیا جانے والا درود و سلام سنتے ہیں۔ فرشتہ
صرف از روئے اَدب آپ ﷺ کی بارگاہ میں اُمتیوں کی طرف سے پیش کیا جانے والا
درود و سلام پہنچاتا ہے، ورنہ آپ ﷺ تک تمام اُمتیوں کے درود و سلام کی نہ صرف آواز
پہنچتی ہے بلکہ آپ ﷺ جواب بھی مرحمت فرماتے ہیں۔ اتنے واضح احکامات اور کثیر
فضائل کے باوجود بھی اگر کوئی صلاۃ و سلام پر اعتراض کرے اور اس کے لیے منعقدہ محافلِ
میلاد پر طعن و تشنیع کرے تو اسے صرف بدبختی پر محمول کیا جائے گا۔ انہیں چاہیے کہ قرآن و

(۱) ۱۔ بیہقی، شعب الإیمان، ۳: ۱۱۰، رقم: ۳۰۳۲

۲۔ بیہقی، السنن الكبرى، ۳: ۲۳۹، رقم: ۵۷۹۱

۳۔ دیلمی، الفردوس بمانور الخطاب، ۱: ۸۱، رقم: ۲۵۰

۴۔ منذری، الترغیب والترہیب من الحدیث الشریف، ۲: ۳۲۸، رقم:

۲۵۸۳

۵۔ سبکی، شفاء السقام فی زیارة خیر الأنام: ۱۳۶

۶۔ مقریزی، إمتاع الأسماع بما للنبي ﷺ من الأحوال والأموال والحفدة

والمناجاة، ۱۱: ۶۶

۷۔ ابن قیم، جلاء الأفهام فی الصلاۃ والسلام علی خیر الأنام ﷺ: ۳۰،

رقم: ۵۶

۸۔ عظیم آبادی، عون المعبود علی سنن أبي داؤد، ۳: ۲۷۲

سنت کے دلائل کے روشنی میں حقائق کی معرفت حاصل کریں۔

ہم نے اس باب میں درود و سلام کی فضیلت و اہمیت بارے صرف چند احادیث بیان کی ہیں، ورنہ اس موضوع پر احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے، ائمہ نے اس موضوع پر الگ کتب تالیف کی ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے ہماری کتاب البدر التمام فی الصلوٰۃ علیٰ صاحبِ الدُّنُوِّ وَالْمَقَامِ ﷺ کا مطالعہ کریں۔



باب پنجم



محفلِ میلادِ النبی ﷺ میں بہ حالتِ قیام حضور نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ ستودہ صفات پر سلام عرض کرنا مہمانِ مصطفیٰ ﷺ کا خاصہ ہے اور یہ نہایت پسندیدہ عمل ہے۔ جس طرح حضور نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ ظاہری میں آپ ﷺ کی تعظیم و توقیر اہلِ اسلام پر واجب تھی اور صحابہ کرام نہایت محتاط رہتے کہ آپ ﷺ کے ادب و احترام میں کوئی کوتاہی نہ ہونے پائے، اسی طرح آج بھی آپ ﷺ کی تعظیم و توقیر امت پر واجب ہے۔ محفلِ میلاد یا محفلِ نعت کے دوران میں آپ ﷺ پر سلام پڑھتے وقت احتراماً کھڑے ہونا اسی ادب و تعظیم کا تسلسل ہے۔ جس محفل میں تعظیمِ رسول ﷺ سے سرشار ہو کر قیام کیا جائے اس پر یقیناً انوار و برکاتِ الہیہ کا نزول ہوتا ہے۔ بعض لوگوں نے تاجدارِ کائنات ﷺ کے ادب و احترام میں قیام کرنے کو بھی باعثِ نزاع امر بنا دیا ہے اور ان کے نزدیک یہ غیر شرعی امر ہے۔ ذیل میں ہم اس حوالہ سے چند ضروری امور زیر بحث لائیں گے:

۱۔ کیا قیام صرف اللہ ﷻ کے لیے خاص ہے؟

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ قیام ذاتِ باری تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لیے جائز نہیں۔ ان کے نزدیک قیامِ عبادت ہے اور عبادت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے۔ لہذا کسی اور کے لیے قیامِ شرک کے زمرے میں آتا ہے۔ اس لیے حضور نبی اکرم ﷺ کے میلاد کی محفل میں قیام ناجائز ہے۔ یہ اعتراض لغو اور بیہودہ ہے۔ اس لیے کہ اگر قیامِ عبادت کا حصہ ہے اور صرف خدا کے لیے ہے تو پھر قعود (بیٹھنا) اور لیٹنا بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہونا چاہیے کیوں کہ یہ بھی تو قرآن کی رو سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حصہ

ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ۔^(۱)

”یہ وہ لوگ ہیں جو (سراپا نیاز بن کر) کھڑے اور (سراپا ادب بن کر) بیٹھے اور (ہجر میں تڑپتے ہوئے) اپنی کروٹوں پر (بھی) اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں۔“

اس آیہ کریمہ میں عبادت اور ذکرِ الہی کرنے کی تین حالتیں بیان ہوئی ہیں: اٹھنا، بیٹھنا اور لیٹنا۔ اگر قیام اللہ تعالیٰ کے لیے ہے تو پھر بیٹھنا اور لیٹنا کس کے لیے ہے؟ آیت کی رو سے بیٹھنا بھی اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہو گیا اور لیٹنا بھی اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہو گیا، اگر قیام کو شرک مان لیا جائے تو قعود اور لیٹنے کی حالتیں بھی شرک قرار پائیں گی کیوں کہ یہ بھی ذکرِ الہی اور عبادتِ الہی کا جزو ہیں، پھر باقی کیا بچا؟ اس طرح تو سارا نظامِ حیات درہم برہم ہو کر رہ جائے گا اور انسان کا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لیے اٹھنا، بیٹھنا اور لیٹنا سب شرک ہو جائے گا۔ لہذا ان حرکات و سکنات کو صرف عبادت اور ذکرِ الہی کے لیے خاص کر دینا ایک مضحکہ خیز بات ہے۔

عبادت اور تعظیم کے درمیان فرق کی مزید وضاحت درج ذیل ہے:

(۱) عبادت کی مختلف حالتیں فی نفسہ عبادت نہیں

یہ بات ذہن نشین رہے کہ یہ حالتیں فی نفسہ عبادت ہیں نہ ان کا شرک سے کوئی تعلق ہے کیوں کہ عبادت میں اصل چیز نیت ہے اور نیت کے بارے میں حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ۔^(۲)

(۱) آل عمران، ۳: ۱۹۱

(۲) ۱- بخاری، الصحيح، کتاب بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي إلى

رسول الله ﷺ، ۱: ۳، رقم: ۱

”اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔“

کوئی عمل نیت کے بغیر مقبول نہیں، لہذا دورانِ قیام ہاتھ باندھنے کا بھی عبادت سے کوئی تعلق نہیں جب تک کہ اس میں نیت کو شامل نہ کر لیا جائے۔ اَز رُوئے فقہ و شرع قیام کے فرائض و واجبات میں یہ شامل نہیں کہ قیام محض کھڑے ہونے کی حالت کو کہتے ہیں۔ یہ ایک جداگانہ عمل ہے جس کا ہاتھ باندھنے یا نہ باندھنے سے کوئی تعلق نہیں۔ حنفی، شافعی، حنبلی اور مالکی طریقوں میں وہ جس طرح بھی قیام کریں سب حالتیں فقہ کی رُو سے جائز ہیں۔ ایک کے نزدیک ہاتھ باندھنا اللہ کے لیے عبادت ہے اور دوسرے کے نزدیک ہاتھ کھلے چھوڑے رکھنا، بشرطیکہ اس میں نیت کا عنصر شامل ہو۔ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرا قیام عمل عبادت ہے اور تمہارا ”قیام برائے تعظیم“ شرک ہے، کیوں کہ تعظیم میں عبادت کی نیت ہی شامل نہیں تو وہ شرک کیوں کر ہوگا۔ کون سی حالت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور کون سی اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں، اس کے تعین کا دار و مدار نیت پر ہے، اگر قیام عبادت کی نیت سے کیا جائے تو پھر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لیے کرنا شرک ہوگا، اگر تعظیم کے لیے ہو تو پھر شرک کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ عبادت اور تعظیم میں یہ فرق بہر حال ملحوظ رکھنا لازمی ہے کہ یہ حالت عبادت کے لیے ہے اور یہ تعظیم کے لیے۔ اس بحث کا حاصل یہ ہے کہ عبادت کا تعلق نیت سے ہے قیام سے نہیں، قیام مطلق کھڑے ہونا ہے، اس کا ہاتھوں کے ساتھ تعلق نہیں، کھولے جائیں یا باندھے جائیں برابر ہے۔

(۲) قیام عبادت ہے تو نماز کی باقی حالتیں کیا ہیں؟

اگر ہم ارکانِ نماز پر غور کریں تو نماز کی حالتوں میں قیام کے بعد رکوع و سجود، تومہ اور قعدہ اس کا حصہ ہیں۔ قیام نماز کا حصہ ہے تو قعود بھی نماز کا حصہ ہے، قیام عبادت ہے تو قعود (بیٹھنا) بھی عبادت ہے، قیام اللہ تعالیٰ کے لیے ہے تو قعود بھی اُسی کے لیے

..... ۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الإمامة، باب قوله إنما الأعمال بالنية وأنه

يدخل فيه الغزو وغيره من الأعمال، ۳: ۱۵۱۵، رقم: ۱۹۰۷

ہے۔ یہ سب حالتیں نماز کے فرائض و واجبات میں شامل ہیں اور قابلِ غور بات یہ ہے کہ تشہد میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ پر سلام بھیجنا بھی شامل کر دیا ہے اور اسے نماز کا جزو لاینفک بنا دیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ حالتیں غیر خدا کے لیے شرک ہوتیں تو آپ نماز میں شرک کے مرتکب ہو رہے ہوتے مگر ایسا نہیں کیوں کہ یہ حالتِ قعود و قیام اللہ تعالیٰ کے لیے عبادتاً ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے لیے تعظیماً ہیں، اگر دورانِ نماز حالتِ قعود میں حضور نبی اکرم ﷺ پر درود و سلام عبادتِ الہی شام نہیں ہوا تو نماز سے باہر قیام کو عبادتِ الہی کیسے تصور کر لیا جائے؟

(۳) کس طرح کا قیام عبادت ہے؟

نماز میں دورانِ قیام ہاتھ ناف کے نیچے باندھے جاتے ہیں، اگر کوئی نماز کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لیے ایسا کرے گا، جیسا کہ مغربی دنیا میں کسی کی خاطر ادب بجالانے کے لیے ایسا کیا جاتا ہے، تو کچھ لوگ کہیں گے: اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِيمَ، یہ عمل تو عبادت ہے لہذا شرک ہے۔ لیکن وہ فقہ مالکی اور جعفری کے لوگوں کے بارے میں کیا کہیں گے جو قیام کی حالت میں اپنے ہاتھ کھلے چھوڑ دیتے ہیں۔ ان مذاہب میں ارسال الیدین یعنی ہاتھوں کو کھلا چھوڑ کر قیام کرنا ہی عبادت ہے۔ تو کیا ہمیں یہ کہنا چاہیے کہ ان مذاہب میں اگر وہ نماز کے علاوہ کسی اور کے لیے ایسا کرتے ہیں تو شرک کے مرتکب ہوتے ہیں؟ بالکل نہیں، کیوں کہ ایسا کہنا فقدانِ علم کا نتیجہ ہوگا۔

۲۔ قیام اَز رُوئے سنت جائز ہے

گزشتہ بحث سے واضح ہو گیا ہے کہ قیام فی نفسہ عبادت نہیں، اس کے عبادت قرار پانے کا دار و مدار نیت پر ہے۔ قیام ایک جائز عمل ہے خواہ وہ تعظیم کے لیے ہو یا نہ ہو۔ سوال یہ ہے کہ کیا قیام ایک مسنون عمل ہے یا صرف جائز ہے؟ ذیل میں درج کی گئی تفصیلات میں اس کا اثبات براہِ راست احادیث سے کیا گیا ہے کہ قیام اَز رُوئے سنت جائز ہے:

۳۔ اقسامِ قیام

احادیثِ مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ دوسروں کے لیے قیام کرنا سنت نبوی ﷺ سے ثابت ہے اور قیام کرنے کی مختلف وجوہ اور اسباب ہیں۔ اس مضمون کے پیش نظر متعدد احادیث کے بالاستیعاب مطالعہ سے قیام کی درج ذیل سات صورتیں سامنے آتی ہیں:

۱۔ قیامِ استقبال

۲۔ قیامِ محبت

۳۔ قیامِ فرحت

۴۔ قیامِ تعظیم

۵۔ قیامِ اکرامِ انسانی

۶۔ قیامِ ذکر

۷۔ قیامِ سلام

یہ درجہ بندی اس مضمون کی تفہیم کو زیادہ آسان اور باضابطہ بنانے کے لیے کی گئی ہے۔

(۱) قیامِ استقبال

کسی معزز و محترم شخصیت یا رہنمائے ملت کی آمد پر کھڑے ہو کر استقبال کرنا قیامِ استقبال کہلاتا ہے اور اس کے جواز کی اصل سنتِ رسول ﷺ سے ماخوذ ہے۔

۱۔ غزوہٴ احزاب کے موقع پر یہود کے قبیلہ بنو قریظہ نے حضور نبی اکرم ﷺ سے عہد شکنی کی اور مسلمانوں کے خلاف کفار و مشرکین کی مدد کی۔ غزوہ کے بعد ان کو سزا دینے

کے لیے حضور نبی اکرم ﷺ وہاں تشریف لے گئے اور ان کے حسبِ منشا فیصلہ کے لیے ان کے حلیف قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ ؓ کو بلا بھیجا۔

حضرت ابوسعید خدری ؓ روایت کرتے ہیں:

فَأرسل النبي ﷺ إلى سعد فأتني على حمار، فلما دني من المسجد قال للأنصار: قوموا إلى سيدكم، أو خيركم-^(۱)

”جب حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت سعد کو بلا بھیجا، تو وہ دراز گوش پر سوار ہو کر آئے۔ پس جب وہ مسجد کے قریب پہنچے تو حضور نبی اکرم ﷺ نے انصار سے فرمایا: (اے قبیلے والو!) تم اپنے سردار یا اپنے سے بہتر کے لیے تعظیماً کھڑے ہو جاؤ۔“

روایت کے الفاظ - خیر کم - اس امر کے براہ راست مظہر ہیں کہ آپ ﷺ نے انہیں جس قیام کا حکم دیا وہ قیامِ استقبال تھا۔ اسے قیامِ تعظیم پر بھی محمول کیا جاسکتا ہے۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ حضرت سعد بن معاذ ؓ کی طبیعت ناساز تھی اور حضور نبی اکرم ﷺ نے صحابہ ؓ میں سے بعض کو حکم دیا کہ وہ کھڑے ہو کر سعد بن معاذ ؓ کو نیچے اترنے میں مدد دیں؟ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے کتنے لوگوں کو حکم دیا ہوگا؟ ایک دو یا تین کو۔ کسی کی ناسازی طبع کے باعث اُسے بلانے کے لیے صرف ایک یا

(۱) ۱- بخاری، الصحيح، کتاب المغازی، باب مرجع النبي ﷺ من

الأحزاب، ۴: ۱۵۱۱، رقم: ۳۸۹۵

۲- بخاری، الصحيح، کتاب الاستئذان، باب قول النبي ﷺ: قوموا إلى

سیدکم، ۵: ۲۳۱۰، رقم: ۵۹۰۷

۳- مسلم، الصحيح، کتاب الجہاد، باب جواز قتال من قرض العهد، ۳:

۱۳۸۸، رقم: ۱۷۶۸

۴- أبو داود، السنن، کتاب الأدب، باب ماجاء فی القيام، ۴: ۳۵۵، رقم:

دو آدمیوں کا بھیجا جانا ہی کافی ہوتا ہے، جب کہ یہاں حدیث کے الفاظ ہیں: قال للأَنْصار: قوموا إلی سیدکم (حضور نبی اکرم ﷺ نے انصار سے فرمایا: (اے قبیلے والو!) تم اپنے سردار کے لیے تعظیماً کھڑے ہو جاؤ)۔ آپ ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے قبیلہ سے تعلق رکھنے والے تمام لوگوں کو کھڑے ہونے کا حکم دیا۔ لہذا یہ گمان کرنا کہ یہ قیام تعظیم اور استقبال کے لیے نہیں بلکہ ایک بیمار شخص کی اعانت کے لیے تھا، متن حدیث کے خلاف ہے۔ یہ ارشاد تو اس معنی میں ہے کہ سیادت کی وجہ سے ان کا استقبال کرو۔ اگر ان کو اتارنا مقصود ہوتا - جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے - تو ایک یا دو افراد کو مامور کر دیا جاتا، تمام لوگوں کو کھڑا ہونے کا حکم نہ دیا جاتا۔ حدیث کے آخری الفاظ - أو خیر کم - بھی قیام استقبال پر ہی دلالت کر رہے ہیں۔

امام ابو داؤد (۲۰۲-۲۷۵ھ) نے یہ حدیث اپنی السنن میں ”کتاب الأدب“ کے باب ”ما جاء فی القیام“ کے تحت بیان کی ہے جس میں انہوں نے دوسرے لوگوں کے لیے کھڑے ہونے کے آداب پر احادیث بیان کی ہیں۔ لہذا یہ اعتراض بالکل بے بنیاد ہے کیوں کہ اگر مذکورہ بالا قیام علالت کی بناء پر تھا تو محدثین اس حدیث کو آداب قیام کے باب کے ذیل میں بیان نہ کرتے۔

(۲) قیام محبت

قیام محبت کے اظہار کے لیے بھی ہوتا ہے، اسے قیام فی المحبة یا قیام فی الحب کہتے ہیں۔ والدین کا قیام اپنی اولاد کے لیے، استاد کا شاگرد کے لیے، شیخ کا اپنے خاص مرید کے لیے، یا کسی بڑے کا قیام چھوٹے کے لیے اس قسم کے ذیل میں آتا ہے۔ یہ قیام تین چار یا پانچ چھ سال کی عمر کے معصوم بچے کے لیے بھی ہو سکتا ہے۔ قیام کی یہ صورت خود سنتِ مصطفیٰ ﷺ سے ثابت ہے۔ اس حوالہ سے چند احادیث درج ذیل ہیں:

۱۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ما رأيت أحداً أشبه سمناً ودلاً وهدياً برسول الله ﷺ في قيامها وقعودها من فاطمة بنت رسول الله ﷺ. وكانت إذا دخلت على النبي ﷺ قام إليها فقبلها وأجلسها في مجلسه، وكان النبي ﷺ إذا دخل عليها قامت من مجلسها فقبلته وأجلسته في مجلسها۔^(۱)

”میں نے فاطمہ سلام اللہ علیہا سے زیادہ کسی کو طور طریقہ، روش اور نیک خصلتی میں حضور نبی اکرم ﷺ سے مشابہ نہیں دیکھا، (حضرت فاطمہؑ ان امور میں حضور نبی اکرم ﷺ سے بہت زیادہ مشابہت رکھتی تھیں)۔ جس وقت وہ حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتیں تو آپ ﷺ ان کے لیے کھڑے ہو جاتے، ان کی پیشانی چومتے اور انہیں اپنی جگہ پر بٹھاتے، حضور ﷺ جب ان کے ہاں تشریف لے جاتے تو وہ آپ ﷺ کے لیے اپنی نشست سے کھڑی ہو جاتیں، دست اقدس کا بوسہ لیتیں اور آپ ﷺ کو اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔“

اس حدیث میں سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کا اظہارِ محبت و تعظیم میں اپنے ابا جان حضور نبی اکرم ﷺ کے لیے اور آپ ﷺ کا اظہارِ محبت و فرحت میں اپنی لختِ جگر

(۱) ۱- ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب فضل فاطمہ، ۶: ۱۷۵،

رقم: ۳۸۷۲

۲- أبوداود، السنن، کتاب الأدب، باب ما جاء فی القیام، ۴: ۳۵۵، رقم:

۵۲۱۷

۳- نسائی، السنن الکبریٰ، ۵: ۹۶، رقم: ۸۳۶۹

۴- ابن حبان، الصحیح، ۱۵: ۴۰۳، رقم: ۹۹۵۳

۵- حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ۳: ۱۷۴، رقم: ۴۷۵۳

۶- ابن راہویہ، المسند، ۱: ۸، رقم: ۶

کے لیے کھڑا ہونا ثابت ہے۔ اس ایک حدیث میں قیام للفرحة والمحبة اور قیام للتعظیم دونوں کا ذکر موجود ہے۔

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنِّسَاءَ وَالصِّبْيَانَ مَقْبَلِينَ. قَالَ: حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ.
مِنْ عَرَسٍ، فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمثْلًا، فَقَالَ: اللَّهُمَّ! أَنْتُمْ مِنْ أَحَبِّ
النَّاسِ إِلَيَّ، قَالَهَا ثَلَاثَ مَرَارٍ. (۱)

”حضور نبی اکرم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے بچوں اور عورتوں کو آتے ہوئے دیکھا۔ راوی بیان کرتے ہیں: میرا خیال ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: ”شادی سے آتے ہوئے (دیکھا)۔“ پس آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خوشی سے کھڑے ہو گئے اور فرمایا: بخدا! تم (انصار) مجھے سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہو۔ یہ کلمات آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے تین مرتبہ فرمائے۔“

(۳) قیام فرحت

یہ قیام فرط مسرت کے اظہار کے لیے ہے۔ انسان کو جب کسی کے آنے کی خوشی ہوتی ہے تو اس خوشی کا بے ساختہ اظہار کھڑے ہو کر کرتا ہے۔ قیام کی اس قسم کے

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب فضائل الصحابة، باب قول النبی صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

للأنصار: أَنْتُمْ أَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ، ۳: ۱۳۷۹، رقم: ۳۵۷۴

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب النکاح، باب ذهاب النساء والصبيان إلى

العرس، ۵: ۱۹۸۵، رقم: ۴۸۸۵

۳۔ مسلم، الصحیح، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل الأنصار، ۴:

۱۹۸۴، رقم: ۲۵۰۸

۴۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۷۵، رقم: ۱۲۸۲۰

۵۔ ابن أبی شیبہ، المصنف، ۶: ۳۹۸، رقم: ۳۲۳۵۰

حوالہ سے چند احادیث درج ذیل ہیں:

۱- عون بن جحیفہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

لما قدم جعفر من هجرة الحبشة، تلقاه النبي ﷺ، فعانقه وقبل ما بين عينيه، وقال: ما أدري بأيهما أنا أسرّ: بفتح خبير أو بقدم جعفر؟^(۱)

”جب حضرت جعفرؓ ہجرت حبشہ سے مدینہ آئے تو حضور نبی اکرم ﷺ نے آگے بڑھ کر اُن سے معانقہ کیا، اُن کی پیشانی کو چوما اور فرمایا: مجھے نہیں معلوم کہ دونوں میں سے زیادہ خوشی مجھے کس بات پر ہوئی ہے؛ فتح خیبر پر یا جعفر کے آنے پر؟“

۲- فتح مکہ کے روز عکرمہ یمن کی طرف بھاگ گئے تھے، ان کی اہلیہ نے انہیں واپس لانے میں بنیادی کردار ادا کیا اور اُن ہی کی ترغیب سے عکرمہ مسلمان ہو کر حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ روایت کے الفاظ ہیں:

فلما بلغ باب رسول الله ﷺ، استبشر ووثب له رسول الله ﷺ قائماً على رجله فرحاً بقدمه۔^(۲)

”پس جب وہ رسول اکرم ﷺ کے در اقدس پر پہنچے تو آپ ﷺ نہایت خوش ہوئے اور ان کے آنے کی خوشی میں کھڑے ہو کر اُن کا استقبال کیا۔“

آپ ﷺ کا یہ قیام قیام الفرحة تھا اس لیے کہ عکرمہ بن ابو جہل کا قبول

(۱) ۱- طبرانی، المعجم الكبير، ۲: ۱۰۸، رقم: ۱۴۷۰

۲- طحاوی، شرح معانی الآثار، ۴: ۹۲، رقم: ۶۷۶۳

(۲) ۱- حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ۳: ۲۶۹، رقم: ۵۰۵۵

۲- بیہقی، المدخل إلى السنن الكبرى: ۳۹۸، رقم: ۷۱۰

اسلام آپ ﷺ کے لیے انتہائی مسرت انگیز اور راحت افزاء تھا۔ آپ ﷺ ان کی آمد پر اس قدر خوش ہوئے کہ بے ساختہ اُن کے استقبال کے لیے کھڑے ہو گئے۔

۳۔ ایک دن حضور نبی اکرم ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں تشریف فرما تھے کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے دروازے پر دستک دی۔ آپ ﷺ جان گئے کہ کون آیا ہے، لہذا آپ ﷺ اُسی وقت کھڑے ہو گئے۔ آپ ﷺ کا اس طرح کھڑے ہونا قیام الفرحة اور قیام الاستقبال کے ذیل میں تھا۔ محدثین نے یہ روایت اسلامی آداب کے ذیل میں بیان کی ہے جو اس طرح کے قیام کے جواز پر دلیل ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ آئے تو حضور نبی اکرم ﷺ میری قیام گاہ میں تشریف فرما تھے۔ اُنہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا:

فقام إلیہ رسول اللہ ﷺ عریاناً یجر ثوبہ، واللہ! ما رأیتہ عریاناً
قبلہ ولا بعدہ فأعتنقہ و قبلہ۔^(۱)

”رسول اکرم ﷺ اپنے کپڑے سنبھالتے ہوئے فوری اُن کے استقبال کے لیے کھڑے ہو گئے، اللہ کی قسم! میں نے اس سے قبل اور بعد، کبھی آپ ﷺ کو مکمل لباس کے بغیر (لباسِ استراحت میں) کسی سے ملتے نہ دیکھا۔ پس

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب الاستئذان والآداب، باب ما جاء فی

المعاذ والقبلۃ، ۴: ۴۵۰، رقم: ۲۷۳۲

۲۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، ۴: ۹۲، رقم: ۶۷۶۵

۳۔ زیلعی، نصب الرایۃ لأحادیث الہدایۃ، ۴: ۲۵۶

۴۔ عسقلانی، فتح الباری، ۱۱: ۵۲

۵۔ عسقلانی، الإصابۃ فی تَمییز الصحابۃ، ۲: ۶۰۱

آپ ﷺ نے ان سے معافہ کیا اور ان کا بوسہ لیا۔“

آقا ﷺ فوری طور پر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی آوازیں کر صرف اظہارِ محبت و فرحت کے طور پر ان کی پذیرائی کے لیے آگے بڑھے تھے۔ اس طرح آپ ﷺ نے اُمت کو آداب سکھا دیئے کہ کسی پیارے کی آمد پر اس کا استقبال کس پر تپاک انداز سے کرنا چاہیے۔ پس چاہت اور خوشی کے عالم میں کسی کو چومنا قیامِ استقبال اور قیامِ فرحت کا اگلا قدم ہے۔

(۴) قیامِ تعظیم

یہ قیامِ تعظیم کے لیے ہے جس سے اظہارِ احترام مقصود ہوتا ہے، جیسے اُمتی کا قیامِ نبی کے لیے، اولاد کا والدین کے لیے، مریدین کا شیخ کے لیے، شاگردوں کا استاد کے لیے اور چھوٹوں کا بڑوں کے لیے۔ یہ قیام کسی کی عزت و کرامت اور شرف و بزرگی کی وجہ سے بھی ہو سکتا ہے اور کسی کے تقدس و احترام کے پیش نظر بھی۔

قیامِ استقبال اور قیامِ تعظیم میں فرق

قیامِ استقبال کسی کی پذیرائی کے لیے ہوتا ہے اور ضروری نہیں کہ اس کا محرک تعظیم کرنے کا داعیہ ہو۔ اس کی مثال بارات میں آئے ہوئے مہمانوں کی پذیرائی ہے جن میں سے اکثر کو آپ جانتے بھی نہیں۔ اس کے علاوہ آپ کو ملنے والا کوئی نووارد مہمان بھی ہو سکتا ہے جس کے استقبال کے لیے آپ محض رسماً کھڑے ہو جاتے ہیں جب کہ اس کے برعکس آپ اپنے استاد اور شیخ کے لیے تعظیماً کھڑے ہوتے ہیں۔ اسی طرح آپ قرآن حکیم کے ذکر، حضور نبی اکرم ﷺ کے ذکر اور مشائخ کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوتے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تعظیماً قیام کا معمول

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول تھا کہ وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تعظیماً کھڑے ہوتے تھے۔

۱- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يجلس معنا في مسجد يحدثنا، فإذا قام قمنا قیاماً حتى نراه قد دخل بعض بيوت أزواجه۔^(۱)

”رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری مجلس میں تشریف فرما ہو کر ہمارے ساتھ گفتگو فرمایا کرتے تھے، پھر جب قیام فرماتے تو ہم سب بھی ساتھ ہی کھڑے ہو جاتے اور اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی أزواج مطہرات میں سے کسی کے گھر میں داخل ہوتا نہ دیکھ لیتے۔“

اس حدیث سے واضح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر جانے کے ارادہ سے اپنی جائے نشست سے اٹھتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قیام کرتے۔ حدیث کے الفاظ - فإذا قام قمنا قیاماً (پھر جب قیام فرماتے تو ہم سب بھی ساتھ ہی کھڑے ہو جاتے) - اس مفہوم کی وضاحت کرتے ہیں کہ صحابہ کا قیام صرف حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی خاطر ہوتا تھا اور وہ اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجروں میں سے کسی ایک میں داخل نہ ہو جاتے۔ یہ ان کا روزمرہ کا معمول تھا، ایک یا دو دن کا معاملہ نہ تھا۔ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جاتے تو مجلس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

(۱) ۱- ابوداؤد، السنن، کتاب الأدب، باب فی الحلم وأخلاق النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ۴:

۲۴۷، رقم: ۴۷۷۵

۲- بیہقی، شعب الإیمان، ۶: ۴۶۷، رقم: ۸۹۳۰

۳- بیہقی، المدخل إلى السنن الكبرى: ۴۰۱، رقم: ۷۱۷

۴- عسقلانی، فتح الباری، ۱۱: ۵۲

رخصت ہو جانے کے بعد بھی جاری رہتی تھی۔ اس میں یہ بات خارج از امکان نہیں کہ جب آپ ﷺ مجلسِ صحابہ سے اپنے حجرہ مبارک کی طرف جارہے ہوتے تو کوئی راستے میں آپ ﷺ سے سوال پوچھتا یا کسی کام کے بارے میں آپ ﷺ سے اجازت یا ہدایات طلب کرتا اور اس طرح کچھ وقت راہ میں بھی صرف ہو جاتا۔ اس کا دار و مدار موقع و محل اور صورتِ حال کی نوعیت پر ہوتا کہ راستے میں آپ ﷺ کتنا توقف فرماتے۔ بہر حال اس دوران جتنا بھی وقت صرف ہوتا، صحابہ کہتے ہیں کہ ہم کھڑے رہتے یہاں تک کہ ہم آپ ﷺ کو اپنے حجرہ مبارک میں داخل ہوتے ہوئے دیکھ لیتے۔ یہ سارا وقت صحابہ کرام مسلسل قیام کی حالت میں گزارتے، وہ آپ ﷺ کو چھوڑ کر اپنے گھروں کو رخصت نہیں ہوتے تھے۔ ان کا یہ قیام صرف تعظیمِ رسول ﷺ میں ہوتا تھا۔

۲۔ سیدۃ کائنات فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا حضور نبی اکرم ﷺ کے لیے تعظیماً کھڑی ہوتیں۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

وكان النبي ﷺ إذا دخل عليها قامت من مجلسها فقبلته
وأجلسته في مجلسها۔^(۱)

”حضور ﷺ جب سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے ہاں تشریف لے جاتے تو وہ آپ ﷺ کے لیے اپنی نشست سے کھڑی ہو جاتیں، دستِ اقدس کا بوسہ

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب فضل فاطمہ، ۶: ۱۷۵،
رقم: ۳۸۷۲

۲۔ أبو داود، السنن، کتاب الأدب، باب ما جاء فی القیام، ۴: ۳۵۵، رقم:

۵۲۱۷

۳۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵: ۹۶، رقم: ۸۳۶۹

۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۵: ۴۰۳، رقم: ۹۹۵۳

۵۔ حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ۳: ۱۷۴، رقم: ۴۷۵۳

۶۔ ابن راہویہ، المسند، ۱: ۸، رقم: ۶

لیتیں اور آپ ﷺ کو اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔“

۳۔ عمرو بن سائب بیان کرتے ہیں کہ انہیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ

إن رسول الله ﷺ كان جالساً يوماً، فأقبل أبوه من الرضاعة، فوضع له بعض ثوبه فقعد عليه، ثم أقبلت أمه فوضع لها شق ثوبه من جانبه الآخر، فجلست عليه، ثم أقبل أخوه من الرضاعة، فقام له رسول الله ﷺ فأجلسه بين يديه۔^(۱)

”ایک روز حضور نبی اکرم ﷺ تشریف فرما تھے کہ آپ ﷺ کے رضاعی والد ملاقات کے لیے حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے اپنی چادر مبارک ان کے لیے بچھائی، پھر رضاعی والدہ آئیں تو آپ ﷺ نے چادر مبارک کی دوسری جانب ان کے لیے بچھا دی، پھر آپ ﷺ کے رضاعی بھائی آئے تو آپ ﷺ نے قیام فرما ہو کر ان کو اپنے سامنے بٹھالیا۔“

اس حدیث شریف سے حضور نبی اکرم ﷺ کا رضاعی والدین کے لیے تعظیماً کھڑے ہونے کا اثبات ہے۔

۴۔ حضرت اُم فضل رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

أتى النبي ﷺ فلما رآه، قام إليه وقبل ما بين عينيه، ثم أقعدته عن يمينه۔^(۲)

(۱) ۱۔ أبوداود، السنن، كتاب الأدب، باب في برّ الوالدين، ۴: ۳۳۷، رقم: ۵۱۴۵

۲۔ قزوینی، التدوین فی أخبار قزوین، ۲: ۴۵۵

۳۔ عسقلانی، فتح الباری، ۱۱: ۵۲

(۲) ۱۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۱۰: ۱۱۶، رقم: ۹۲۴۶

۲۔ طبرانی، المعجم الكبير، ۱۰: ۲۳۵، رقم: ۱۰۵۸۰

”بے شک حضرت عباس رضی اللہ عنہ ایک روز حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کی پیشانی چوم کر اپنی دائیں طرف بٹھا لیا۔“

نماز اللہ کے لیے اور اقامتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے

جمہور اہلِ اسلام کا اقامتِ نماز کے وقت مسنون اور مستحب طریقہ کے مطابق حی علی الصلوٰۃ اور قد قامت الصلوٰۃ پر کھڑے ہونے کا معمول ہے، لیکن اس بات کو شاید ہی کوئی جانتا ہو کہ اس کا آغاز کب اور کیسے ہوا اور کس نے کیا؟ اقامت کے وقت یہ قیام فی الحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اِکرام و تعظیم کے لیے تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول تھا کہ جب وہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو اقامتِ نماز کے لیے آتا دیکھتے تو اِدْبًا و اِحْتِرَامًا کھڑے ہو جاتے۔ اس طرح یہ قیام اقامت کے لیے نہیں بلکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اِکرام کے لیے ہوتا تھا جس سے درحقیقت یہ اطلاع دینا مقصود ہوتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں۔ اس بناء پر کہا جاسکتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نماز اللہ کے لیے اور اقامتِ ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہوتی تھی۔ یہ انتہائی اہم نکتہ ہے جس کی وضاحت درج ذیل ہے:

آج کے دور میں ہر نماز کا وقت گھنٹوں اور منٹوں کے حساب سے مقرر ہے۔ مقررہ وقت پر اذان کہی جاتی اور بعد ازاں مقررہ وقت پر اقامت کہہ کر نماز ادا کی جاتی ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ دورِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جب وقت کا موجودہ نظام متعارف نہیں ہوا تھا نماز کے لیے قیام کا طریقہ کار کیا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرض نمازوں کی اذان سننے کے بعد مسجد میں آکر سنتیں ادا کرتے اور صف بہ صف بیٹھ کر نماز کے لیے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے منتظر رہتے۔ ان کے فرض نماز ادا کرنے کا وقت

..... ۳- ہیشمی، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ۹: ۲۷۵

۴- خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱: ۶۳

فقط آپ ﷺ کی مسجد میں تشریف آوری کا وقت ہوتا۔ ہر کوئی اس وقت تک بیٹھا رہتا جب تک آپ ﷺ تشریف نہ لاتے۔ جس وقت آپ ﷺ تشریف لاتے وہی نماز کا وقت ہوتا۔ فرض نمازوں کی ادائیگی کے لیے صحابہ کرام ﷺ اسی فارمولا پر عمل کرتے تھے۔

مؤذن رسول ﷺ حضرت بلال ؓ اذان کہنے کے بعد ایک جگہ اوٹ میں کھڑے ہو کر آقا ﷺ کے حجرہ مبارک کی طرف نظریں مرکوز کیے رہتے اور حضور نبی اکرم ﷺ کے گھر سے باہر تشریف آوری کے منتظر رہتے۔ ادھر صحابہ کرام ﷺ بھی صفیں آراستہ کیے انتظار کی حالت میں ہوتے کہ کب آپ ﷺ امامت کے لیے تشریف لاتے ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے حجرہ مبارک سے باہر نکلنے سے پہلے حضرت بلال ؓ ایک کونے میں گوش بر آواز رہتے اور حجرے کے دروازے کا پردہ سرکنے کی آواز سنتے ہی اگلی صف میں آ کر اللہ اکبر اللہ اکبر کی صدا بلند کرنے لگتے۔ اس سے صحابہ کرام ﷺ جان لیتے کہ آقا ﷺ اپنے حجرہ مبارک سے مسجد میں تشریف لے آئے ہیں اور وہ اپنی اپنی صفوں میں سراپا ادب و تعظیم بنے کھڑے ہو جاتے۔ یہ قیامِ تعظیم تھا جو ایک شعار اور سنت بن گیا۔

۱۔ حضرت جابر بن سمرہ ؓ روایت کرتے ہیں:

كَانَ بَلَالٌ يُؤذِّنُ إِذَا دَحَضَتْ فَلَا يُقِيمُ حَتَّىٰ يَخْرُجَ النَّبِيُّ ﷺ،
فَإِذَا خَرَجَ أَقَامَ الصَّلَاةَ حِينَ يَرَاهُ۔^(۱)

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، کتاب الصلوة، باب متى يقوم الناس للصلوة، ۱:

۴۲۳، رقم: ۶۰۶

۲۔ ترمذی، الجامع الصحيح، کتاب الصلوة، باب ما جاء أن الإمام أحق

بالإمامة، ۱: ۳۹۱، رقم: ۲۰۲

۳۔ أبوداود، السنن، کتاب الصلوة، باب في المؤذن ينتظر الإمام، ۱:

۱۴۸، رقم: ۵۳۷

۴۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۸۶، ۱۰۴

”حضرت بلال رضی اللہ عنہ زوالِ آفتاب کے بعد (جب نماز کا وقت ہو جاتا تو) اذان کہتے اور اقامت اس وقت تک نہیں کہتے تھے جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تشریف لاتے ہوئے نہ دیکھ لیتے، اور جو نبی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو (نماز کے لیے) تشریف لاتے ہوئے دیکھتے تو اقامت کہنے لگتے۔“

حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اقامت کے لیے نہیں بلاتے تھے کہ حضور! نماز کا وقت ہو گیا ہے، باہر تشریف لے آئیں۔ اقامت سے مراد صحابہ رضی اللہ عنہم کو اطلاع دینا ہوتی تھی کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے تشریف لے آئے ہیں، تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاؤ! آج بھی اقامت کے دوران میں کھڑے ہونا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قیامِ استقبال و تعظیم کی سنت کی پیروی ہے۔

ایک قیام حضرت بلال رضی اللہ عنہ آغازِ اقامت میں کرتے اور دوسرا صحابہ رضی اللہ عنہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر کرتے۔ قاضی عیاض (۴۷۶-۵۴۴ھ) اس حدیث کی شرح میں قیام کی یہی دو قسمیں زیر بحث لائے ہیں۔ انہوں نے دونوں کے درمیان تقابل کرتے ہوئے خلاصہ یوں بیان کیا ہے:

بأن بلالا رضی اللہ عنہ كان يراقب خروج رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم من حيث لا يراه غيره أو إلا القليل، فلأول خروج أقام هو: ثم لا يقوم الناس حتى يظهر للناس ويروه، ثم لا يقوم مقامه حتى يعدلوا صفوفهم۔^(۱)

”حضرت بلال رضی اللہ عنہ ایک ایسی جگہ پر کھڑے ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کا انتظار کرتے رہتے تھے جہاں انہیں کوئی اور نہ دیکھ سکتا یا چند لوگ دیکھ سکتے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حجرے سے باہر تشریف آوری کے ساتھ ہی حضرت بلال

..... ۵۔ طبرانی، المعجم الكبير، ۲: ۲۲۱، رقم: ۱۹۱۲

۶۔ أبوعوانة، المسند، ۱: ۳۷۲، رقم: ۱۳۵۰

(۱) قاضی عیاض، إكمال المعلم بفوائد مسلم، ۲: ۵۵۶، ۵۵۷

ﷺ اقامت کہتے اور لوگ اس وقت تک کھڑے نہیں ہوتے تھے جب تک آپ ﷺ لوگوں کے سامنے ظاہر نہ ہو جاتے اور وہ آپ ﷺ کو دیکھ نہ لیتے۔ پھر حضور ﷺ اپنی جگہ پر کھڑے نہ ہوتے تھے یہاں تک کہ صحابہ کرام ﷺ اپنی صفوں کو سیدھا کر لیتے۔“

قاضی عیاض مزید لکھتے ہیں:

وفيه أن القيام للصلاة لا يلتزم بالإقامة أو قوله: قد قامت الصلاة أو حيّ على الفلاح، على ما ذكره من اختلاف العلماء، وإنما يلزم بخروج الإمام^(۱)

”اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نماز کے لیے کھڑے ہونا اقامت کے ساتھ خاص نہیں ہے یا یہ کہنا کہ یہ قد قامت الصلوٰۃ یا حی علی الفلاح کے ساتھ خاص ہے، جیسا کہ ہم نے اس بارے میں علماء کا اختلاف بیان کیا ہے بلکہ یہ امام کے نماز کے لیے نکلنے کے ساتھ خاص ہے۔“

امام بدرالدین عینی اس حوالے سے فرماتے ہیں:

وجه الجمع بينهما أن بلائاً كان يراقب خروج النبي ﷺ من حيث لا يراه غيره أو إلا القليل، فعند أول خروجه يقيم ولا يقوم الناس حتى يروه، ثم لا يقوم مقامه حتى يعدل الصفوف^(۲)

”میں کہتا ہوں کہ ان دو باتوں میں اس طرح تطبیق ہو سکتی ہے کہ حضرت بلال ﷺ ایک ایسی جگہ پر کھڑے ہو کر حضور نبی اکرم ﷺ کے تشریف لانے کا انتظار کرتے تھے جہاں ان کو کوئی نہ دیکھ سکے یا چند لوگ دیکھ سکیں۔ پس آپ

(۱) قاضی عیاض، إكمال المعلم بفوائد مسلم، ۲: ۵۵۶

(۲) عینی، عمدة القاری شرح صحيح البخاری، ۵: ۱۵۳

ﷺ کے باہر تشریف آوری کے ساتھ ہی حضرت بلال ؓ کھڑے ہو جاتے اور لوگ اُس وقت تک (نماز کے لیے) کھڑے نہ ہوتے جب تک کہ وہ حضور نبی اکرم ﷺ کو دیکھ نہ لیتے۔ پھر آپ ﷺ اپنے مصلیٰ پر اُس وقت تک کھڑے نہ ہوتے جب تک (صحابہ کی) صفیں نہ سیدھی کروا لیتے۔“

یہ حضرت بلال ؓ کی ایک عاشقانہ خواہش کی تکمیل کا ذریعہ تھا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی سب سے پہلے وہ زیارت کریں اور آپ ﷺ کے دیدار کرنے والے لوگوں میں ان کی آنکھیں سب سے پہلے جلوہ یار پر مرکوز ہوں اور چہرہ محبوب ﷺ کے تکتے والوں میں وہ سب سے بازی لے جائیں۔ اللہ اکبر اللہ اکبر کے کلمات گویا اعلان ہوتے کہ حضور ﷺ تشریف لے آئے ہیں اور صحابہ کرام ؓ یہ اعلان سنتے ہی کھڑے ہو جاتے۔ ایسا بار بار تسلسل کے ساتھ ہوتا رہا، کبھی ایسا ہوتا کہ حضور نبی اکرم ﷺ حجرہ مبارک سے مسجد میں داخل ہونے کے بعد کسی کام کے باعث واپس چلے جاتے۔ جب متعدد بار ایسا ہوا تو آپ ﷺ نے صحابہ ؓ سے کہا کہ وہ اقامت کی ابتدا میں نہ کھڑا ہوا کریں اور صرف اسی وقت کھڑے ہوں جب وہ مجھے جائے نماز پر کھڑا ہوتے دیکھیں۔ اس طرح یہ ارشادِ رسول ﷺ دوسرے حکم کی بنیاد بن گیا جس میں حی علی الصلوٰۃ اور قد قامت الصلوٰۃ کے کلمات کی ادائیگی کے وقت کھڑا ہونا مقصود تھا۔

۲۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں:

أَقِيَمَتِ الصَّلَاةَ فَمَمْنَا فَعَدَلْنَا الصُّفُوفَ قَبْلَ أَنْ يَخْرُجَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَاتَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَتَّى إِذَا قَامَ فِي مِصْلَاةٍ (۱)

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، کتاب المساجد ومواضع الصلوة، باب متى يقوم

الناس للصلوة، ۱: ۴۲۲، رقم: ۶۰۵

۲۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۹: ۸۳، رقم: ۹۱۹۲

۳۔ بیہقی، السنن الكبرى، ۲: ۳۹۸، رقم: ۳۸۷۴

”نماز کے لیے اقامت کہی گئی اور ہم نے حضور نبی اکرم ﷺ کے تشریف لانے سے پہلے کھڑے ہو کر صفیں برابر کرنی شروع کر دیں، حضور نبی اکرم ﷺ تشریف لائے اور اپنے مصلیٰ پر کھڑے ہو گئے۔“

پھر صحابہ رضی اللہ عنہم کا معمول بن گیا کہ وہ حضور نبی اکرم ﷺ کو دیکھ کر ہی کھڑے ہوتے تھے، قطع نظر اس سے کہ آپ ﷺ حجرے سے باہر آرہے ہیں یا کہیں اور سے، ان کا کھڑا ہونا آپ ﷺ کی تعظیم کے لیے ہوتا۔ یہ موقف درج ذیل احادیث سے پایہ ثبوت کو پہنچتا ہے:

۳۔ ”صحیح بخاری“ اور ”سنن ابی داؤد“ میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَقُومُوا حَتَّى تَرَوْنِي - (۱)

۱- (۱) بخاری، الصحيح، کتاب الأذان، باب متى يقوم الناس إذا رأوا الإمام

عند الإقامة، ۱: ۲۲۸، رقم: ۶۱۱

۲- أبو داود، السنن، کتاب الصلاة، باب فی الصلاة تقام ولم یأت الإمام

ینتظرونه قعوداً، ۱: ۱۳۸، رقم: ۵۳۹

۳- دارمی، السنن، کتاب الصلاة، باب متى يقوم الناس إذا أقيمت

الصلاة، ۱: ۳۲۲، رقم: ۱۲۶۲

۴- أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۳۰۴، ۳۰۷

۵- عبد الرزاق، المصنف، باب قیام الناس عند الإقامة، ۱: ۵۰۴، رقم: ۱۹۳۲

۶- ابن خزيمة، الصحيح، ۳: ۱۴، رقم: ۱۵۲۶

۷- ابن حبان، الصحيح، ۵: ۶۰۰، رقم: ۲۲۲۲

۸- ابن ابی شیبہ، المصنف، باب فی القوم یقومون إذا أقيمت الصلاة قبل

أن یجی الإمام، ۱: ۳۵۶

۹- طبرانی، المعجم الأوسط، ۸: ۲۳۳، رقم: ۸۵۲۷

۱۰- طبرانی، المعجم الصغیر، ۱: ۴۹، رقم: ۴۴

”جب نماز کے لیے اقامت کہی جائے تو تم اس وقت تک نہ کھڑے ہو کرو جب تک مجھے نہ دیکھ لو (صرف میری آمد پر کھڑے ہو کرو)۔“

۴۔ ”صحیح مسلم“ میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارکہ میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَقُومُوا حَتَّى تَرَوْنِي۔^(۱)

”جب نماز کی اقامت (تکبیر) ہو تو اس وقت تک کھڑے نہ ہو کرو جب تک مجھے دیکھ نہ لو۔“

امام مسلم نے اس حدیث کے بعد مزید لکھا ہے: ابن حاتم نے کہا ہے کہ اس سے مراد ہے کہ ”جب نماز کے لیے اقامت یا اذان ہو۔“

۵۔ ”جامع ترمذی“ اور ”سنن نسائی“ میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارکہ میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَقُومُوا حَتَّى تَرَوْنِي خَرَجْتُ۔^(۲)

..... ۱۱۔ بیہقی، السنن الكبرى، باب متى يقوم المأموم، ۲: ۲۰، رقم: ۲۱۱۹

۱۲۔ بیہقی، السنن الصغرى، ۱: ۳۱۱، رقم: ۵۲۷

۱۳۔ عبد بن حميد، المسند، ۱: ۹۵، رقم: ۱۸۹

۱۴۔ ابو عوانه، المسند، ۱: ۳۶۹، رقم: ۱۳۳۵

(۱) مسلم، الصحيح، كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب متى يقوم الناس للصلاة، ۱: ۲۲۲، رقم: ۶۰۴

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحيح، كتاب الصلاة، باب كراهية أن ينتظر الناس الإمام وهم قيام عند افتتاح الصلاة، ۲: ۲۸۷، رقم: ۵۹۲

۲۔ نسائی، السنن، كتاب الاذان، باب إقامة المؤذن عند خروج الإمام، ۲: ۳۱، رقم: ۶۸۷

۳۔ ابو عوانه، المسند، ۱: ۳۷۰، رقم: ۱۳۳۷

”جب نماز کی اقامت کہی جائے تو اس وقت تک کھڑے نہ ہوا کرو جب تک مجھے نکلتا ہوا نہ دیکھو۔“

یہ حدیث ”صحیح بخاری“، ”صحیح مسلم“ اور ”جامع ترمذی“ کی ہے جس میں حضور نبی اکرم ﷺ نے اقامتِ صلوٰۃ کے حوالہ سے اُمت کو دوسرا حکم دیا۔ اس حکم نے صحابہ کرام ؓ کے سابقہ معمول تبدیل کر دیا جس کی رُو سے ائمہ حدیث کے مطابق وہ تکبیر کی صدا سن کر کھڑے ہوتے تھے۔

مذکورہ بالا سطور میں حضرت ابو قتادہ ؓ کی روایت کردہ تینوں احادیث کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ امام بخاری (۱۹۳-۲۵۶ھ) اس حدیث کو کتاب الأذان کے باب متی يقوم الناس إذا رأوا الإمام عند الإقامة (لوگ اقامت کے وقت جب امام کو دیکھیں تو کب کھڑے ہوں)؟، امام مسلم (۲۰۶-۲۶۱ھ) کتاب المساجد ومواضع الصلاة کے باب متی يقوم الناس للصلاة (لوگ نماز کے لیے کب کھڑے ہوں)؟ اور امام ترمذی (۲۱۰-۲۷۹ھ) اسے کتاب الصلاة کے باب كراهية أن ينتظر الناس الإمام وهم قيام عند افتتاح الصلاة (آغاز نماز کے وقت لوگوں کا کھڑے ہو کر امام کے انتظار کرنے کی ناپسندیدگی) کے تحت لائے ہیں۔ ان ابواب میں موضوع کی تشریح و توضیح کے لیے ائمہ کرام جو احادیث لائے ہیں وہ قیام ہی کے حوالے سے ہیں۔ اس سے وہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مقتدی حضرات نماز کے لیے امام کی موجودگی یا غیر موجودگی میں کب کھڑے ہوں؟ انہوں نے تصریح کر دی ہے کہ دورانِ اقامت وقتِ قیام کا انحصار امام کو دیکھنے پر ہے اور اُس وقت صحابہ کرام ؓ کے امام، امام الانبياء حضور نبی اکرم ﷺ تھے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کا حکم یہ تھا کہ ”جب اقامت کہی جائے تو اس وقت تک کھڑے نہ ہوا کرو جب تک کہ مجھے دیکھ نہ لو۔“ حدیث کے یہ الفاظ غور طلب ہیں۔ اگر ادب کرانا ملحوظ نہ ہوتا تو آپ ﷺ لوگوں کو اقامت کی تکبیر کے ساتھ ہی کھڑے ہونے کا حکم دے دیتے جب کہ اس کے برعکس انہیں کہا گیا کہ جب تم دیکھ لو کہ میں امامت کے

لیے آگیا ہوں تو بلا تاخیر میرے لیے کھڑے ہو جایا کرو۔ پس ثابت ہوا کہ صحابہ کرام ش کا قیام رسول اکرم ﷺ کے لیے تھا نہ کہ نماز کے لیے اور یہ قیام استقبال اور قیام تعظیم تھا۔

۶۔ یہی روایت امام بخاری (۱۹۳-۲۵۶ھ) نے دوسرے طریق سے حضرت ابو قتادہ ؓ سے یوں بیان کی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَقُومُوا حَتَّى تَرَوْنِي وَعَلَيْكُمْ بِالسَّكِينَةِ۔^(۱)

”جب نماز کے لیے اقامت کہی جائے تو تم اس وقت تک کھڑے نہ ہو کرو جب تک مجھے دیکھ نہ لو اور تم اپنے اوپر سکون کو لازم رکھو (یعنی نماز کے قیام میں عجلت سے کام نہ لو)۔“

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ صحابہ کرام ؓ کو یہ حکم تھا کہ جب تک کہ وہ حضور نبی اکرم ﷺ کو نہ دیکھ لیں دوران اقامت کھڑے نہ ہوں۔ اس حکم سے یہ ثابت ہوا کہ تکبیر تحریمہ پر نماز کا قیام تو اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جب کہ اقامت پر قیام حضور نبی اکرم ﷺ کی وجہ سے ہے۔ اللہ رب العزت نے نماز اپنے لیے اور اقامت اپنے محبوب ﷺ کے لیے مقرر کر رکھی ہے۔ لہذا آغاز نماز میں پہلا قیام اقامت حضور نبی اکرم ﷺ کے لیے جب کہ دوسرا قیام اللہ ﷻ کے لیے ہے۔

۷۔ ”صحیح مسلم“ میں ہے کہ اسحاق نے اپنی روایت میں معمر اور شیبان سے حدیث بیان کرتے ہوئے ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے:

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب الأذان، باب: لا یسعی إلی الصَّلَاةِ مستعجلًا

وَلِیُقَمَّ بِالسَّكِينَةِ وَالْوَقَارِ، ۱: ۲۲۸، رقم: ۶۱۲

۲۔ بخاری، کتاب الجمعة، باب المشی إلی الجمعة، ۱: ۳۰۸، رقم: ۸۶۷،

۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۵: ۵۱، رقم: ۱۷۵۵

۴۔ وأبو نعیم الأصبهانی، المسند المستخرج علی الصحيح الإمام مسلم،

۲: ۲۰۰، رقم: ۱۳۴۰

حَتَّى تَرَوْنِي قَدْ خَرَجْتُ - (۱)

”یہاں تک کہ تم دیکھ لو کہ میں (نماز کے لئے) باہر آچکا ہوں۔“

۸۔ لوگ ”صحیح مسلم“ کا مطالعہ تو کرتے ہیں لیکن وہ اس نکتہ کو سمجھنے کی زحمت گوارا نہیں کرتے جو امام مسلم (۲۰۶-۲۶۱ھ) نے درج ذیل حدیث میں بیان کیا ہے۔ ”صحیح مسلم“ کی درج ذیل حدیث کے منتخب الفاظ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کلام سے بالخصوص متذکرہ بالا نکتہ اہم نشرح ہو جاتا ہے۔ یہ اہم حدیث جسے ہم حدیث عشق بھی کہہ سکتے ہیں اس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب و توقیر کی تعلیم مضر ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ تَقَامُ لِرَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم۔

”بے شک اقامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لیے کہی جاتی تھی۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آگے بیان کرتے ہیں کہ ہماری اقامت نماز صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے لیے ہوتی تھی۔ اس کی توجیہ انہوں نے یہ بیان کی ہے:

فَيَأْخُذُ النَّاسُ مَصَافَهُمْ قَبْلَ أَنْ يَقُومَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم مَقَامَهُ - (۲)

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب متى يقوم

الناس للصلاة، ۱: ۴۲۲، الرقم: ۶۰۳

۲۔ أبو داود، السنن، كتاب الصلاة، باب في الصلاة تقام ولم يأت الإمام

ينتظرونه قعوداً، ۱: ۱۴۸، رقم: ۵۳۰

۳۔ أبو عوانة، المسند، ۲: ۲۸

۵۔ عبد بن حميد، المسند، ۱: ۹۵، رقم: ۱۸۹

۶۔ بیہقی، السنن الكبرى، ۲: ۲۰، رقم: ۲۱۲۰

(۲) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب متى يقوم

الناس للصلاة، ۱: ۴۲۳، رقم: ۶۰۵

۲۔ أبو عوانة، المسند، ۱: ۳۷۱، رقم: ۱۳۳۵

”پس لوگ حضور نبی اکرم ﷺ کے مصلىٰ پر تشریف لانے سے پہلے ہی اپنی اپنی جگہ پر کھڑے ہو جاتے تھے۔“

۹۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے:

أَنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ تُقَامُ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَيَأْخُذُ النَّاسُ مَقَامَهُمْ قَبْلَ أَنْ يَأْخُذَ النَّبِيُّ ﷺ - (۱)

”حضور نبی اکرم ﷺ کے لیے نماز کی اقامت کہی جاتی تو آپ ﷺ کے مصلىٰ پر تشریف لانے سے پہلے ہی لوگ اپنی اپنی جگہ پر کھڑے ہو جاتے تھے۔“

مذکورہ بالا مضمون پر مشتمل چند مزید احادیث درج ذیل ہیں:

۱۰۔ ”سنن نسائی“ کی ایک روایت میں حضرت ابوقادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ فَلَا تَقُومُوا حَتَّى تَرَوْنِي - (۲)

”جب جماعت کے لیے اقامت کہی جائے تو تم اُس وقت تک کھڑے نہ ہو کرو جب تک مجھے دیکھ نہ لو۔“

(۱) أبو داود، السنن، کتاب الصَّلَاة، باب فی الصَّلَاةِ تَقَامُ وَلَمْ يَأْتِ الْإِمَامُ يَنْتَظِرُونَهُ قَعُودًا، ۱: ۱۳۸، رقم: ۵۴۱

(۲) ۱۔ نسائی، کتاب الصَّلَاة، باب قیام الناس إذا رأوا الإمام، ۲: ۸۱، رقم: ۷۹۰

۲۔ دارمی، السنن، کتاب الصَّلَاة، باب متى يقوم الناس إذا أقيمت الصلاة، ۱: ۳۲۲، رقم: ۱۲۶۱

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۲۹۶، ۳۰۳، رقم: ۲۲۵۸۶

۱۱۔ ”صحیح ابن حبان“ کی ایک روایت میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَقُومُوا حَتَّى تَرَوْنِي فَدَخَرَجْتُ إِلَيْكُمْ۔^(۱)
 ”جب نماز کے لیے اقامت کہی جائے تو تم اس وقت تک کھڑے نہ ہو کرو جب تک مجھے دیکھ نہ لو کہ میں تمہاری طرف نکل آیا ہوں۔“

۱۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَقُومُوا حَتَّى تَرَوْنِي۔^(۲)
 ”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب نماز کے لیے اقامت کہی جائے تو تم اس وقت تک کھڑے نہ ہو کرو جب تک مجھے دیکھ نہ لو۔“

۱۳۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَقُومُوا حَتَّى تَرَوْنِي۔^(۳)
 ”جب نماز کے لیے اقامت کہی جائے تو تم اس وقت تک کھڑے نہ ہو کرو

(۱) ۱۔ ابن حبان، الصحيح، ۵: ۶۰۱، رقم: ۲۲۲۳

۲۔ ابو عوانة، المسند، ۱: ۳۷۰، رقم: ۱۳۳۸

۳۔ عبد بن حميد، المسند، ۱: ۹۵، رقم: ۱۸۹

(۲) ۱۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۹: ۱۵۰، رقم: ۹۳۸۷

۲۔ عبد بن حميد، المسند، ۱: ۳۷۵، رقم: ۱۲۸۵

(۳) ۱۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۲: ۱۶۱، رقم: ۱۵۸۰

۲۔ أبو یعلیٰ، المعجم، ۱: ۱۸۱، رقم: ۲۰۷

۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۲: ۷۵

امام ہیثمی نے کہا ہے کہ اس کی اسناد حسن ہے۔

جب تک مجھے دیکھ نہ لو۔“

ان احادیثِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ نماز کی اقامت اس لیے کہی جاتی تھی تاکہ لوگوں کو مطلع کیا جائے کہ وہ آپ ﷺ کی مصلیٰ پر آمد سے پیشتر ہی اپنی صفیں باندھ لیں اور اپنی اپنی جگہ پر کھڑے ہو جائیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ نہیں کہا کہ لوگ نماز کے لیے صفیں بنا لیتے بلکہ یہ کہا کہ وہ آپ ﷺ کی امامت کے لیے تشریف لانے اور مصلیٰ کو زینت بخشنے سے پہلے ہی آپ ﷺ کے استقبال و پذیرائی کے لیے صفیں باندھ کر کھڑے ہو جاتے۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ قیامِ قیامِ استقبال اور قیامِ تعظیمِ مصطفیٰ ﷺ تھا، قیامِ نماز کے لیے نہ تھا۔

(۵) قیامِ اکرامِ انسانی

میت کا احترامِ اکرامِ للانسان کے زمرے میں آتا ہے جو کہ آپ ﷺ کی سنت مبارکہ سے ثابت ہے۔ اس حوالے سے حضور نبی اکرم ﷺ کا معمول تھا کہ آپ ﷺ جنازے کے احترام میں کھڑے ہو جاتے تھے خواہ وہ کسی غیر مسلم کا بھی ہوتا اور آپ ﷺ کا یہ قیامِ جسدِ انسانی کے اکرام کی وجہ سے ہوتا۔

۱۔ حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُومُوا حَتَّى تَخْلُفَكُم۔^(۱)

”جب تم کوئی جنازہ دیکھو تو احتراماً کھڑے ہو جایا کرو یہاں تک کہ وہ تمہارے

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب الجنائز، باب القیام للجنائز، ۱: ۴۴۰، رقم:

۱۲۴۵

۲۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۱: ۶۲۵، رقم: ۲۰۴۲

۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۶: ۳۲۳، رقم: ۳۰۵۱

۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۴: ۲۵، رقم: ۶۶۶۰

پاس سے گزر جائے۔“

۲۔ دوسری روایت حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقوموا لها، حتى تخلفكم أو توضع۔^(۱)

”جب تم کوئی جنازہ دیکھو تو احتراماً کھڑے ہو جاؤ یہاں تک کہ وہ تمہارے پاس سے گزر جائے یا کندھوں سے رکھ دیا جائے۔“

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم قیام جسدِ انسانی کے احترام میں ہے۔

۳۔ اسی اکرامِ انسانی کے باب میں امام بخاری (۱۹۴-۲۵۶ھ) نے الصحیح کی کتاب الجنائز میں باب من قام لجنزة يهودي قائم کیا ہے جو ایک یہودی کے جنازے سے متعلق ہے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

موت بنا جنازة، فقام لها النبي صلی اللہ علیہ وسلم وقمنا له.

”ایک جنازہ ہمارے سامنے سے گزرا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے کھڑے ہو گئے اور ہم سب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑے ہوئے۔“

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الجنائز، باب القیام للجنزة، ۲: ۶۵۹، رقم: ۹۵۸

۲۔ ترمذی، السنن، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی القیام للجنزة، ۳: ۳۶۰،

رقم: ۱۰۴۲

۳۔ أبوداود، السنن، کتاب الجنائز، باب القیام للجنزة، ۳: ۲۰۳، رقم:

۳۱۷۲

۴۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی القیام للجنزة، ۱:

۴۹۲، رقم: ۱۵۴۲

۵۔ حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ۳: ۴۰۴، رقم: ۵۵۳۷

یہاں صحابہ کا مقام ادب ملاحظہ کریں کہ وہ جنازہ دیکھ کر بیٹھے نہیں رہے بلکہ حضور نبی اکرم ﷺ کو کھڑا ہوتے دیکھ کر فی الفور کھڑے ہو گئے لیکن انہوں نے اپنے دل کی بات بتادی۔ انہوں نے عرض کیا:

یا رسول اللہ! إنها جنازة يهودي؟

”یا رسول اللہ! یہ تو یہودی کا جنازہ ہے۔“

حضور نبی اکرم ﷺ نے ان کی بات سن لی اور فرمایا:

إذا رأيتم الجنازة فقوموا۔^(۱)

”جب تم جنازہ دیکھو تو (احتراماً) کھڑے ہوا کرو۔“

قطع نظر اس بات کے کہ یہودی ہے یا مسلمان جب کوئی جنازہ دیکھیں تو اس کے لیے کھڑے ہو جانا چاہیے اور یہ قیام انسان کے مردہ جسم کا احترام ہے۔ جہاں تک انسان ہونے کا تعلق ہے یہودی اور مسلمان میں کوئی فرق نہیں، دونوں انسان ہیں اور احترامِ آدمیت کے اعتبار سے دونوں کا مردہ جسم اکرام کا مستحق ہے۔

امام بخاری (۱۹۴-۲۵۶ھ)،^(۲) امام مسلم (۲۰۶-۲۶۱ھ)،^(۳) امام احمد بن

(۱) بخاری، الصحيح، کتاب الجنائز، باب من قام لجنازة يهودي، ۱: ۴۴۱،

رقم: ۱۲۴۹

۲- أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۳۵۴

۳- طحاوی، شرح معانی الآثار، کتاب الجنائز، باب الجنازة تمر بالقوم

أيقومون لها أم لا، ۲: ۱۴، رقم: ۲۷۱۷

۴- بیہقی، السنن الكبرى، ۴: ۲۶

(۲) بخاری، الصحيح، کتاب الجنائز، باب من قام لجنازة يهودي، ۱: ۴۴۱،

رقم: ۱۲۵۰

(۳) مسلم، الصحيح، کتاب الجنائز، باب القيام للجنازة، ۲: ۶۶۱، رقم: ۹۶۱

حنبل (۱۶۴-۲۴۱ھ)، (۱) امام نسائی (۲۱۵-۳۰۳ھ) (۲) اور امام طحاوی (۲۴۹-۳۲۱ھ) (۳) اسی ضمن میں مزید احادیث لائے ہیں۔

ان احادیث سے یہ سبق ملتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی سنت کے ذریعے اُمت کو تعلیم دی ہے کہ لوگ جنازے کے اِکرام کے لیے کھڑے ہو جایا کریں۔ پس وہ لوگ جو قیام کے مطلقاً قائل نہیں اُنہیں سنتِ مصطفیٰ ﷺ سے کوئی ربط نہیں کیوں کہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ آقا ﷺ نے نماز کے علاوہ بھی مختلف مواقع پر قیام فرمایا ہے۔ آپ ﷺ نے اس حد تک اخلاقیات کا درس دیا کہ کسی انسان کا جنازہ دیکھ کر۔ قطع نظر اس کے کہ وہ مسلم ہے یا غیر مسلم۔ ہمیشہ کھڑے ہونے کا حکم فرمایا۔ یہ قیام اِکرامِ جسدِ انسانی یعنی آدمیت کے احترام کے لیے قیام کرنا تعلیماتِ نبوی ﷺ سے ثابت ہے۔

اگر کسی جنازے یا مردہ لاش کا احترام کرنا اس کا استحقاق ہے اور حضور نبی اکرم ﷺ کی سنت اسے دیکھ کر کھڑے ہونے کا حکم دیتی ہے تو پھر میلاد پر آقائے دو جہاں ﷺ پر سلام بھیجنے کے لیے کھڑا ہونا اور نعت کی شکل میں گلہائے عقیدت پیش کرنا اور آپ ﷺ سے محبت کے اظہار کے لیے خوش منانا اور ماہِ میلاد کے استقبال کے لیے خصوصی تقریب کا اہتمام اور قیام کیوں کر غیر شرعی فعل ہو سکتا ہے؟

(۶) قیام ذکر

قیام کی صورتوں میں سے ایک قیام ذکر ہے۔ اس سے مراد کسی بھی دینی، تبلیغی یا

(۱) أحمد بن حنبل، المسند، ۶: ۶

(۲) ۱- نسائی، السنن، کتاب الجنائز، باب القیام لجنازة أهل شرك، ۴: ۴۵،

رقم: ۱۹۲۱

۲- نسائی، السنن الکبری، ۱: ۶۲۶، رقم: ۲۰۴۸

(۳) طحاوی، شرح معانی الآثار، کتاب الجنائز، باب الجنائز تممر بالقوم

أیقومون لها أم لا، ۲: ۱۳، رقم: ۲۷۱۴

روحانی و تربیتی مقصد کے لیے کھڑا ہونا ہے جیسے درس و تدریس کے لیے معلم کا کھڑا ہونا، خطبہ کے لیے عالم کا کھڑا ہونا اور قاری کا تلاوت قرآن کے لیے کھڑا ہونا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ۔^(۱)

”یہ وہ لوگ ہیں جو (سراپا نیاز بن کر) کھڑے اور (سراپا ادب بن کر) بیٹھے اور (ہجر میں تڑپتے ہوئے) اپنی کروٹوں پر (بھی) اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں۔“

سلام محبوب خدا ﷺ کا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کے ذکر کو اپنا ذکر قرار دیا ہے^(۲) جیسا کہ محبوب ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت،^(۳) محبوب ﷺ کی معصیت کو اپنی معصیت،^(۴) محبوب ﷺ کی رضا کو اپنی رضا،^(۵) محبوب ﷺ کی ادا کو اپنی ادا،^(۶) محبوب ﷺ کی ایذا کو اپنی ایذا^(۷) اور محبوب ﷺ کی نافرمانی کو اپنی نافرمانی قرار دیا۔^(۸)

(۱) آل عمران، ۳: ۱۹۱

(۲) ۱- الانشراح، ۴: ۹۴

۲- ابن حبان، الصحيح، ۸: ۱۷۵، رقم: ۳۳۸۲

(۳) النساء، ۴: ۸۰

(۴) ۱- النساء، ۴: ۱۴

۲- الأحزاب، ۳۳: ۳۶

۳- العن، ۷۲: ۲۳

(۵) التوبة، ۹: ۶۲

(۶) الأنفال، ۸: ۱۷

(۷) الأحزاب، ۳۳: ۵۷

(۸) النساء، ۴: ۱۴

ذکرِ مصطفیٰ ﷺ ذکرِ خدا ہے

خالقِ کائنات نے اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے خلقِ عظیم، عجز و انکسار اور مقامِ عبدیت میں درجہ کمال پر پہنچنے کے باعث آپ ﷺ کے ذکر کو دنیا کی ہر چیز پر بلندی و رفعت کا مورِ دھمہرایا۔ ارشاد فرمایا:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝^(۱)

”اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر (اپنے ذکر کے ساتھ ملا کر دنیا و آخرت میں ہر جگہ) بلند کر دیا“

اس ارشادِ خداوندی کی تفسیر ایک حدیث مبارکہ کے مضمون سے بخوبی ہو جاتی ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: أَتَانِي جِبْرِيْلُ، فَقَالَ: إِنَّ رَبِّي وَرَبَّكَ يَقُولُ لَكَ: كَيْفَ رَفَعْتُ ذِكْرَكَ؟ قَالَ: اللَّهُ أَعْلَمُ. قَالَ: إِذَا ذُكِرْتُ ذُكِرْتُ مَعِيَ۔^(۲)

(۱) الانشراح، ۹۴: ۴

(۲) ۱۔ ابن حبان، الصحيح، ۸: ۱۷۵، رقم: ۳۳۸۲

۲۔ أبو یعلیٰ، المسند، ۲: ۵۲۲، رقم: ۱۳۸۰

۳۔ خلال نے ”السنة (۱: ۲۶۲، رقم: ۳۱۸)“ میں اس کی اسناد کو حسن قرار دیا ہے۔

۴۔ دیلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، ۴: ۴۰۵، رقم: ۷۱۷۶

۵۔ ہیثمی، موارد الظمان إلى زوائد ابن حبان، ۴۳۹، رقم: ۱۷۷۲

۶۔ ابن ابی حاتم رازی، تفسیر القرآن العظیم، ۱۰: ۳۳۴۵، رقم: ۱۹۳۹۳

۷۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۸: ۷۱۲

۸۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۴: ۵۲۳

۹۔ سیوطی، الدر المنثور فی التفسیر بالماثور، ۸: ۵۴۹

”رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے پاس جبریل آئے اور انہوں نے کہا: بے شک آپ کا اور میرا رب آپ سے استفسار فرماتا ہے: میں نے آپ کا ذکر کیسے بلند کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (اے حبیب!) جب میرا ذکر کیا جاتا ہے تو آپ کا ذکر میرے ذکر کے ساتھ کیا جاتا ہے۔“

اس حدیثِ قدسی کی رو سے ذکرِ الہی اور ذکرِ رسول ﷺ ایک ساتھ کرنا ضروری ہے۔ حبیبِ خدا ﷺ کا ذکر اللہ تعالیٰ کے ذکر سے الگ نہ کیا جائے۔ بصورتِ دیگر وہ عمل بارگاہِ صمدیت میں شرفِ قبولیت حاصل نہیں کر سکے گا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے ذکر کو اپنے ذکر کے ساتھ ملایا ہے، اس لیے یہ دونوں ذکر ایک ساتھ ایک ہی حالت میں کرنا جائز ہے۔ ذکرِ خدا بہ حالتِ قیام جائز ہے تو ذکرِ مصطفیٰ ﷺ بہ صورتِ درود و سلام بھی جائز ہے۔

(۷) قیامِ صلوة و سلام

قیام کی متعدد صورتوں میں سے ایک قیامِ سلام ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات ستودہ صفات پر صلوة و سلام ادب و تعظیم سے سرشار کیفیت میں کھڑے ہو کر پیش کیا جاتا ہے۔ یہ قیام متعدد درجاتِ قیام کا مجموعہ ہے، مثلاً قیامِ محبت، قیامِ فرحت، قیامِ تعظیم، قیامِ ذکر اور قیامِ صلوة و سلام۔ جب ہم محفلِ میلاد میں قیامِ سلام کو لیتے ہیں جس میں آقائے دو جہاں ﷺ کی بارگاہ میں سلام پڑھا جاتا ہے تو پھر قیام اور عدمِ قیام کی تمیز پر مبنی ساری بحث محض سعیِ لاحاصل ہے۔ اس کا میلاد سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ قیام قیامِ استقبال ہے ہی نہیں۔ اس لیے ہم سرے سے اس بحث ہی کو لغو سمجھتے ہیں کہ استقبال کے لیے قیام کیا جائے یا نہ کیا جائے۔ درحقیقت یہ قیامِ تعظیم ہوتا ہے بلکہ اس پر مستزاد قیامِ فرحت اور قیامِ محبت اس کا محرک ہے۔ قیام کی یہ تمام صورتیں بلاخوفِ تردید حضور نبی اکرم ﷺ کی سنت پر مبنی ہیں اور اس پر کسی قسم کی اختلاف رائے یا تکرار کرنے کا کوئی محل نہیں۔

حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں ادب و نیاز سے کھڑے ہو کر سلام پیش کرنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سنت ہے۔

۱۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے سفر معراج بیان کرتے ہوئے فرمایا:

مررتُ علیٰ موسیٰ وهو یُصلیٰ فی قبرہ۔^(۱)

”میں موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس سے گزرا تو وہ اپنی قبر میں مصروفِ صلاۃ تھے۔“

۲۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہی سے ایک دوسری سند سے مروی حدیث میں ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مررتُ علیٰ موسیٰ لیلۃ أسری بی عند الکثیر الأحممر، وهو قائم یصلیٰ فی قبرہ۔^(۲)

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الفضائل، باب فضائل موسیٰ علیہ السلام، ۴: ۱۸۴۵، رقم: ۲۳۷۵

۲۔ نسائی، السنن، کتاب قیام الیل و تطوع النهار، باب ذکر صلاۃ نبی اللہ موسیٰ علیہ السلام، ۳: ۱۵۱، رقم: ۱۶۳۷

۳۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۱: ۴۱۹، رقم: ۱۳۲۹

۴۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۲۰

۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۱: ۲۴۱، رقم: ۴۹

۶۔ أبو یعلیٰ، المسند، ۷: ۱۲۷، رقم: ۴۰۸۵

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الفضائل، باب فضائل موسیٰ علیہ السلام، ۴: ۱۸۴۵، رقم: ۲۳۷۵

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۴۸

۳۔ بیہقی، دلائل النبوة و معرفة أحوال صاحب الشریعة، ۲: ۳۸۷ —

”میں معراج کی رات سرخ ٹیلہ کے مقام پر موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس سے گزرا تو (میں نے دیکھا کہ) وہ اپنی قبر میں مصروفِ صلاۃ تھے۔“

حضرت موسیٰ (علیہ السلام) حضور نبی اکرم ﷺ پر درود بھیج رہے تھے، اس کی وضاحت لفظ صلوٰۃ کی ذیل میں دی گئی بحث سے ہو جائے گی:

(۱) صلوٰۃ کا معنی - درود و سلام

عام طور پر کتابوں میں ان احادیث مبارکہ کا یہ ترجمہ لکھا ہوا ملتا ہے کہ جب سرکارِ دو عالم ﷺ کا حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس سے گزر ہوا تو وہ اپنی قبر انور میں نماز ادا کر رہے تھے۔ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سفرِ معراج کے اس مرحلہ میں مترجمین نے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے بارے میں لکھا ہے:

هو قائم یصلیٰ فی قبره.

”موسیٰ (علیہ السلام) اپنی قبر میں کھڑے نماز ادا کر رہے تھے یا وہ نماز ادا کرنے کے لیے کھڑے ہو رہے تھے۔“

لیکن حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے حالتِ قیام میں صلوٰۃ ادا کرنے سے راقم نے صلوٰۃ (درود) پڑھنے کا جو نتیجہ اخذ و مستنبط کیا ہے وہ حدیث سے متعارض نہیں۔ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) سمیت دیگر تمام انبیاء بیت المقدس میں حضور نبی اکرم ﷺ کے استقبال کے لیے

..... ۴- سبکی، شفاء السقام فی زیارة خیر الأنام: ۱۳۷

۵- مقریزی، إمتاع الأسماع بما للنبي ﷺ من الأحوال والأموال والحفدة والمتاع، ۸: ۲۵۰

۶- مقریزی، إمتاع الأسماع بما للنبي ﷺ من الأحوال والأموال والحفدة والمتاع، ۱۰: ۳۰۴

۷- سیوطی، الحاوی للفتاویٰ: ۶۶۸

۸- سخاوی، القول البديع فی الصلاة علی الحبيب الشفيع ﷺ: ۱۶۸

جمع تھے۔ تمام انبیاء علیہم السلام کو بھی اس بات کا علم تھا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا اس رات سفر معراج شروع ہو چکا ہے اور آپ ﷺ وہاں ان کی امامت فرمائیں گے اور یہ امامت لیلۃ المعراج کے اگلے مرحلے پر روانہ ہونے سے پہلے ہوگی، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آسمانوں پر بھی ملاقات ہونا تھی اور یہی حضرت موسیٰ علیہ السلام مقامِ قدس پر حضور نبی اکرم ﷺ کی اقتدا میں نماز ادا کرنے والے بھی تھے۔ پھر یہ کہ حضور ﷺ کا سفر کسی دنیاوی سواری پر نہیں بلکہ براق پر تھا جس کی رفتار کا انسانی عقل اندازہ بھی نہیں کر سکتی۔ وہ براق آن واحد میں اتنی مسافت طے کر لیتا تھا جو روشنی کی رفتار سے بھی کئی گنا زیادہ تھی۔ یہ سب جانتے ہوئے کیوں کر ممکن تھا کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر سے گزرے تو وہ محض نماز نفل ادا کر رہے ہوں، اگر کوئی فرض نماز ہوتی تو یہ بات قرین فہم ہوتی لیکن وصال کے بعد کوئی فرض نماز نہیں ہوتی جو قبر میں ادا کی جائے۔ دنیاوی زندگی گزارنے کے بعد برزخی زندگی میں کوئی فرائض و واجبات نہیں رہتے اور انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام قبور میں جو اعمال بجالاتے ہیں ان کی حیثیت نقلی عبادت کی ہوتی ہے جو ایک اضافی معاملہ ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو علم تھا کہ حضور نبی اکرم ﷺ مسجد حرام سے سفر معراج پر روانہ ہو رہے ہیں اور ان کا گزر اس طرف سے ہوگا۔ اس لیے یہ بات قابل فہم نہیں کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ سفر معراج کے مرحلہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس سے گزر رہے ہوں اور وہ اس وقت نفل نماز ادا کرنے میں مصروف ہوں۔ چنانچہ مذکورہ بالا احادیث کا مفہوم یہ ہوگا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں کھڑے حضور ﷺ پر درود و سلام بھیج رہے تھے۔ یہ مفہوم متن حدیث کے خلاف نہیں کیوں کہ تمام انبیاء جانتے تھے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے بیت المقدس میں امامت فرمائی ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہاں بحیثیت مقتدی شریک نماز ہونا تھا اس لیے اس وقت یہاں قبر میں نماز پڑھنے کا معاملہ سمجھ سے بالاتر ہے۔

(ب) صلوة کے لغوی معانی

وہو قائم یصلی فی قبرہ کے صحیح مفہوم کی روشنی میں لفظ صلوة کا معنی نماز نہیں بلکہ درود و سلام پڑھنا ہے کیونکہ صلوة کا لفظ صرف نماز کے لیے ہی استعمال نہیں ہوتا بلکہ رحمت بھیجنا، تعریف کرنا اور درود و سلام پڑھنا جیسے معانی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

امام مرتضیٰ الزبیدی صلوة کا معنی لکھتے ہیں:

وقال ابن الأعرابی: الصلاة من الله الرحمة، ومنه ﴿هُوَ الَّذِي

يُصَلِّي عَلَيْكُمْ﴾^(۱) أي يرحم۔^(۲)

”ابن اعرابی کہتے ہیں: اللہ کی طرف سے صلوة کا معنی ”رحمت ہے۔“ یہی اس

آیت کا معنی ہے: ﴿وہی ہے جو تم پر صلوة بھیجتا ہے﴾ یعنی جو تم پر رحمت بھیجتا

ہے۔“

ابن منظور (۶۳۰-۷۱۱ھ) ارشاد باری تعالیٰ - اُولَئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ^(۳) - کے تحت لکھتے ہیں:

فمعنى الصلوات ههنا الثناء عليهم من الله تعالى^(۴)۔

”یہاں صلوات سے مراد ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعریف کا ہونا ہے۔“

(ج) لغوی معانی کا اطلاق

لفظ صلوة کے انہی معانی کا اطلاق درج ذیل آیات کریمہ اور حدیث مبارکہ میں

کیا گیا ہے:

(۱) الأحزاب، ۳۳: ۴۳

(۲) زبیدی، تاج العروس من جواهر القاموس، ۱۹: ۶۰۷

(۳) البقرة، ۲: ۱۵۷

(۴) ابن منظور، لسان العرب، ۱۴: ۴۶۵

۱۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ
وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝ (۱)

”بے شک اللہ اور اُس کے (سب) فرشتے نبی (کرم ﷺ) پر درود بھیجتے
رہتے ہیں، اے ایمان والو! تم (بھی) اُن پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا
کرو“

۲۔ دوسرے مقام پر اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ لِيُخْرِجَكُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى
النُّورِ۔ (۲)

”وہی ہے جو تم پر درود بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی، تاکہ تمہیں اندھیروں
سے نکال کر نور کی طرف لے جائے۔“

۳۔ حدیث مبارکہ میں بھی یہ لفظ کثرت کے ساتھ درود کے معنی میں آیا ہے۔ جیسا
کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

من صلى علي صلاة، صلى الله عليه بها عشراً وكتب له بها عشر
حسانات۔ (۳)

”جس نے مجھ پر درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اُس پر دس رحمتیں بھیجے
گا اور اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دے گا۔“

(۱) الأحزاب، ۳۳: ۵۶

(۲) القرآن، الأحزاب، ۳۳: ۴۳

(۳) ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب الصلاة، باب ما جاء فی فضل الصلاة
على النبي ﷺ، ۲: ۳۵۴، رقم: ۴۸۴

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ مندرجہ بالا احادیث مبارکہ میں صلوٰۃ کا مفہوم حضور رسالت مآب ﷺ پر رحمت اور سلام بھیجنا ہے۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں کھڑے حضور نبی اکرم ﷺ کا استقبال آپ ﷺ پر درود و سلام پڑھتے ہوئے کر رہے تھے۔

امام شعرانی (۸۹۸-۹۷۳ھ) الیواقیت و الجواهر فی بیان عقائد الأکابر میں شبِ معراج کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

”جب صاحبِ معراج ﷺ سدرۃ المنتہیٰ سے آگے اپنی سواری براق کو چھوڑ کر رفر رفر پر اس مرحلہ تک عروج کر گئے جو ثَمَّ ذَنی فَتَدَلّی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور آپ ﷺ مقامِ ذَنی فَتَدَلّی پر اللہ رب العزت کے حضور باریابی سے مشرف ہوئے تو اس جگہ جہاں محبت و محبوب کے سوا اور کوئی نہ تھا باری تعالیٰ آپ سے ہم کلام ہوئے اور یہ آواز آئی:

یا محمد! قف، إن ربک یصلی۔^(۱)

”اے پیارے محمد! ٹھہر جائیے، آپ کا رب آپ پر درود بھیج رہا ہے۔“

قرآن بتا رہے ہیں کہ وہ صلوٰۃ جو شبِ اسرئٰی اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ پر بھیج رہا تھا وہی صلوٰۃ اللہ کے جلیل القدر پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام پڑھ رہے تھے۔ اُس رات حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر انور میں کوئی نفل نماز نہیں بلکہ صلوٰۃ و سلام کا وظیفہ کر رہے تھے۔ یہ صلوٰۃ صلوٰۃ مبارک باد، صلوٰۃ تعظیم و توقیر اور صلوٰۃ احترام تھا۔

اس تفصیل سے واضح ہوا کہ صلوٰۃ کے مفہوم کو صرف نماز تک محدود نہ کیا جائے بلکہ یہ رسولِ محتشم ﷺ پر صلوٰۃ اور برکت بھیجنے کا عمل تھا اور یہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سلام تھا جس کے آئینہ دار قائمِ یصلی کے الفاظِ حدیث ہیں۔ اسی واقعہ کی اطلاع ہمیں

مخبر صادق رسول برحق ﷺ نے دی اور بتایا کہ سفر معراج کے ابتدائی مرحلہ میں انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بہ حالتِ صلوة دیکھا۔ دوسرے لفظوں میں وہ کھڑے تھے اور صلوة و سلام پڑھ رہے تھے۔

آپ دونوں میں سے کسی بات کو تسلیم کر لیں اور اس امر پر اپنی توجہ مرکوز کریں کہ رسول مکرم ﷺ نے امت کو یہ اطلاع کیوں فراہم کی؟ اگر یہ محض نماز کا معاملہ ہوتا تو یہ اللہ تعالیٰ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان تھا۔ ہر پیغمبر اپنی قبر انور میں نفل ادا کرتا ہے، یہ کوئی خلاف معمول بات نہیں۔ لہذا سوال پیدا ہوتا ہے کہ سفر معراج کے مرحلہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں امت کو یہ بتانے میں کیا نکتہ اور حکمت کار فرما تھی؟ دراصل بتانا یہ مقصود تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ میں سے ہیں اور جب حضور ﷺ سفر معراج کے دوران میں اُن کی قبر کے پاس سے گزرے تو وہ آپ ﷺ پر صلوة (درد) پڑھ رہے تھے۔ آپ ﷺ کا اس موضوع پر امت کو آگاہی دینے کا مقصد انہیں قیامِ سلام کے آداب سمجھانا تھا۔

۳۔ صحیح مسلم کی کتاب الإیمان کے باب ذکر المسیح بن مریم و المسیح الدجال میں اس مضمون کی ایک اور حدیث وارد ہوئی ہے۔ امام سخاوی (۸۳۱-۹۰۲ھ) نے القول البدیع فی الصلاة علی الحبيب الشفیع ﷺ میں یہ حدیث سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے باب میں صلوة و سلام کے حوالے سے بیان کی ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

قد رأيتني في جماعة من الأنبياء، فإذا موسى قائم يصلي، فإذا رجل ضرب جعد كأنه من رجال شنوءة.

”تحقیق میں نے اپنے آپ کو انبیاء علیہم السلام کی جماعت میں دیکھا تو موسیٰ کھڑے صلوة پڑھ رہے تھے، وہ شنوءہ قبیلے (کے لوگوں) کی طرح درمیانے قد

کے اور گھنگریالے بالوں والے تھے۔“

وَإِذَا عَيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ الْكَافِرِ قَائِمٌ يَصَلِّي، أَقْرَبَ النَّاسِ بِهِ شَبْهًا
عُرْوَةَ بْنِ مَسْعُودٍ الثَّقَفِيِّ.

”اور عیسیٰ بن مریم کھڑے صلوٰۃ پڑھ رہے تھے، ان سے قریباً ہم شکل عروہ بن مسعود ثقفی ہیں۔“

وَإِذَا إِبْرَاهِيمَ قَائِمٌ يَصَلِّي، أَشْبَهَ النَّاسَ بِهِ صَاحِبُكُمْ (يعني نفسه)،
فَحَانَتْ الصَّلَاةَ فَأَمْتَهُمْ۔^(۱)

”اور ابراہیم بھی کھڑے صلوٰۃ پڑھ رہے تھے، سب سے زیادہ ان کے ہم شکل
تمہارے صاحب (یعنی میں) ہوں، اس کے بعد نماز کھڑی ہوگئی اور میں نے
ان کی امامت کروائی۔“

اس روایت سے مترشح ہو رہا ہے کہ شبِ اسرئٰی ہر پینچمیر حالتِ قیام میں حضور نبی
اکرم ﷺ پر درود پڑھ رہا تھا۔ بعد ازاں آپ ﷺ نے تمام انبیاء کی امامت کرائی۔

(۱) ۱- مسلم، الصحيح، کتاب الإیمان، باب ذکر المسیح بن مریم والمسیح

الدجال، ۱: ۱۵۷، رقم: ۱۷۲

۲- خطیب تبریزی، مشکوٰۃ المصابیح، کتاب أحوال القيامة وبدء

الخلق، ۳: ۳۷۹، رقم: ۵۸۶۶

۳- بیہقی، دلائل النبوة ومعرفة أحوال صاحب الشريعة، ۲: ۳۸۷

۴- سبکی، شفاء السقام فی زیارة خیر الأنام: ۱۳۵، ۱۳۸

۵- مقریزی، إمتاع الأسماع بما للنبي ﷺ من الأحوال والأموال والحفدة

والمناجاة، ۸: ۲۴۹

۶- سخاوی، القول البدیع فی الصلاة علی الحبيب الشفیق ﷺ: ۱۶۸

قیام میلادِ لمحہ موجود میں آپ ﷺ کی تشریف آوری کے لیے نہیں ہوتا

قیام کے موضوع پر یہ حوالہ جات بالصراحت اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ ہم قیام کیوں اور کس لیے کرتے ہیں؟ یہاں ایک شبہ کا ازالہ از حد ضروری ہے کہ معاذ اللہ ہم ہرگز یہ نہیں سمجھتے کہ رسول اکرم ﷺ کی ولادت لمحہ موجود میں ہوئی ہے، لہذا ہمیں قیام کرنا ہے یا یہ کہ حضور نبی اکرم ﷺ اس مجلس میں تشریف لا رہے ہیں اور ہم آپ ﷺ کی آمد پر قیام کر رہے ہیں۔ یہ کسی مسلمان کا عقیدہ ہے نہ ہمارا قیام استقبال کا مظہر ہے۔ یہ بھی نہیں کہ جو محفلِ میلاد میں شرکت کے لیے آئے ہیں ان کے لیے قیام کرنا چاہیے۔ تاہم یہ بات ممکنات میں سے ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ روحانی طور پر محفلِ میلاد میں تشریف لائیں۔ روحانی اعتبار سے آپ ﷺ کے لیے ایسا کرنا ناممکن نہیں، آپ ﷺ جہاں چاہیں روحانی طور پر تشریف لے جاسکتے ہیں۔ جسمانی طور پر اس لیے نہیں کہ آپ ﷺ کا جسم اقدس آپ ﷺ کے روضہ پاک میں قبر انور کے اندر استراحت فرما رہا ہے، لیکن ملائکہ اور عالم ارواح کے کسی فرد کی طرح آپ ﷺ کسی جگہ اور کسی مقام پر روحانی طور پر آجاسکتے ہیں۔ اگر کوئی خواب میں یا حالتِ بیداری میں آپ ﷺ کا دیدار کرتا ہے جیسا کہ متعدد اولیاء کرام کے بارے میں مذکور ہے تو وہ بلاشبہ آپ ﷺ ہی کی زیارت سے شاد کام ہو رہا ہوتا ہے۔ آپ ﷺ جسمانی طور پر نظر آتے ہیں لیکن وہ الروح التمثیل یا الروح المتمثلہ کی ایک صورت گری ہے۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے جبرئیل امین یا ملک الموت کسی کو بشری شکل میں دکھائی دے۔ اس حوالے سے کئی مثالیں قرآن و حدیث سے دی جاسکتی ہیں۔

قرآن حکیم میں ہے کہ حضرت جبرئیل امین حضرت مریم علیہا السلام کے پاس جسمانی صورت میں حاضر ہوئے:

فَارْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ۝ (۱)

”تو ہم نے ان کی طرف اپنی روح (یعنی فرشتہ جبرئیل) کو بھیجا سو جبرئیل ان کے سامنے مکمل بشری صورت میں ظاہر ہوا“

بَشَرًا سَوِيًّا کا مفہوم یہ ہے کہ وہ ایک مکمل جیتے جاگتے انسان کی شکل میں سیدہ مریم علیہا السلام کے پاس آئے اور یہ اس پیکرِ نوری کا اصل جسم نہیں بلکہ متمثل صورت تھی۔ روایات میں ہے کہ حضرت جبرئیل عليه السلام حضور ﷺ کی بارگاہ میں بشری صورت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ (۱)

پس صحیح عقیدہ یہی ہے کہ حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کا جسم اطہر ان کے روضہ پاک میں آرام فرما ہے لیکن آپ ﷺ کی روح پاک متمثل ہو کر کہیں بھی جلوہ گر ہو سکتی ہے۔ لہذا یہ عقیدہ رکھنا بے ادبی اور گستاخی کے ذیل میں آئے گا کہ حضور ﷺ اپنی قبر اطہر سے باہر روحانی طور پر متمثل ہو کر جہاں چاہیں تشریف نہیں لے جاسکتے۔ بلکہ آپ ﷺ کو یہ قدرت تام حاصل ہے کہ فرشتوں کی طرح جہاں چاہیں اپنی روح پاک کے ساتھ تشریف لے جاسکتے ہیں۔ روح کے اس طرح جسمانی وجود میں نظر آنے کو متمثل الروح یا تجسد الروح سے تعبیر کیا جاتا ہے جیسا کہ سورۃ مریم میں جبرئیل امین عليه السلام کے باب میں باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ اگرچہ حضور نبی اکرم ﷺ روحانی طور پر جسمانی صورت میں متمثل ہو کر کہیں بھی تشریف لے جاسکتے ہیں لیکن یہ جمہور مسلمین اور اہل سنت و جماعت کا کبھی عقیدہ نہیں رہا کہ آپ ﷺ اپنے جسمانی وجود کے ساتھ محفل میلاد میں جلوہ گر ہوتے ہیں اور اس بنا پر اہل محفل آپ ﷺ کے استقبال کے لیے قیام

(۱) ۱- بخاری، الصحيح، کتاب الإیمان، باب سؤال جبریل النبی ﷺ عن

الإیمان والإسلام والإحسان، ۱: ۲۷، رقم: ۵۰

۲- بخاری، الصحيح، کتاب تفسیر القرآن، باب قوله إن الله عنده علم

الساعة، ۴: ۱۷۹۳، رقم: ۴۴۹۹

۳- مسلم، الصحيح، کتاب الإیمان، باب بیان الإیمان والإسلام والإحسان،

۱: ۳۷، رقم: ۸، ۹

کرتے ہیں۔ اگر کوئی ایسا کہتا ہے تو یہ غلط الزام ہے، اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ شرکائے محفلِ میلاد صرف علامتی طور پر آپ ﷺ کے ذکر کے احترام میں کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام پیش کرتے ہیں۔ یہ قیام اس لیے بھی نہیں کیا جاتا کہ معاذ اللہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ لمحہ موجود میں متولد ہو رہے ہیں۔ کوئی احمق اور فاجر اعتقل شخص ہی ایسی سوچ رکھ سکتا ہے۔ محفلِ میلاد میں قیام ذکرِ حبیب ﷺ کے ادب اور ولادت پاک کو یاد کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ بے شک حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت اس قدر شانِ جمال اور عظمت بے مثال کی حامل ہے کہ اس کا ذکر بھی بہت فضیلت کا درجہ رکھتا ہے اور اس کی تعظیم اس امر کا تقاضا کرتی ہے کہ ہم کھڑے ہو کر آپ ﷺ کی ذات والا صفات پر سلام پیش کریں، آپ ﷺ کے اوصافِ حمیدہ کی تحسین کریں اور ذکرِ حبیب ﷺ میں نہایت درجہ ادب و تعظیم کا مظاہرہ کرتے ہوئے محبت کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب جائیں۔

قیام میلاد دراصل قیام فرحت و مسرت ہے

تذکارِ ولادتِ مصطفیٰ ﷺ ہماری محبت، چاہت اور الفت کے متقاضی ہیں۔ جب بھی آپ ﷺ کا ماہِ ولادت (ربیع الاول) آئے تو لازم ہے کہ ہم اللہ رب العزت کے حضور شکرانہ بجالائیں کہ اس نے نوعِ انسانیت کو اتنی بڑی نعمت اور احسانِ عظیم سے نوازا۔ آپ ﷺ کے ظہور سے حق و صداقت اور ہدایت کا نور ہر طرف پھیل گیا اور کفر و شرک کے اندھیرے چھٹ گئے۔ اللہ ﷻ نے اپنے حبیب ﷺ کی وساطت سے دنیا کی ان تاریکیوں کو دور کرنے کا سامان کیا جو پوری انسانیت کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے تھیں۔ گمراہی و ضلالت کے اندھیروں میں وہ نورِ سرمدی چمکا جس کی ضوءِ پاشیوں سے ہدایت ربانی کی صبح طلوع ہوئی۔ میلاد النبی ﷺ کے ایام میں اللہ تعالیٰ کی اس نعمتِ عظمیٰ کی خوشی منانا اور محبت اور اپنائیت سے اس کا ذکر کرنا ہم پر لازم ہے۔ یہ مہینہ اور ولادتِ مبارکہ کا دن اللہ ﷻ کی خصوصی برکتوں اور رحمتوں کا مہینہ اور دن ہے۔

وہ ساعتیں جب اس دنیائے آب و گل میں آپ ﷺ کی تشریف آوری ہوئی اپنے دامن میں بے انتہاء خوشی و مسرت اور فرحت کی دولت لے کر منصف عالم پر ظہور پذیر ہوئیں۔ اس متاعِ عظیم کی یاد میں قیام کرنا اور آپ ﷺ کی محبت میں سرشارِ جھوم جھوم کر میلاد پڑھنا سرورِ ایمان کا اظہار ہے۔ جتنی احادیثِ مقدسہ کا حوالہ دیا گیا ہے، وہ قیام کا جواز فراہم کرتی ہیں، مدحت و نعت کے گجرے بہ حضور سید خیر الانام ﷺ پیش کرنے کی سند ہمیں متعدد روایات سے ملتی ہے۔ یہ سارا عمل سنت قرار پاتا ہے جس کی تائید تمام ائمہٴ حدیث کی روایات اور اقوال سے ہوتی ہے۔

قیام کی اس ساری بحث کا خلاصہ ہے کہ ہر ذات کے لیے قیام اُس کے مرتبہ کے لحاظ سے جائز ہے۔ شاگرد اپنے استاد کے لیے ادباً اور تعظیماً کھڑا ہوتا ہے، میزبان مہمان کے استقبال کے لیے کھڑا ہوتا ہے، شیخ مرید کے لیے محبت رکھتے ہوئے کھڑا ہوتا ہے اور بیٹا باپ کے لیے ادباً کھڑا ہوتا ہے۔ قیام کی یہ تمام صورتیں جائز ہی نہیں جہاں واجب ہیں۔ ان میں کسی قسم کی کوئی قباحت نہیں پائی جاتی۔ لہذا اگر ان تمام ذاتوں کے لیے ادباً، تعظیماً، اکراماً اور فرحت محسوس کرتے ہوئے کھڑا ہونا جائز ہے تو تاجدارِ کائنات حضور نبی اکرم ﷺ کے لیے بہ درجہ اولیٰ جائز ہونے میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا۔ جب ہم آپ ﷺ کے میلاد پر قیام کرتے ہیں تو یہ محبت، فرحت اور خوشی کے اظہار میں کرتے ہیں، ہم اس گھڑی کو اپنے تصور و تخیل میں رکھتے ہوئے محبت اور فرحت کا اظہار کرتے ہوئے کھڑے ہوتے ہیں جس میں حضور نبی اکرم ﷺ اس دنیائے آب و گل میں تشریف لائے۔

ممانعتِ قیام کے اسباب

جہاں تک قیام کرنے سے منع کرنے کا تعلق ہے وہ اُس شخص کے لیے ہے جو دوسروں سے اس امر کی خواہش اور توقع کرے کہ اُس کے آنے پر لوگ اس کے لیے کھڑے ہوں۔ حدیث مبارکہ میں اسی خواہش اور توقع کی مذمت کی گئی ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ ؓ کو اس انداز کے قیام سے منع فرمایا۔ امام بخاری

(۱۹۳-۲۵۶ھ)، امام ترمذی (۲۱۰-۲۷۹ھ) اور امام ابو داؤد (۲۰۲-۲۷۵ھ) نے اس مضمون کی ایک حدیث بیان کی ہے جس میں امتناع قیام کا ذکر کیا گیا ہے اور کسی مجلس میں آنے والے کی ایسی خواہش کی مذمت کی گئی ہے۔^(۱) اس کے لیے عاجزی اور تواضع اختیار کرنے کا حکم ہے، البتہ جو لوگ کسی کی آمد کے منتظر ہوں ان کے لیے حکم ہے کہ وہ اس کے استقبال کے لیے کھڑے ہو جائیں کہ یہ ادب و تعظیم کا تقاضا ہے۔ اگر اس شخص کے دل میں یہ خواہش انگڑائیاں لینے لگے کہ دوسرے اس کی آمد پر کھڑے ہو جائیں تو یہ قابلِ مذمت ہے۔ اس رویہ سے تکبر و رعونت کا اظہار ہوتا ہے۔ اس امتناع قیام کو اخلاقی تربیت اور اسلامی تعلیم کے ایک حصے کے طور پر لیا جائے تاکہ لوگوں کے اندر تواضع و انکساری پیدا ہو۔ اگر کوئی شخص مجلس میں آتا ہے اور اُس کی آمد پر لوگ کھڑے نہیں ہوتے تو اُسے ناراض اور غضب ناک نہیں ہونا چاہیے کیوں کہ ایسی خواہش اور توقع اسلامی آداب و اخلاق کے منافی ہے۔

(۱) عن معاوية رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ: من سرّه أن يتمثل له الرجال

قیاما فليتبوا مقعده من النار۔ ☆

”حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جسے یہ بات پسند ہو کہ لوگ اس کے لئے بُت کی طرح کھڑے ہوں تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں تیار رکھے۔“

☆ ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب الآداب، باب ما جاء فی کراہیة قیام

الرجل للرجل، ۵: ۹۰، رقم: ۲۷۵۵

۲۔ أبو داود، السنن، کتاب الأدب، باب فی قیام الرجل للرجل، ۴: ۳۵۸،

رقم: ۵۲۲۹

۳۔ بخاری، الأدب المفرد، ۳۳۹، رقم: ۹۷۷

۴۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۹۳، ۱۰۰

۵۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۴: ۲۸۲، رقم: ۲۲۰۸

۶۔ طبرانی، المعجم الكبير، ۱۹: ۳۵۱، رقم: ۸۱۹

باب ششم



اہتمامِ چراغاں

جشنِ میلادِ النبی ﷺ کی تقریبات میں اجتماعاتِ ذکر اور محافلِ نعت کا انعقاد ادب و احترام اور جوش و جذبے سے کیا جاتا ہے۔ شبِ ولادت چراغاں کا اہتمام جشنِ میلاد کا ایک اور ایمان افروز پہلو ہے۔ عمارتوں اور شاہراہوں کو رنگا رنگ روشنیوں سے سجایا جاتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ انسانیت کو تاریکیوں سے نکال کر علم و آگہی کے اُجالوں میں لے آئے۔ آپ ﷺ کی ذات نورِ الہی کا مظہر اتم ہے۔ لہذا دنیا میں آپ ﷺ کی تشریف آوری کی خوشیاں منانے کے لیے بساطِ زندگی کو رنگ و نور سے سجایا جاتا ہے۔ ذہن میں سوال آ سکتا ہے کہ کیا اوائلِ دورِ اسلام میں بھی اس کی کوئی مثال ملتی ہے؟ وقتِ نظر سے دیکھا جائے تو یہ عمل ثقہ روایات کے مطابق خود رب ذوالجلال کی سنت ہے۔

۱۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت کے حوالہ سے حضرت عثمان بن ابی العاصؓ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت عبد اللہ ثقفیہ رضی اللہ عنہما حضور ﷺ کی ولادت کے وقت حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھیں۔ آپ شبِ ولادت کی بابت فرماتی ہیں:

فما ولدته خرج منها نور أضاء له البيت الذي نحن فيه والدار،
فما شيء أنظر إليه إلا نور۔^(۱)

۱ (۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الكبير، ۲۵: ۱۴۷، ۱۸۶، رقم: ۳۵۵، ۳۵۷

۲۔ شیبانی، الأحاد والمثانی: ۶۳۱، رقم: ۱۰۹۴

۳۔ ماوردی، أعلام النبوة: ۲۴۷

۴۔ طبری، تاریخ الأمم والملوک، ۱: ۴۵۴

۵۔ بیہقی، دلائل النبوة و معرفة أحوال صاحب الشريعة، ۱: ۱۱۱

”پس جب آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تو سیدہ آمنہ کے جسم اطہر سے ایسا نور نکلا جس سے پورا گھر اور حویلی جگمگ کرنے لگی اور مجھے ہر ایک شے میں نور ہی نور نظر آیا۔“

۲۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت یوں مروی ہے:

إني رأيت حين ولدته أنه خرج مني نور أضاءت منه قصور بصرى من أرض الشام۔^(۱)

..... ۶۔ أبو نعیم، دلائل النبوة: ۱۳۵، رقم: ۷۶

۷۔ ابن جوزی، المنتظم فی تاریخ الأمم والملوک، ۲: ۲۳۷

۸۔ ابن عساکر، تاریخ دمشق الكبير، ۳: ۷۹

۹۔ ابن عساکر، السيرة النبوية، ۳: ۴۶

۱۰۔ ابن کثیر، البداية والنهاية، ۲: ۲۶۴

۱۱۔ ہیثمی، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ۸: ۲۲۰

۱۲۔ ابن رجب حنبلی، لطائف المعارف فيما لمواسم العام من الوظائف: ۱۷۳

۱۳۔ عسقلانی، فتح الباری، ۶: ۵۸۳

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الكبير، ۲۳: ۲۱۴، رقم: ۵۴۵

۲۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۴: ۳۱۳، رقم: ۶۴۰۴

۳۔ عبد الرزاق، المصنف، ۵: ۳۱۸

۴۔ دارمی، السنن، ۱: ۲۰، رقم: ۱۳

۵۔ شیبانی، الآحاد والمثاني، ۳: ۵۶، رقم: ۱۳۶۹

۶۔ شیبانی، الآحاد والمثاني، ۴: ۳۹۷، رقم: ۲۴۴۶

۷۔ حاکم، المستدرک علی الصحيحین، ۲: ۶۷۳، رقم: ۴۲۳۰

۸۔ ہیثمی نے ”مجمع الزوائد ومنبع الفوائد (۸: ۲۲۲)“ میں کہا ہے کہ

إسے احمد اور طبرانی نے روایت کیا ہے، اور احمد کی بیان کردہ روایت

کی اسناد حسن ہیں۔

”جب میں نے آپ ﷺ کو جنم دیا تو میں نے دیکھا کہ بے شک مجھ سے ایسا نور نکلا جس کی ضیاء پاشیوں سے سر زمینِ شام میں بصرہ کے محلات روشن ہو گئے۔“

اُتر آئے ستارے قمقے بن کر

انسان جب جشن مناتے ہیں تو اپنی بساط کے مطابق روشنیوں کا اہتمام کرتے ہیں، قمقے جلاتے ہیں، اپنے گھروں، محلوں اور بازاروں کو ان روشن قمقوں اور چراغوں سے مزین و منور کرتے ہیں، لیکن وہ خالق کائنات جس کی بساط میں شرق و غرب ہے اُس نے جب چاہا کہ اپنے حبیب ﷺ کے میلاد پر چراغاں کروں تو نہ صرف شرق تا غرب زمین کو منور کر دیا بلکہ آسمانی کائنات کو بھی اس خوشی میں شامل کرتے ہوئے ستاروں کو قمقے بنا کر زمین کے قریب کر دیا۔

حضرت عثمان بن ابی العاصؓ کی والدہ فاطمہ بنت عبد اللہ ثقیفہ رضی اللہ عنہا

..... ۹۔ ہیشمی، موارد الظمان إلى زوائد ابن حبان: ۵۱۲، رقم: ۲۰۹۳

۱۰۔ ابن سعد، الطبقات الكبرى، ۱: ۱۰۲

۱۱۔ ابن إسحاق، السيرة النبوية، ۱: ۹۷، ۱۰۳

۱۲۔ ابن ہشام، السيرة النبوية: ۱۶۰

۱۳۔ طبری، تاریخ الأمم والملوك، ۱: ۴۵۵

۱۴۔ ابن عساکر، تاریخ دمشق الكبير، ۱: ۱۷۱، ۱۷۲

۱۵۔ ابن عساکر، تاریخ دمشق الكبير، ۳: ۲۶۶

۱۶۔ ابن عساکر، السيرة النبوية، ۳: ۲۶

۱۷۔ ابن کثیر، البداية والنهاية، ۲: ۲۷۵

۱۸۔ سیوطی، کفاية الطالب اللیب فی خصائص الحیب، ۱: ۷۸

۱۹۔ حلی، إنسان العیون فی سیرة الامین المامون، ۱: ۸۳

۲۰۔ أحمد بن زینی دحلان، السيرة النبوية، ۱: ۴۶

فرماتی ہیں:

حضرت ولادة رسول الله ﷺ فرأيت البيت حين وضع قد امتلاً
نوراً، ورأيت النجوم تدنو حتى ظننت أنها ستقع علىّ۔^(۱)

”جب آپ ﷺ کی ولادت ہوئی تو (میں خانہ کعبہ کے پاس تھی) میں نے
دیکھا کہ خانہ کعبہ نور سے منور ہو گیا ہے اور ستارے زمین کے اتنے قریب آ گئے
کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ کہیں مجھ پر نہ گر پڑیں۔“

جشنِ میلادِ النبی ﷺ کے موقع پر مکہ مکرمہ میں چراغاں

مکہ مکرمہ نہایت برکتوں والا شہر ہے۔ وہاں بیت اللہ بھی ہے اور مولد رسول اللہ
ﷺ بھی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ اس شہر کی قسمیں کھاتا ہے۔ اہل مکہ کے لیے کئی ہونا ایک
اعزاز ہے۔ عید میلاد النبی ﷺ کے موقع پر اہل مکہ ہمیشہ جشن مناتے اور چراغاں کا خاص
اہتمام کرتے۔ ائمہ نے اس کا تذکرہ اپنی کتب میں کیا ہے۔ نمونے کے طور پر چند روایات

(۱) ۱۔ سہیلی، الروض الأنف فی تفسیر السیرة النبویة لابن ہشام، ۱: ۲۷۸،

۲۷۹

۲۔ ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، ۱: ۴۵۹

۳۔ طبری، تاریخ الأمم والملوک، ۱: ۴۵۴

۴۔ أبو نعیم، دلائل النبوة: ۱۳۵، رقم: ۷۶

۵۔ بیہقی، دلائل النبوة، ۱: ۱۱۱

۶۔ ابن جوزی، المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم، ۲: ۲۴۷

۷۔ ابن رجب حنبلی، لطائف المعارف فیما لمواسم العام من الوظائف:

۱۷۳

۸۔ سیوطی، کفایة الطالب اللیب فی خصائص الحیب، ۱: ۴۰

۹۔ حلبي، إنسان العیون فی سیرة الأئمن المأمون، ۱: ۹۴

۱۰۔ نبهانی، الأنوار المحمدیة من المواهب اللدنیة: ۲۵

درج ذیل ہیں:

امام محمد جار اللہ بن ظہیرہ حنفی (م ۹۸۶ھ) اہل مکہ کے جشنِ میلاد کے بارے میں لکھتے ہیں:

وجرت العادة بمكة ليلة الثانی عشر من ربيع الأول في كل عام أن قاضي مكة الشافعي يتهيأ لزيارة هذا المحل الشريف بعد صلاة المغرب في جمع عظيم، منهم الثلاثة القضاة وأكثر الأعيان من الفقهاء والفضلاء، وذوى البيوت بفوانيس كثيرة وشموع عظيمة وزحام عظيم. ويدعى فيه للسلطان ولأمير مكة، وللقاضي الشافعي بعد تقدم خطبة مناسبة للمقام، ثم يعود منه إلى المسجد الحرام قبيل العشاء، ويجلس خلف مقام الخليل عليه السلام بأزاء قبة الفراشين، ويدعو الداعي لمن ذكر آنفاً بحضور القضاة وأكثر الفقهاء. ثم يصلون العشاء وينصرفون، ولم أفق على أول من سن ذلك، سألت مؤرخي العصر فلم أجد عندهم علماً بذلك^(۱)

”ہر سال مکہ مکرمہ میں بارہ ربیع الاول کی رات اہل مکہ کا یہ معمول ہے کہ قاضی مکہ - جو کہ شافعی ہیں - مغرب کی نماز کے بعد لوگوں کے ایک جم غفیر کے ساتھ مولد شریف کی زیارت کے لیے جاتے ہیں۔ ان لوگوں میں تینوں مذاہب فقہ کے قاضی، اکثر فقہاء، فضلاء اور اہل شہر ہوتے ہیں جن کے ہاتھوں میں فانوس اور بڑی بڑی شمعیں ہوتی ہیں۔ وہاں جا کر مولد شریف کے موضوع پر خطبہ

(۱) ابن ظہیرہ، الجامع اللطیف فی فضل مکة وأهلها وبناء البيت الشريف:

دینے کے بعد بادشاہ وقت، امیر مکہ اور شافعی قاضی کے لیے (منتظم ہونے کی وجہ سے) دعا کی جاتی ہے۔ پھر وہ وہاں سے عشاء سے تھوڑا پہلے مسجد حرام میں آجاتے ہیں اور صفائی کرنے والوں کے قبہ کے مقابل مقام ابراہیم کے پیچھے بیٹھتے ہیں۔ بعد ازاں دعا کرنے والا کثیر فقہاء اور قضاة کی موجودگی میں دعا کا کہنے والوں کے لیے خصوصی دعا کرتا ہے اور پھر عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد سارے الوداع ہو جاتے ہیں۔ (مصنف فرماتے ہیں کہ) مجھے علم نہیں کہ یہ سلسلہ کس نے شروع کیا تھا اور بہت سے ہم عصر مؤرخین سے پوچھنے کے باوجود اس کا پتہ نہیں چل سکا۔“

علامہ قطب الدین حنفی (م ۹۸۸ھ) نے کتاب الإعلام بأعلام بیت اللہ الحرام فی تاریخ مکة المشرفة میں اہل مکہ کی محافلِ میلاد کی بابت تفصیل سے لکھا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

یزار مولد النبی ﷺ المکانی فی اللیلة الثانية عشر من شهر ربيع الأول فی کل عام، فیجتمع الفقهاء والأعیان علی نظام المسجد الحرام والقضاة الأربعة بمكة المشرفة بعد صلاة المغرب بالشموع الكثيرة والمفرغات والفوانیس والمشاعل وجميع المشائخ مع طوائفهم بالأعلام الكثيرة ويخرجون من المسجد إلى سوق الليل ويمشون فيه إلى محل المولد الشريف بازدهام ويخطب فيه شخص ويدعو للسلطنة الشريفة، ثم يعودون إلى المسجد الحرام ويجلسون صفوفاً فی وسط المسجد من جهة الباب الشريف خلف مقام الشافعية ويقف رئیس زمزم بین یدی ناظر الحرم الشريف والقضاة ويدعو

للسلطان ویلبسه الناظر خلعة ویلبس شیخ الفراهین خلعة. ثم یؤذّن للعشاء ویصلی الناس علی عادتہم، ثم یمشی الفقہاء مع ناظر الحرم إلی الباب الذی ینخرج منه من المسجد، ثم ینتفرون. وهذه من أعظم مواكب ناظر الحرم الشریف بمكة المشرفة ویأتی الناس من البدو والحضر وأهل جدة، وسكان الأودیة فی تلك اللیلة ویفرحون بها۔^(۱)

”ہر سال باقاعدگی سے بارہ ربیع الاول کی رات حضور ﷺ کی جائے ولادت کی زیارت کی جاتی ہے۔ (تمام علاقوں سے) فقہاء، گورنر اور چاروں مذاہب کے قاضی مغرب کی نماز کے بعد مسجد حرام میں اکٹھے ہوتے ہیں اور ان کے ہاتھوں میں کثیر تعداد میں شمعیں، فانوس اور مشعلیں ہوتیں ہیں۔ یہ (مشعل بردار) جلوس کی شکل میں مسجد سے نکل کر سوق اللیل سے گزرتے ہوئے حضور ﷺ کی جائے ولادت کی زیارت کے لیے جاتے ہیں۔ پھر ایک عالم دین وہاں خطاب کرتا ہے اور اس سلطنت شریفہ کے لیے دعا کرتا ہے۔ پھر تمام لوگ دوبارہ مسجد حرام میں آنے کے بعد باب شریف کی طرف رخ کر کے مقام شافعیہ کے پیچھے مسجد کے وسط میں بیٹھ جاتے ہیں اور رئیسِ زم زم حرم شریف کے نگران کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔ بعد ازاں قاضی بادشاہ وقت کو بلا تے ہیں، حرم شریف کا نگران اس کی دستار بندی کرتا ہے اور صفائی کرنے والوں کے شیخ کو بھی خلعت سے نوازتا ہے۔ پھر عشاء کی اذان ہوتی اور لوگ اپنے طریقہ کے مطابق نماز ادا کرتے ہیں۔ پھر حرم پاک کے نگران کی معیت میں مسجد سے باہر جانے والے دروازے کی طرف فقہاء آتے اور اپنے اپنے

(۱) قطب الدین، کتاب الإعلام بأعلام بیت اللہ الحرام فی تاریخ مكة

گھروں کو چلے جاتے ہیں۔ یہ اتنا بڑا اجتماع ہوتا کہ دور دراز دیہاتوں، شہروں
حتیٰ کہ جدہ کے لوگ بھی اس محفل میں شریک ہوتے اور آپ ﷺ کی
ولادت پر خوشی کا اظہار کرتے تھے۔“

اس تفصیل سے واضح ہوتا ہے کہ خوشی کے موقع پر چراغاں کرنا سنتِ الہیہ ہے۔
اور حضور نبی اکرم ﷺ کے یومِ میلاد سے بڑھ کر خوشی کا موقع کون سا ہو سکتا ہے! لہذا
ہمیں چاہیے کہ بحث و نزاع میں پڑنے کی بجائے سنتِ الہیہ پر عمل کرتے ہوئے اہالیانِ
مکہ کے طریق پر جشنِ میلاد النبی ﷺ کے موقع پر حسبِ استطاعت چراغاں کا اہتمام
کریں۔



باب ہفتم



محافلِ میلادِ النبی ﷺ میں ہر خاص و عام کے لیے ماکولات و مشروبات کا انتظام کیا جاتا ہے، انواع و اقسام کے کھانے تیار کئے جاتے ہیں، مٹھائی اور شیرینی تقسیم کی جاتی ہے۔ کھانا کھلانا شرعاً مقبول عمل ہے جسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے پسند فرمایا ہے، اور قرآن و حدیث میں اس کی بہت زیادہ ترغیب دی گئی ہے۔

۱۔ قرآن حکیم میں کھانا کھلانے کی فضیلت

۱۔ کھانا کھلانے کے باب میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مومنین کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَيُطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حَيْبِهِ مَسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ۝ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ
لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ۝^(۱)

”اور (اپنا) کھانا اللہ کی محبت میں (خود اُس کی طلب و حاجت ہونے کے باوجود) ایثاراً (محتاج کو اور یتیم کو اور قیدی کو کھلا دیتے ہیں) ۝ (اور کہتے ہیں کہ) ہم تو محض اللہ کی رضا کے لیے تمہیں کھلا رہے ہیں، نہ تم سے کسی بدلہ کے خواست گار ہیں اور نہ شکرگزاری کے (خواہش مند) ہیں“ ۝

۲۔ مناسک حج میں سے ایک قربانی کے جانور ذبح کرنا ہے۔ اللہ رب العزت نے ذبیحہ کے گوشت کو خود کھانے اور باقی ضرورت مندوں کو کھلانے کا حکم دیا ہے:

فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعَمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ ۝^(۲)

”پس تم اس میں سے خود (بھی) کھاؤ اور خستہ حال محتاج کو (بھی) کھلاؤ“

ایک اور مقام پر فرمایا:

فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطِعُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ (۱)

”تو تم خود (بھی) اس میں سے کھاؤ اور قناعت سے بیٹھے رہنے والوں کو اور

سوال کرنے والے (محتاجوں) کو بھی کھلاؤ“

حضور نبی اکرم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کھانے کی دعوت پر بلایا کرتے تھے، جیسا

کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوا:

يَأْتِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرٍ نَظِيرِينَ إِنَّهُ وَلَكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ (۲)

”اے ایمان والو! نبی (کریم ﷺ) کے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو سوائے

اس کے کہ تمہیں کھانے کے لیے اجازت دی جائے (پھر وقت سے پہلے پہنچ

کر) کھانا پکنے کا انتظار کرنے والے نہ بنا کرو، ہاں جب تم بلائے جاؤ تو (اُس

وقت) اندر آیا کرو پھر جب کھانا کھا چکو تو (وہاں سے اُٹھ کر) فوراً منتشر ہو

جایا کرو اور وہاں باتوں میں دل لگا کر بیٹھے رہنے والے نہ بنو۔“

ان آیاتِ مبارکہ سے واضح ہے کہ کھانے کی دعوت دینا اور اپنے دوست

آجباب، ضرورت مندوں، محتاجوں اور بے کسوں کو کھانا کھلانا عین سنتِ مصطفیٰ ﷺ اور حکم

خداوندی ہے۔

(۱) الحج، ۲۲: ۳۶

(۲) الأحزاب، ۳۳: ۵۳

۲۔ احادیثِ مبارکہ میں کھانا کھلانے کی ترغیب

حضور نبی اکرم ﷺ نے کئی مواقع پر غرباء و مساکین اور رشتہ داروں اور مستحقین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دی ہے۔ اس حوالے سے چند احادیثِ مبارکہ ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

۱۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ سے کسی شخص نے سوال کیا: بہترین اسلام کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

تطعم الطعام وتقرأ السلام علی من عرفت ومن لم تعرف۔^(۱)

”تو کھانا کھلائے یا سلام کرے اُس شخص کو جسے تو پہچانتا ہو یا نہ پہچانتا ہو۔“

۲۔ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ جس وقت مدینہ تشریف لائے تو اَوَّل کلام جو میں نے ان سے سنا وہ یہ تھا:

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب الإیمان، باب إطعام الطعام من الإسلام، ۱: ۱۳، رقم: ۱۲

۲۔ بخاری، الصحيح، کتاب الإیمان، باب إفشاء السلام، ۱: ۱۹، رقم: ۲۸

۳۔ بخاری، الصحيح، کتاب الاستئذان، باب السلام للمعرفة وغير المعرفة، ۵: ۲۳۰۲، رقم: ۵۸۸۲

۴۔ مسلم، الصحيح، کتاب الإیمان، باب تفاضل الإیمان، ۱: ۶۵، رقم: ۳۹

۵۔ أبو داود، السنن، کتاب الأدب، باب فی إفشاء السلام، ۴: ۳۵۰، رقم: ۵۱۹۴

۶۔ نسائی، السنن، کتاب الإیمان، باب أئی الإسلام خیر، ۸: ۱۰۷، رقم: ۵۰۰۰

۷۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب الأطعمة، باب إطعام الطعام، ۲: ۱۰۸۳، رقم: ۳۲۵۳

يَأَيُّهَا النَّاسُ! أَفْشُوا السَّلَامَ، وَأَطْعَمُوا الطَّعَامَ، وَصَلُّوا وَالنَّاسَ نِيَامًا
تَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ۔^(۱)

”اے لوگو! سلام عام کرو اور کھانا کھلاؤ، اور نماز پڑھو جب لوگ سو رہے ہوں،
تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔“

۳۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَعْبُدُوا الرَّحْمَنَ، وَأَطْعَمُوا الطَّعَامَ، وَأَفْشُوا السَّلَامَ، تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ
بِسَلَامٍ۔^(۲)

”تم رحمان کی عبادت کرو اور کھانا کھلاؤ اور سلام عام کرو، سلامتی کے ساتھ
جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔“

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب صفة القيامة والرقائق والورع، ۴:

۶۵۲، رقم: ۲۳۸۵

۲۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب إقامة الصلاة والسنة فيها، باب فی قیام اللیل،

۱: ۴۲۳، رقم: ۱۳۳۴

۳۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب الأطعمة، باب إطعام الطعام، ۲: ۱۰۸۳، رقم:

۳۲۵۱

۴۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۴۵۱، رقم: ۲۳۸۳۵

۵۔ دارمی، السنن، ۱: ۴۰۵، رقم: ۱۴۶۰

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب الأطعمة، باب ما جاء فی فضل إطعام

الطعام، ۴: ۲۸۷۰، رقم: ۱۸۵۵

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۱۷۰، رقم: ۶۵۸۷

۳۔ دارمی، السنن، ۲: ۱۴۸، رقم: ۲۰۸۱

۴۔ یزید، البحر الزخار (المسند)، ۶: ۳۸۳، رقم: ۲۴۰۲

۵۔ بخاری، الأدب المفرد، ۱: ۳۴۰، رقم: ۹۸۱

۴۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے کثرت کے ساتھ کھانا کھلانے کا شکوہ کیا اور اسے اسراف قرار دیا، تو انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا حوالہ دیا:

خيار کم من أطمع الطعام، وردّ السّلام۔^(۱)

”تم میں سے بہترین وہ ہیں جو کھانا کھلاتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں۔“

۵۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من أطمع أخاه خبزاً حتى يشبعه، وسقاه ماء حتى يرويه، بعدہ اللہ
عن النار سبع خنادق بعد ما بين خندقين مسيرة خمسمائة
سنة۔^(۲)

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶: ۱۶، رقم: ۲۳۹۷۴، ۲۳۹۷۱

۲۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، ۳: ۱۶۶، ۱۶۷، رقم: ۷۱۰۵

۳۔ حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ۴: ۳۱۰، رقم: ۷۷۳۹

۴۔ بیہقی، شعب الإیمان، ۶: ۴۷۸، رقم: ۸۹۷۳

(۲) ۱۔ حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ۴: ۱۴۴، رقم: ۷۱۷۲

۲۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۶: ۳۲۰، رقم: ۶۵۱۸

۳۔ بیہقی، شعب الإیمان، ۳: ۲۱۸، رقم: ۳۳۶۸

۴۔ دیلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، ۳: ۵۷۶، رقم: ۵۸۰۷

۵۔ منذری، الترغیب والترہیب من الحدیث الشریف، ۲: ۳۶، رقم:

۱۴۰۳

۶۔ ہیثمی، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ۳: ۱۳۰

”جو شخص اپنے کسی بھائی کو پیٹ بھر کر کھانا کھلائے اور پانی پلائے گا اللہ تعالیٰ اُسے (دوزخ کی) آگ سے سات خندق جتنے فاصلے کی دوری پر کر دے گا، اور دو خندقوں کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔“

ان تمام احادیث سے یہ نتیجہ اخذ ہوا کہ اپنے بیگانے کی تمیز کے بغیر کسی کو بھی کھانا کھلانا بہترین عمل ہے۔ یہ بھی پتہ چلا کہ کھانا کھلانے سے دوزخ سے رہائی ملتی ہے اور جنت میں ٹھکانہ ملتا ہے۔ لہذا اگر عام دنوں میں کسی بھوکے اور محتاج کو کھانا کھلانے کا اتنا زیادہ ثواب ہے تو جس دن بے کسوں کے والی، بے آسروں کے آسرا اور بے سہاروں کے سہارا سرور کو نبین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اس عالم آب و گل میں تشریف آوری ہوئی اُس موقع پر لوگوں کو کھانا کھلانا کتنے اجر کا باعث ہوگا۔



باب ہشتم



عید میلاد النبی ﷺ کے دن درود و سلام سے مہکی ہوئی فضا میں جلوس نکالنا بھی تقریباتِ میلاد کا ضروری حصہ بن چکا ہے۔ رسولِ عربی ﷺ کے غلاموں کا یہ عمل بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت ہے۔ عہد رسالت مآب ﷺ میں بھی جلوس نکالے جاتے جن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شریک ہوتے۔ درج ذیل احادیث سے جلوس کا ثبوت فراہم ہوتا ہے:

کتب سیر و احادیث میں حضور نبی اکرم ﷺ کا ہجرت کے بعد مدینہ منورہ آمد کا حال اس طرح بیان کیا گیا ہے:

”اُن دنوں جب حضور ﷺ کی آمد کسی روز بھی متوقع تھی مدینہ منورہ کے مرد و زن، بچے اور بوڑھے ہر روز جلوس کی شکل میں دیدہ و دل فرس راہ کیے آپ ﷺ کے استقبال کے لیے مدینہ سے چند میل کے فاصلے پر قباء کے مقام پر جمع ہو جاتے۔ جب ایک روز سرورِ کونین ﷺ نے ہجرت کی مسافرتیں طے کرتے ہوئے نزولِ اِجلال فرمایا تو اس دن اہلِ مدینہ کی خوشی دیدنی تھی۔ اس دن ہر فرد فرطِ مسرت میں گھر سے باہر نکل آیا اور شہرِ مدینہ کے گلی کوچوں میں ایک جلوس کا سماں نظر آنے لگا۔“

حدیثِ مبارکہ کے الفاظ ہیں:

فصعد الرجال والنساء فوق البيوت، وتفرق الغلمان والخدم في الطرق، ينادون: يا محمد! يا رسول الله! يا محمد!

یا رسول اللہ! (۱)

”مرد وزن گھروں پر چڑھ گئے اور بچے اور خدام راستوں میں پھیل گئے، سب بہ آواز بلند کہہ رہے تھے: یا محمد! یا رسول اللہ! یا محمد! یا رسول اللہ!“

اپنے آقا ﷺ کی سواری دیکھ کر جاں نثاروں پر کیف و مستی کا ایک عجیب سماں طاری ہو گیا۔ امام رویانی کے مطابق اہالیانِ مدینہ جلوس کی شکل میں یہ نعرہ لگا رہے تھے:

جاء محمد رسول اللہ ﷺ۔ (۲)

”اللہ کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تشریف لے آئے ہیں۔“

معصوم بچیاں اور اوس و خزرج کی عفت شعار دو شیزائیں دف بجا کر دل و جان سے محبوب ترین اور عزیز ترین مہمان کو ان اشعار سے خوش آمدید کہہ رہی تھیں:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ نَبِيَّاتِ الْوُدَاعِ
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلَّهِ دَاعِ
أَيُّهَا الْمُبْعُوثُ فِينَا جِئْتَ بِالْأَمْرِ الْمَطَاعِ (۳)

(۱) ۱- مسلم، الصحيح، كتاب الزهد والرقائق، باب في حديث الهجرة، ۴:

۲۳۱۱، رقم: ۲۰۰۹

۲- ابن حبان، الصحيح، ۱۵: ۲۸۹، رقم: ۲۸۹۷۰

۳- أبو يعلى، المسند، ۱: ۱۰۷، رقم: ۱۱۶

۴- مروزی، مسند أبي بكر، ۱۲۹، رقم: ۶۵

(۲) رویانی، مسند الصحابة، ۱: ۱۳۸، رقم: ۳۲۹

(۳) ۱- ابن ابی حاتم رازی، الثقات، ۱: ۱۳۱

۲- ابن عبد البر، التمهيد لما في الموطا من المعاني والأسانيد، ۱۴: ۸۲

۳- أبو عبيد اندلسی، معجم ما استعجم من أسماء البلاد والمواضع، ۴: ۱۳۷۳ —

(ہم پر وداع کی چوٹیوں سے چودھویں رات کا چاند طلوع ہوا، جب تک لوگ اللہ کو پکارتے رہیں گے ہم پر اس کا شکر واجب ہے۔ اے ہم میں مبعوث ہونے والے نبی! آپ ایسے امر کے ساتھ تشریف لائے ہیں جس کی اطاعت کی جائے گی۔)

گزشتہ صفحات میں بیان کردہ محفلِ میلاد النبی ﷺ کے اجزائے تشکیلی سے واضح ہو گیا ہے کہ عیدِ میلاد النبی ﷺ منانے کے یہی طریقے جائز اور مسلمہ ہیں۔ دنیا بھر میں اسلامی معاشرے انہی طریقوں سے میلادِ مصطفیٰ ﷺ مناتے چلے آ رہے ہیں۔ ان میں سے ایک عمل بھی ایسا نہیں جس کی اصل عہدِ نبوی ﷺ اور دورِ صحابہ میں موجود نہ ہو یا قرآن و سنت سے متصادم ہو۔ جس طرح یہ اجزاء الگ الگ طور پر جائز بلکہ مسلمہ ہیں اسی طرح مجموعی طور بھی محفلِ میلاد النبی ﷺ کی صورت میں ان کو شرعی جواز حاصل ہے۔

میلاد کی تقریبات کے سلسلے میں انتظام و انصرام اور ہر وہ کام انجام دینا جو خوشی و مسرت کے اظہار کے لیے ہوشی طور پر مطلقاً جائز ہے۔ اس طرح محفلِ میلاد روحانی طور پر ایک قابلِ تحسین، قابلِ قبول اور پسندیدہ عمل ہے۔ ایسی مستحسن اور مبارک محافل کے بارے میں جوازِ عدم جواز کا سوال اٹھانا یقیناً حقائق سے لاعلمی، ضد اور ہٹ دھرمی ہے۔

..... ۴۔ محب طبری، الرياض النضرة فی مناقب العشرة، ۱: ۲۸۰

۵۔ بیہقی، دلائل النبوة و معرفة أحوال صاحب الشريعة، ۲: ۵۰۷

۶۔ ابن کثیر، البداية والنهاية، ۲: ۵۸۳

۷۔ ابن کثیر، البداية والنهاية، ۳: ۶۲۰

۸۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۷: ۲۶۱

۹۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۸: ۱۲۹

۱۰۔ قسطلانی، المواہب اللدنیة بالمنح المحمدیة، ۱: ۲۳۲

۱۱۔ زرقانی، شرح المواہب اللدنیة بالمنح المحمدیة، ۳: ۱۰۰، ۱۰۱

۱۲۔ أحمد بن زینی دحلان، السیرة النبویة، ۱: ۳۲۳

چند اعتراضات کا علمی محاکمہ

باب نہم

چند اعتراضات کا علمی محاکمہ



قرآن و سنت کے دلائل کی روشنی میں جمہورِ ائمہ و علماء اس بات پر متفق ہیں کہ تاجدارِ کائنات ﷺ کے میلاد کا جشن منانا شرعاً جائز بلکہ مستحب ہے اور بے انتہاء فضائل و برکات اور خیر و بھلائی کا موجب ہے۔ لہذا ایک بندۂ مؤمن کو حتی المقدور برکتوں کے حصول کی کوشش کرنی چاہیے۔ کتاب کے اس آخری باب میں ہم جشنِ میلادِ النبی ﷺ کے حوالہ سے چند اعتقادی امور زیر بحث لائیں گے تاکہ اس موضوع پر اٹھائے جانے والے اُن بعض اعتراضات کا قلع قمع ہو جو ناقدین کی طرف سے اس مباح اور مستحسن امر پر کیے جاتے ہیں۔

۱۔ میلادِ النبی ﷺ کی اصطلاح کا استعمال

لفظِ میلاد کی اصل (origin) کے بارے میں بعض ناقدین کی طرف سے سوال اٹھایا جاتا ہے کہ عالم عرب میں اس کی جگہ مولد کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور میلاد ایسا لفظ ہے جو صرف برصغیر پاک و ہند میں مستعمل ہے۔ یہ ایک غلط تصور ہے۔ دراصل اُردو ایک لشکری زبان ہے جس کے ذخیرۂ الفاظ میں عربی، فارسی اور دیگر زبانوں کے بے شمار الفاظ شامل ہیں۔ اُردو میں ولد، والد، والدہ، مولود، میلاد اور متولد تمام عربی الاصل الفاظ ہیں۔ اسی طرح عربی اور فارسی کے بے شمار الفاظ ہیں جنہیں اُردو نے کثرتِ استعمال سے اپنے اندر سمولیا ہے اور وہ اُردو زبان و محاورہ کا حصہ بن چکے ہیں۔ عربی کتب میں مولد کا لفظ کثرت سے متداول ہے، اسی طرح اُردو کتبِ سیرت میں میلادِ النبی ﷺ کثیر الاستعمال لفظ بن گیا ہے۔ میلاد عربی لفظ ہے جسے ترمذی (۲۱۰-۲۷۹ھ)، طبری (۲۲۳-۳۱۰ھ)، ابن کثیر (۷۰۱-۷۷۷ھ)، سیوطی (۸۴۹-۹۱۱ھ) اور عسقلانی

(۷۷۳-۸۵۲ھ) سمیت متعدد مفسرین، محدثین، مؤرخین اور اصحابِ سیر نے استعمال کیا ہے۔

(۱) کتب لغت میں لفظِ میلاد کا استعمال

ائمہ لغت نے لفظ میلاد اپنی کتب میں استعمال کیا ہے۔

۱۔ ابن منظور افریقی (۶۳۰-۷۱۱ھ) اور عبد القادر رازی حنفی (۶۶۰ھ کے بعد فوت ہوئے)، مرتضیٰ زبیدی (۱۱۳۵-۱۲۰۵ھ) اور علامہ جوہری فرماتے ہیں:

ومیلاد الرجل: اسم الوقت الذي وُلِدَ فيه۔^(۱)

”اور انسان کا میلاد اُس وقت کا نام ہے جس میں اُس کی پیدائش ہوتی ہے۔“

۲۔ لغت کی معروف کتب ”المعجم الوسيط (۲: ۱۰۵۶)“ اور ”تاج العروس من جواهر القاموس (۵: ۳۲۷)“ میں ہے:

الميلاد: وقت الولادة.

”میلاد سے مراد وقتِ ولادت ہے۔“

(۲) کتبِ احادیث و سیر میں لفظِ میلاد کا استعمال

احادیث و آثار کے متن میں بھی لفظِ میلاد استعمال ہوا ہے۔ امام ترمذی (۲۱۰-۲۷۹ھ) نے الجامع الصحیح میں کتاب المناقب کا دوسرا باب ہی ”ما جاء فی میلاد النبی ﷺ“ قائم کیا ہے۔ لہذا یہ دعویٰ بالکل باطل ہے کہ لفظِ میلاد ہندی

(۱) ۱۔ ابن منظور، لسان العرب، ۳: ۳۶۸

۲۔ رازی، مختار الصحاح: ۳۲۲

۳۔ زبیدی، تاج العروس من جواهر القاموس، ۵: ۳۲۷

۴۔ جوہری، الصحاح فی اللغة والعلوم، ۲: ۷۱۳

الاصل ہے۔ وہ روایت کرتے ہیں:

سأل عثمان بن عفان رضي الله عنه قباث بن أُشيمٍ أcha بنى يعمر بن ليث:
أأنت أكبر أم رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فقال: رسول الله صلى الله عليه وسلم أكبر مني،
وأنا أقدم منه في الميلاد- (۱)

”حضرت عثمان بن عفان رضي الله عنه نے بنی یعمر بن لیث کے بھائی قباث بن اُشیم سے پوچھا: آپ بڑے ہیں یا حضور نبی اکرم صلى الله عليه وسلم؟ تو انہوں نے کہا: رسول اللہ صلى الله عليه وسلم مجھ سے بڑے ہیں، اور میں میلاد (پیدائش) میں اُن سے پہلے ہوں۔“

حضرت قباث بن اُشیم رضي الله عنه کا قول - ”آپ صلى الله عليه وسلم مجھ سے بڑے ہیں لیکن میں آپ صلى الله عليه وسلم سے پہلے پیدا ہوا تھا“ - حسنِ ادب اور معراجِ احترام کی زُہرہ صفت مثال ہے۔

حضور نبی اکرم صلى الله عليه وسلم جب ہجرتِ مدینہ کے دوران نہاں خانہ غارِ ثور میں قیام فرما ہوئے درآں حالیکہ قریش مکہ آپ صلى الله عليه وسلم کو تلاش کر رہے تھے۔ روایت کے الفاظ ہیں:

وطلبت قریش رسول الله صلى الله عليه وسلم أشد الطلب حتى انتهوا إلى باب الغار، فقال بعضهم: إن عليه العنكبوت قبل ميلاد محمد صلى الله عليه وسلم

(۱) ۱- ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۵۸۹، کتاب المناقب، باب ماجاء فی

میلاد النبی صلى الله عليه وسلم، رقم: ۳۶۱۹

۲- شیبانی، الآحاد والمثانی، ۱: ۴۰۷، رقم: ۵۶۶

۳- طبری، تاریخ الأمم والملوک، ۱: ۴۵۳

۴- بیہقی، دلائل النبوة ومعرفة أحوال صاحب الشريعة، ۱: ۷۷

۵- ابن کثیر، البداية والنهاية، ۲: ۲۱۶، ۲۱۷

فانصر فوا۔^(۱)

”قریش نے رسول اللہ ﷺ کو بہت تلاش کیا یہاں تک کہ تلاش کرتے کرتے غارِ ثور کے دہانے تک پہنچ گئے۔ پس اُن میں سے بعض نے کہا: اس کے منہ پر تو محمد (ﷺ) کے میلاد سے بھی پہلے کا مکڑی کا بنا ہوا جالا ہے۔ پس (یہ دیکھ کر) وہ لوٹ گئے۔“

اسی موضوع کی ایک روایت میں درج ذیل الفاظ ہیں:

فلما انتهوا إلى فم الغار، قال قائل منهم: ادخلو الغار. فقال أمية بن خلف: وما أربكم أي حاجتكم إلى الغار؟ أن عليه لعنكوتاً كان قبل ميلاد محمد ﷺ۔^(۲)

”جب قریش مکہ غار کے دہانہ پر پہنچے تو اُن میں سے کسی نے کہا: غار میں داخل ہو جاؤ۔ اس پر أمیہ بن خلف نے کہا: تم غار میں جا کر کیا کرو گے؟ اس کے منہ پر تو محمد (ﷺ) کے میلاد سے قبل کا مکڑی کا جالہ لگا ہوا ہے۔“

ابن عون فرماتے ہیں:

قُتِلَ عَمَارٌ، وَهُوَ ابْنُ إِحْدَى وَتَسْعِينَ سَنَةً، وَكَانَ أَقْدَمَ فِي الْمِيلَادِ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ۔^(۳)

(۱) ۱- ابن سعد، الطبقات الكبرى، ۱: ۲۲۸

۲- سیوطی، کفاية الطالب اللبيب في خصائص الحبيب، ۱: ۳۰۵

(۲) ۱- حلی، إنسان العيون في سيرة الأمين المأمون، ۲: ۲۰۹

۲- کلاعی، الإكفاء بما تضمنه من مغازی رسول الله ﷺ، ۱: ۳۳۹

۳- سیوطی، کفاية الطالب اللبيب في خصائص الحبيب، ۱: ۳۰۶

(۳) ۱- ابن سعد، الطبقات الكبرى، ۳: ۲۵۹

۲- ابن عساکر، تاریخ دمشق الكبير، ۳۳: ۴۷۱

۳- مزی، تهذيب الكمال في أسماء الرجال، ۲۱: ۲۲۴

”حضرت عمار رضی اللہ عنہ ۹۱ سال کی عمر میں شہید کیے گئے اور وہ میلاد میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تھے۔“

حافظ ابن حجر عسقلانی (۷۷۳-۸۵۲ھ) زمانہ جاہلیت کے ”محمد“ نامی لوگوں پر تبصرہ کرتے ہوئے ”محمد بن مسلمہ“ کے بارے میں لکھتے ہیں:

وهو غلط فإنه ولد بعد ميلاد النبي صلی اللہ علیہ وسلم بمدة، ففضل له خمسة، وقد خلص لنا خمسة عشر۔^(۱)

”اور یہ درست نہیں ہے کیوں کہ ان کی پیدائش حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کے مدت بعد ہوئی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پانچ ناموں کے ذریعے فضیلت دی گئی اور ہمیں پندرہ سے نجات دے دی گئی۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

كان بين موسى بن عمران وعيسى بن مريم ألف سنة وتسعمائة سنة ولم تكن بينهما فترة، وإنه أرسل بينهما ألف نبى من بنى إسرائيل سوى من أرسل من غيرهم، وكان بين ميلاد عيسى والنبي عليه الصلاة والسلام، خمسمائة سنة وتسع وستون سنة۔^(۲)

”حضرت موسیٰ بن عمران اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے درمیان ۱۹۰۰ سال کا عرصہ ہے اور ان دونوں کے درمیان زمانہ فترت (جس میں وحی کا سلسلہ

(۱) عسقلانی، فتح الباری، ۶: ۵۵۷

(۲) ۱- ابن سعد، الطبقات الكبرى، ۱: ۵۳

۲- طبری، تاریخ الأمم والملوک، ۱: ۳۹۵

۳- قرطبی، الجامع لأحكام القرآن، ۶: ۱۲۲

موقوف ہو جاتا ہے) نہیں گزرا۔ اُن دونوں کے اس عرصہ نبوت کے درمیان بنی اسرائیل میں ہی ایک ہزار نبی بھیجے گئے، اُن کے علاوہ بھیجے جانے والے علیحدہ ہیں۔ میلادِ عیسیٰ اور حضور ﷺ (کی بعثت) کا درمیانی عرصہ ۵۶۹ سال بنتا ہے۔“

مذکورہ روایات واضح کرتی ہیں کہ ثقہ رِوَاۃ اور اَجَلِ اُمَّہ و محدثین نے حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت کے بیان کے لیے لفظِ میلاد استعمال کیا ہے، اور یہ لفظ قطعاً برصغیر پاک و ہند کے لوگوں کی ایجاد نہیں ہے۔

(۳) تصانیف میں لفظِ میلاد کا استعمال

کبار اور مستند مصنفین نے حضور نبی اکرم ﷺ کے میلاد شریف کے موضوع پر کتب لکھیں، جیسا کہ ہم نے گزشتہ ابواب میں بالتفصیل بیان کیا ہے۔ انہوں نے اپنی کتب کے ناموں میں لفظِ میلاد استعمال کیا ہے۔ حاجی خلیفہ نے اپنی کتاب ”کشف الظنون عن أسامی الكتب والفنون“ میں ایک کتاب کا نام یوں بیان کیا ہے:

”درج الدرر فی میلاد سید البشر“ للسیّد اصیل الدین عبد اللہ بن عبد الرحمن الحسینی الشیرازی المتوفی سنة ۸۸۴ أربع وثمانین وثمانمائة۔^(۱)

”درج الدرر فی میلاد سید البشر“ کتاب اصیل الدین عبد اللہ بن عبد الرحمن حسینی شیرازی کی تصنیف ہے، جن کا سن وصال ۸۸۴ھ ہے۔“

علامہ ابن جوزی (۵۱۰-۵۹۷ھ) نے میلاد النبی ﷺ پر دو مستقل کتب لکھی ہیں، جن میں سے ایک کا عنوان ”بیان المیلاد النبوی ﷺ“ ہے۔

(۱) حاجی خلیفہ، کشف الظنون عن أسامی الكتب والفنون، ۱: ۷۴۵

اس تفصیل سے ہر صاحب علم اور صاحب رائے شخص کو معلوم ہو جانا چاہیے کہ لفظ میلاد کی اصل برصغیر پاک و ہند کی اختراع نہیں بلکہ عربی لغت کا لفظ ہے جس کا استعمال عالم عرب میں قدیم تاریخی دور سے ثابت ہے۔ اس کے خلاف جو باتیں کی جاتی ہیں وہ ایک مخصوص ذہنی کیفیت کی نماز ہیں، حالاں کہ مصطلحات دینی کے استعمال میں عرب دنیا اور غیر عرب دنیا میں کوئی فرق نہیں۔

۲۔ بیان میلادِ مصطفیٰ ﷺ میں ائمہ حدیث کا اُسلوب

امام مسلم (۲۰۶-۲۶۱ھ)، امام ترمذی (۲۱۰-۲۷۹ھ) اور دیگر ائمہ حدیث کا یہ اُسلوب ہے کہ مناقب و فضائلِ مصطفیٰ ﷺ کے باب میں میلادِ مصطفیٰ ﷺ کا مضمون بالالتزام بیان کرتے ہیں۔ ائمہ کرام حضور نبی اکرم ﷺ کی سیرت پر فی نفسہ گفتگو کرنے کی بجائے آپ ﷺ کے فضائل و مناقب بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ کے میلاد شریف، یوم ولادت، نسب عالی اور ان سب چیزوں کا حوالہ دیتے ہیں جو براہ راست آپ ﷺ کی ذات اقدس سے متعلق ہیں۔

امام مسلم (۲۰۶-۲۶۱ھ) نے اپنی ”الصحیح“ کی کتاب الفضائل اور امام ترمذی (۲۱۰-۲۷۹ھ) اپنی ”الجامع الصحیح“ کی کتاب المناقب کے آغاز میں حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور رحمتِ عالم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ مِنْ وَلَدِ إِبْرَاهِيمَ إِسْمَاعِيلَ، وَاصْطَفَىٰ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ بَنِي كِنَانَةَ، وَاصْطَفَىٰ مِنْ بَنِي كِنَانَةَ قُرَيْشًا، وَاصْطَفَىٰ مِنْ قُرَيْشِ بَنِي هَاشِمٍ، وَاصْطَفَىٰ مِنْ بَنِي هَاشِمٍ (۱)

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب فی فضل النبی ﷺ،

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الفضائل، باب فضل نسب النبی ﷺ

”بے شک رب کائنات نے ابراہیم (علیہ السلام) کی اولاد میں سے اسماعیل (علیہ السلام) کو منتخب فرمایا، اور اسماعیل (علیہ السلام) کی اولاد میں سے بنی کنانہ کو، اور اولادِ کنانہ میں سے قریش کو، اور قریش میں سے بنی ہاشم کو، اور بنی ہاشم میں سے مجھے شرفِ انتخاب سے نوازا اور پسند فرمایا۔“

اس حدیث میں آپ ﷺ نے اپنا پورا سلسلہ نسب بیان فرما دیا ہے۔ آپ ﷺ نے اِصْطَفٰی کا لفظ اس لیے بیان کیا کہ صاحبِ نسب، مصطفیٰ ﷺ (چُنتے ہوئے) ہیں اور پورے نسبی سلسلہ کو یہ صفاتی لقب دیا گیا ہے۔

امام مسلم (۲۰۶-۲۶۱ھ) اپنی ”الصحیح“ کی کتاب الفضائل اور امام ترمذی (۲۱۰-۲۷۹ھ) نے اپنی ”الجامع الصحیح“ کی کتاب المناقب کے آغاز میں آپ ﷺ کی سیرت و اخلاق کو موضوع نہیں بنایا اور نہ آپ ﷺ کی تعلیمات و اقدار بیان کی ہیں، بلکہ سارا کا سارا باب بیانِ میلاد کے لیے وقف کیا ہے۔ امام ترمذی نے کتاب المناقب کے پہلے باب فضل النبی ﷺ کی حدیث نمبر ۲ میں دوبارہ اسی مضمون کو لیا ہے۔ حدیث نمبر ۳ اور حدیث نمبر ۴ میں بھی یہی مضمون ہے۔ دلچسپ اور اہم بات یہ ہے کہ پانچویں حدیث میں امام ترمذی نے ولادت سے قبل تخلیقِ مصطفیٰ ﷺ کا مرحلہ بیان کیا ہے جس میں تخلیقِ آدم (علیہ السلام) کا حوالہ ہے، جہاں سے اولادِ آدم (علیہ السلام) کے سلسلہ پیدائش کا آغاز ہوا۔ اس حدیث کی ابتدا یوں ہوتی ہے:

..... وتسلم الحجر عليه قبل النبوة، ۴: ۸۲، رقم: ۲۲۷۶

۳- احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۰۷

۴- ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۳۱۷، رقم: ۳۱۷۳۱

۵- ابو یعلیٰ، المسند، ۱۳: ۴۶۹، ۴۷۲، رقم: ۷۴۸۷، ۷۴۸۷

۶- طبرانی، المعجم الكبير، ۲۲: ۶۶، رقم: ۱۶۱

۷- بیہقی، السنن الكبرى، ۶: ۳۶۵، رقم: ۱۲۸۵۲

۸- بیہقی، شعب الإيمان، ۲: ۱۳۹، رقم: ۱۳۹۱

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا:

یا رسول اللہ! متی وجبت لک النبوة؟

”یا رسول اللہ! آپ کو شرف نبوت سے کب نوازا گیا؟“

یہ ایک معمول سے ہٹا ہوا سوال تھا کیوں کہ صحابہ میں سے کون نہیں جانتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت چالیس سال کی عمر میں فرمایا جب غار حرا میں پہلی وحی نازل ہوئی۔ یہ سب اُن کے علم میں تھا اور کسی کو اعلان نبوت کے زمانہ اور وقت کے بارے میں کوئی شک و شبہ اور مغالطہ بھی نہیں تھا۔ تو پھر اس سوال کی کیا ضرورت لاحق ہوئی کہ پوچھنے لگے: ”متی وجبت لک النبوة (آپ کو شرف نبوت سے کب نوازا گیا)؟“ جب یہ بات واضح تھی کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت چالیس سال کی عمر میں ہوئی تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جواباً یہ نہیں فرمایا:

ألم تعلموا؟

”کیا تم یہ نہیں جانتے؟“

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بعثت اور عطاء نبوت میں فرق سمجھتے تھے اور اس سے بخوبی آشنا تھے۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سوال کے جواب میں فرمایا:

و آدم بین الروح والجسد۔^(۱)

” (میں اُس وقت بھی نبی تھا) جب آدم کی تخلیق ابھی رُوح اور جسم کے مرحلے میں تھی۔“

(۱) ۱- ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم،

اس حدیث سے مراد ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ اُس وقت بھی نبی تھے جب روح اور جسم سے مرکب حضرت آدم علیہ السلام کا خمیر ابھی مکمل طور پر تیار نہیں ہوا تھا۔ اور ہم نے یہاں اس حدیث شریف کو اسی لیے بیان کیا ہے کہ اس میں میلاد کا مضمون بیان ہوا ہے نہ کہ سیرت کا۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو کتاب المناقب میں نقل کیا ہے کیوں کہ اس میں کوئی احکامِ حلت و حرمت، اخلاقیات، اقدار وغیرہ سے بحث نہیں بلکہ میلاد کا بیان ہے۔

امام ترمذی کی ”الجامع الصحیح“ میں کتاب المناقب کا پہلا باب فضل النبی ﷺ ہے، جب کہ دوسرا باب ما جاء فی میلاد النبی ﷺ ہے۔ اگر بعض لوگ نبوت و سیرت کے لاحقہ کا ذکر کریں تو اس کا سابقہ میلاد ہے جس کی وقوع پذیری پہلے ہوئی اور نبوت و سیرت کا ظہور اس کے بعد ہوا۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ ولادت سے پہلے ہی بعثت ہو جائے؟ امر واقع ہے کہ ولادت پہلے ہوئی اور اعلان نبوت بعد میں ہوا۔ پس اگر کوئی میلاد منائے تو وہ رسولِ معظم ﷺ کی ذات سے روحانی طور پر والہانہ وابستگی اختیار کرتا ہے، پھر اس کے قلب کو وہ حالت نصیب ہوتی ہے جس میں وہ نور نبوت کو اپنے اندر سمولیتا ہے۔ امام ترمذی نے حضور نبی اکرم ﷺ کی فضیلت اور برتری کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس ترتیب کو مقدم رکھا ہے اور آپ ﷺ کی سیرت و اخلاق کی تبلیغ کرتے وقت آپ ﷺ کے اعلیٰ و ارفع مقام و منصب کا ذکر کیا ہے۔ ہو سکتا ہے بعض کوتاہ فہم لوگ کہیں کہ اس فضیلت و برتری کے بیان کا کیا جواز ہے، کیوں نہ آپ ﷺ کے سیرت و کردار اور اخلاق کی تبلیغ کی جائے۔ ایسا کہنے والوں کو امام ترمذی کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ امام مسلم، ترمذی و دیگر ائمہ علم کا ذریعہ اور ماخذ ہیں۔ مناقب میں وہ حضور نبی اکرم ﷺ کی فضیلت و برتری سے آغاز کرتے ہیں، پھر میلاد کا ذکر کیا جاتا ہے۔

میلاد کے بعد جامع الترمذی کی کتاب المناقب کا تیسرا باب ہے: ما جاء فی بدء نبوة النبی ﷺ۔ یہ ایک تاریخی، عقلی اور منطقی ترتیب ہے جس میں میلاد کا ذکر

پہلے اور نبوت کا بعد میں آتا ہے۔ پھر چوتھے باب کا آغاز امام ترمذی بعثتِ نبوی ﷺ سے کرتے ہیں۔ یہ بات بہت اہم ہے کہ چوتھے باب میں ان کا موضوع حضور نبی اکرم ﷺ کی بعثت ہے اور اس کا اعلان اُس وقت ہوا جب آپ ﷺ کی عمر مبارک چالیس برس تھی حالانکہ آپ ﷺ کو حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے ہی نبوت عطا ہو چکی تھی۔ اس کا بیان یہاں بڑی وضاحت سے کر دیا گیا ہے کہ نبوت عطا ہونا اور اس کا اعلان ہونا یکسر دو مختلف چیزیں ہیں اور بعض علماء کج فہمی کی بناء پر ان دونوں کو خلط ملط کر دیتے ہیں۔

امام ترمذی کی اس ترتیب سے ائمہ حدیث اور اصحاب صحاح ستہ کا عقیدہ سمجھ میں آتا ہے۔ مثال کے طور پر وہ پانچویں باب - فی آیات اثبات نبوة النبی ﷺ - کا آغاز ہی حضور ﷺ کی ذات پر سلام سے کرتے ہیں۔ وادی مکہ میں ایک پتھر پر سے جب آپ ﷺ کا گزر ہوتا تو وہ آپ ﷺ پر صلوة و سلام پڑھا کرتا تھا۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِن بِمَكَّةَ حَجْرًا كَانَ يَسْلُمُ عَلَيَّ لِيَالِي بُعِثْتُ إِنِّي لِأَعْرِفُهُ الْآنَ - (۱)

”بے شک مکہ میں ایک پتھر تھا، (جب) مجھے مبعوث کیا گیا تو وہ مجھے سلام کیا کرتا تھا۔ بے شک میں اسے اب بھی پہچانتا ہوں۔“

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں:

كنت مع النبي ﷺ بمكة، فخرجنا في بعض نواحيها فما

(۱) ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب فی آیات اثبات نبوة النبی

ﷺ، ۵: ۵۹۲، رقم: ۳۶۲۳

۲- ابو یعلیٰ، المسند، ۱۳: ۴۵۹، رقم: ۷۴۶۹

۳- طبرانی، المعجم الكبير، ۲: ۲۲۰، رقم: ۱۹۰۷

۴- طبرانی، المعجم الأوسط، ۲: ۲۹۱، رقم: ۲۰۱۲

استقبله جبل ولا شجر إلا وهو يقول: السلام عليك يا رسول
الله۔^(۱)

”میں مکہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کے ہم راہ تھا، پس ہم بیرونی مضافات سے
گزرے تو جس درخت اور پتھر سے ہمارا گزر ہوتا وہ السلام علیک یا
رسول اللہ کی صدا ضرور بلند کرتا۔“

یہ وہی سلام ہے جو ہم محافلِ میلاد میں پڑھتے ہیں۔ افسوس! شجر و حجر تو تاجدارِ
کائنات ﷺ پر سلام پڑھ رہے ہیں لیکن آج کے بعض نام نہاد مؤحد، شدت پسند اور بدعتی
اسے کفر و شرک گردانتے ہیں۔ حالاں کہ حدیث شریف کی اصح کتب جیسے جامع
الترمذی اور الصحيح لمسلم کی ابتدا اس طرح ہوئی ہے، اور جہاں تک عقیدہ کا تعلق
ہے امام مسلم اور امام بخاری اسی عقیدہ کے حامل ہیں۔ فضائل و مناقب کے مختلف ابواب
حضور ﷺ کے شرف و فضیلت پر وقف ہیں۔ ان میں مولد النبی ﷺ کے باب بھی ہیں
اور میلاد النبی ﷺ کی اصطلاح امام ترمذی نے بیان کی ہے۔

۳۔ بیانِ میلادِ مصطفیٰ ﷺ میں ائمہ سیرت و تاریخ کا اُسلوب

محدثین کے علاوہ سیرت و تاریخ نگاروں نے بھی یہی اُسلوب اپنایا ہے۔ انہوں
نے حضور نبی اکرم ﷺ کی سیرتِ طیبہ اور احوال کے بیان میں آپ ﷺ کے نسب
پاک اور میلاد و مولد کے ابواب بالالتزام باندھے ہیں۔

۱۔ سیرتِ طیبہ کی سب سے پہلی اور بنیادی کتاب - السیرة النبویة - کے مؤلف

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحيح، کتاب المناقب، باب فی آیات إثبات نبوة

النبي ﷺ، ۵: ۵۹۳، رقم: ۳۶۲۶

۲۔ حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ۲: ۶۷۷، رقم: ۲۲۳۸

۳۔ مقدسی، الأحادیث المختارة، ۲: ۱۳۳، رقم: ۵۰۲

ابن إسحاق (۸۰-۱۵۱ھ) نے کتاب کا آغاز ہی آپ ﷺ کے نسب اور میلاد کے بیان سے کیا ہے۔ انہوں نے درج ذیل دو ابواب قائم کیے ہیں:

(۱) ذکر سرد النسب الزکی من محمد ﷺ إلى آدم التلیکة

(۲) مولد رسول الله ﷺ^(۱)

۲۔ ابن ہشام (م ۲۱۳ھ) نے السیرة النبویة میں حضور نبی اکرم ﷺ کے نسب و میلاد کی فصول درج ذیل ترتیب کے مطابق قائم کی ہیں:

(۱) ذکر سرد النسب الزکی من محمد ﷺ إلى آدم التلیکة

(۲) ولادة رسول الله ﷺ ورضاعته^(۲)

۳۔ نام ورسیرت نگار ابن سعد (۱۶۸-۲۳۰ھ) نے ”الطبقات الكبرى (۱: ۲۰، ۲۵، ۱۰۰)“ کے آغاز میں حضور نبی اکرم ﷺ کے نسب پاک اور ولادت باسعادت کے ابواب بالتحصیل قائم کیے ہیں۔

۴۔ امام محمد خرکوشی نیشاپوری (م ۴۰۶ھ) نے ”کتاب شرف المصطفى ﷺ“ کی پہلی جلد میں جماع ابواب ظہورہ ﷺ و مولدہ الشریف کے عنوان سے میلاد شریف کی بابت کئی ابواب قائم کیے ہیں۔

۵۔ ابو نعیم اصبہانی (۳۳۶-۴۳۰ھ) نے ”دلائل النبوة (۱: ۱۲-۱۸)“ میں ایک فصل کا عنوان ذکر فضیلتہ بطیب مولدہ وحسبہ ونسبہ رکھا ہے۔

۶۔ معروف محدث و سیرت نگار امام بیہقی (۳۸۴-۴۵۸ھ) نے اپنی کتاب دلائل النبوة و معرفة أحوال صاحب الشریعة (۱: ۷۱)“ میں جماع ابواب مولد النبوی ﷺ کے عنوان سے میلاد شریف کی بابت کئی فصول قائم کی ہیں۔

(۱) ابن إسحاق، السیرة النبویة: ۱۷، ۹۹

(۲) ابن ہشام، السیرة النبویة: ۲۳، ۱۵۳

- ۷۔ امام مقریزی (۷۶۹-۸۴۵ھ) نے ”إمتناع الأسماع بما للنبي ﷺ من الأحوال والأموال والحفدة والمتاع“ میں کئی مقامات پر حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت سے متعلق فصول قائم کی ہیں۔
- ۸۔ علامہ قسطلانی (۸۵۱-۹۲۳ھ) نے ”المواهب اللدنیة بالمنح المحمدية“ کے المقصد الأول میں میلاد شریف کی ابحاث بالتفصیل بیان کی ہیں۔
- ۹۔ یوسف صالحی شامی (م ۹۴۲ھ) نے ”سبل الهدی و الرشاد فی سیرة خیر العباد ﷺ (۱: ۳۲۵-۳۷۷)“ میں جماع أبواب مولده الشريف ﷺ کے عنوان سے میلاد شریف کی بابت کئی فصول قائم کی ہیں۔
- ۱۰۔ خلیفہ بن خیاط (۱۶۰-۲۴۰ھ) نے ”التاریخ“ میں مولد رسول الله ﷺ ووفاته کا عنوان قائم کیا ہے۔
- ۱۱۔ امام طبری (۲۲۴-۳۱۰ھ) نے ”تاریخ الأمم والملوک“ حضور نبی اکرم ﷺ کے نسب پاک اور میلاد کا بیان بالتفصیل کیا ہے۔
- ۱۲۔ ابن عساکر (۳۹۹-۵۷۱ھ) نے ”تاریخ دمشق الكبير (۳: ۲۹، ۳۹)“ میں حضور نبی اکرم ﷺ کا نسب پاک اور میلاد شریف بیان کیا ہے۔
- ۱۳۔ امام ابن جوزی (۵۱۰-۵۹۷ھ) نے ”المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم“ کی پہلی جلد کے آغاز میں حضور نبی اکرم ﷺ کے آباء و اجداد اور ولادت باسعادت بالتفصیل بیان کی ہے۔
- ۱۴۔ امام ابن اثیر جزری (۵۵۵-۶۳۰ھ) نے ”الکامل فی التاریخ“ کی دوسری جلد کے آغاز میں حضور نبی اکرم ﷺ کا نسب پاک اور ولادت کا بیان بالتفصیل کیا ہے۔
- ۱۵۔ امام ذہبی (۶۷۳-۷۴۸ھ) نے ”تاریخ الإسلام ووفیات المشاہیر والأعلام“ کی السیرة النبویة کے بیان پر مشتمل جلد میں مولد المبارک کا عنوان

قائم کیا ہے۔

۱۶۔ ابن الوردی (م ۷۴۹ھ) نے اپنی تاریخ - ”تتمة المختصر فی أخبار البشر“ - کی پہلی جلد میں مولد النبی ﷺ و شرف نسبه الطاهر کا عنوان باندھا ہے۔

۱۷۔ امام ابن کثیر (۷۰۱-۷۷۴ھ) نے ”البدایة والنہایة“ کی دوسری جلد میں مولد سے متعلق کئی فصول قائم کی ہیں۔

۱۸۔ شیخ حسین دیابکری (م ۹۶۶ھ) نے ”تاریخ الخميس فی أحوال أنفس نفیس“ کی پہلی جلد کے آغاز میں حضور نبی اکرم ﷺ اور دیگر انبیاء کرام کے میلاد شریف کے واقعات بڑی صراحت کے ساتھ بیان کیے ہیں۔

مندرجہ بالا حوالہ جات سے اہل سیرت و تاریخ نگار ائمہ کا اسلوب واضح ہوتا ہے کہ ان سب نے اپنی کتب کے آغاز میں گزشتہ انبیاء کرام علیہم السلام کی ولادت و واقعات، حضور نبی اکرم ﷺ کا نسب پاک اور آپ ﷺ کے میلاد شریف سے متعلق معلومات بڑی تفصیل کے ساتھ فراہم کی ہیں۔ ان کے علاوہ بھی تقریباً ہر کتاب سیرت و تاریخ میں یہ موضوع ضرور زیر بحث لایا گیا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ سرور کائنات ﷺ کی ولادت باسعادت کے لیے میلاد و مولد کے الفاظ قدیم زمانہ سے مستعمل ہیں اور کبار مصنفین اپنی کتب میں میلاد و مولد کے عنوانات سے ابواب و فصول قائم کرتے چلے آ رہے ہیں۔ اب بھی اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ لفظ میلاد و مولد کی کوئی اصل نہیں تو یہ ہٹ دھرمی اور بدبختی کے سوا کچھ نہیں۔

۴۔ میلاد منانا عملِ توحید ہے شرک نہیں

یہاں یہ نکتہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ میلاد منانا فی الواقع عملِ توحید ہے۔ یہ عمل ذاتِ باری تعالیٰ کو واحد و یکتا ماننے کی سب سے بڑی دلیل ہے کیوں کہ میلاد منانے سے

یہ امر خود بخود ثابت ہو جاتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا میلاد منانے والے آپ ﷺ کو اللہ کا بندہ اور اللہ کی مخلوق مانتے ہیں۔ اور جس کی ولادت منائی جائے وہ خدا نہیں ہو سکتا، کیوں کہ خدا کی ذات لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ (نہ اس سے کوئی پیدا ہوا ہے اور نہ ہی وہ پیدا کیا گیا ہے) ^(۱) کی شان کی حامل ہے۔ جب کہ نبی وہ ذات ہے جس کی ولادت ہوئی ہو جیسا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے حوالے سے سورہ مریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَسَلَامٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ۔ ^(۲)

”اور یحییٰ پر سلام ہو، اُن کے میلاد کے دن۔“

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ۔ ^(۳)

”اور مجھ پر سلام ہو میرے میلاد کے دن۔“

تو میلاد منانا گویا نبی کو اللہ تعالیٰ کی مخلوق قرار دینا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ سے افضل و اعلیٰ مخلوق اس کائنات میں کوئی نہیں۔ جب ہم آپ ﷺ کا میلاد مناتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی خالقیت اور رسول ﷺ کی مخلوقیت کا اعلان کر رہے ہوتے ہیں کہ آپ ﷺ پیدا ہوئے۔ اس سے بڑی توحید اور کیا ہے؟ مگر اہل بدعت اس خالص عمل توحید کو بھی بزعم خویش شرک کہتے ہیں جو کہ صریحاً غلط ہے۔

۵۔ جشنِ میلادِ النبی ﷺ پر خرچ کرنا اسراف نہیں

حضور نبی اکرم ﷺ کے میلاد کی خوشی میں خرچ کرنا اسراف نہیں کیوں کہ یہ

(۱) الاخلاص، ۱۱۲: ۳

(۲) مریم، ۱۹: ۱۵

(۳) مریم، ۱۹: ۳۳

ایک امرِ خیر ہے اور ائمہ و فقہاء کے نزدیک اُمورِ خیر میں اِسراف نہیں۔ ذیل میں ہم چند ائمہ کے اقوال درج کر رہے ہیں جن کے مطابق اُمورِ خیر پر خرچ کرنا اِسراف کے زمرے میں نہیں آتا:

۱۔ حسن بن سہلؒ کے بیٹے سے روایت ہے کہ حسن بن سہل نے کسی پانی پلانے والے کو اپنے گھر میں دیکھا تو اُس کا حال پوچھا۔ سقہ نے اپنے زبوں حالی کا ذکر کرتے ہوئے اپنی بیٹی کی شادی کا ارادہ ظاہر کیا۔ حسن بن سہل نے اُس کی حالتِ زار پر رحم کرتے ہوئے اُسے ایک ہزار درہم دینے کا عندیہ دیا لیکن غلطی سے اُسے دس لاکھ درہم دے دیے۔ حسن بن سہل کے اہل خانہ نے اِس عمل کو پسند نہ کیا اور حسن بن سہل کے پاس جانے سے خوف زدہ ہوئے۔ پھر وہ رقم کی واپسی کے لیے غسان بن عباد کے پاس گئے جو خود بھی سخی ہونے کی شہرت رکھتا تھا۔ اُس نے کہا:

أيهما الأمير! إن الله لا يحب المفسرين.

”اے امیر! بے شک اللہ تعالیٰ اِسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔“

اِس پر حسن نے کہا:

ليس في الخير إسراف.

”خیر میں کوئی اِسراف نہیں۔“

پھر حسن نے سقہ کے حال کا ذکر کیا اور کہا:

والله! لا رجعت عن شيء خطته يدي.

”اللہ رب العزت کی قسم! میں اپنے ہاتھوں سے ادا کردہ جملہ دراہم میں سے

کچھ بھی واپس نہیں لوں گا۔“

پس سقہ کو اُن تمام دراہم کا حق دار ٹھہرا دیا گیا۔^(۱)

۲۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

ليس في الحلال اسراف، وإنما السرف في إرتكاب المعاصي۔^(۲)

”حلال میں کوئی اسراف نہیں، اسراف صرف نافرمانی کے ارتکاب میں ہے۔“

۳۔ سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں:

الحلال لا یحتمل السرف۔^(۳)

”حلال کام میں اسراف کا احتمال نہیں ہوتا۔“

مذکورہ اقوال سے واضح ہوتا ہے کہ نیکی اور بھلائی کے کاموں میں جتنا بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا جائے اور خرچ کیا جائے اُس کا شمار اسراف میں نہیں ہوتا۔ لہذا جو لوگ جشنِ میلاد النبی ﷺ پر خرچ کرنے کو فضول خرچی گردانتے ہیں انہیں اپنی اصلاح کر لینی چاہیے اور اس امر خیر کو ہرگز نشانہ طعن نہیں بنانا چاہیے۔

(۱) ۱۔ ابن جوزی، المنتظم فی تاریخ الملوك والأمم، ۱: ۲۴۰، ۲۴۱، رقم:

۱۳۹۲

۲۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۷: ۳۲۲

۳۔ ابن جرادة، بغیة الطلب فی تاریخ حلب، ۵: ۲۳۸۶

(۲) ۱۔ شریینی، مغنی المحتاج إلى معرفة معانی ألفاظ المنہاج، ۱: ۳۹۳

۲۔ دمیاطی، إعانة الطالبین، ۲: ۱۵۷

(۳) ۱۔ ابو نعیم، حلیة الأولیاء وطبقات الأصفیاء، ۶: ۳۸۲

۲۔ شریینی، مغنی المحتاج إلى معرفة معانی ألفاظ المنہاج، ۱: ۳۹۳

۳۔ دمیاطی، إعانة الطالبین، ۲: ۱۵۷

۶۔ جشن میلاد النبی ﷺ شوکت و عظمتِ اسلام کا مظہر ہے

حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: میں خانہ کعبہ میں شبیہ کے ساتھ کرسی پر بیٹھا تھا تو اس نے کہا کہ اسی جگہ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیٹھتے تھے، میرا ارادہ ہے کہ اس (کعبہ) میں سے تمام زرد و سفید (سونا اور چاندی) تقسیم کر دوں۔ میں نے کہا: لیکن آپ کے صاحبوں (حضور ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ) میں سے کسی نے ایسا نہیں کیا۔ تو انہوں نے فرمایا: اُن دونوں کی اقتداء مجھ پر لازم ہے (یعنی میں یہ مال تقسیم نہیں کروں گا)۔^(۱)

حافظ ابن حجر عسقلانی (۷۷۳-۸۵۲ھ) نے کعبہ شریف کا خزانہ تقسیم نہ کرنے کی ایک وجہ یہ لکھی ہے:

وفي ذلك تعظيم الإسلام وترهيب العدو۔^(۲)

”اور اس میں تعظیمِ اسلام اور دشمنوں کو ڈرانا معلوم ہوتا ہے۔“

آپ مزید لکھتے ہیں:

واستدل النقی السبکی بحديث الباب علی جواز تعليق قناديل الذهب والفضة في الكعبة ومسجد المدينة۔^(۳)

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب الحج، باب کسوة الکعبۃ، ۲: ۵۷۸، رقم:

۱۵۱۷

۲۔ بخاری، الصحيح، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب الإقتداء

بسنة رسول الله ﷺ، ۶: ۲۶۵۵، رقم: ۶۸۴۷

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۴۱۰

۴۔ طبرانی، المعجم الكبير، ۷: ۳۰۰، رقم: ۷۱۹۶

۵۔ بیہقی، السنن الكبرى، ۵: ۱۵۹، رقم: ۹۵۱۱

(۲) عسقلانی، فتح الباری، ۳: ۴۵۷

(۳) عسقلانی، فتح الباری، ۳: ۴۵۷

اور تقی الدین سبکی نے باب کی (درج بالا) حدیث سے خانہ کعبہ اور مسجد نبوی ﷺ میں سونے اور چاندی کی قنادیل لٹکانے کے جواز کا استدلال کیا ہے۔“
کعبہ کے غلاف کے بارے میں آپ لکھتے ہیں:

أن تجویز ستر الكعبة بالديباج قام الإجماع عليه۔^(۱)

”بے شک کعبہ کو دیباج (قیمتی ریشم کے کپڑے) کے ساتھ ڈھا پینے کی تجویز پر اجماع ہو گیا ہے۔“

قاضی زین الدین عبد الباسط کو بحکم شاہی اس کا غلاف تیار کرنے کا حکم دیا گیا تو انہوں نے اسے نہایت عمدگی سے تیار کیا۔ ابن حجر عسقلانی (۷۷۳-۸۵۲ھ) اس بارے میں لکھتے ہیں:

بسط الله له في رزقه وعمره، فبالغ في تحسينها بحيث يعجز
الواصف عن صفة حسنها، جزاه الله على ذلك أفضل
المجازاة۔^(۲)

”اللہ تعالیٰ اُس کی عمر اور رزق میں اضافہ کرے، اُس نے کعبہ کو اتنا حسین کیا کہ کوئی بھی اس کا حسن بیان کرنے سے عاجز ہے۔ اللہ تعالیٰ اُسے اس پر بہترین جزا دے۔“

اس ساری بحث سے معلوم ہوا کہ اگر اسلام کی عظمت و شوکت اور دشمنوں پر رعب و دبدبہ جمانے کے لیے کعبہ کو سونے اور چاندی کی قنادیلوں اور شمعوں سے سجایا جا سکتا ہے اور بہترین ریشم کے غلاف سے کعبہ کی زینت کا سامان کیا جا سکتا ہے تو پھر تاجدار

(۱) عسقلانی، فتح الباری، ۳: ۳۵۷

(۲) عسقلانی، فتح الباری، ۳: ۳۶۰

کائنات ﷺ کی ولادت باسعادت کے موقع پر محبت کا ثبوت دیتے ہوئے اور پرچوش عقیدت کا والہانہ اظہار کرتے ہوئے گلی، محلوں، بازاروں اور مسجدوں کو کیوں نہیں سجایا جا سکتا؟ حضور نبی اکرم ﷺ صاحب لولاک ہیں اور آپ ﷺ کی ذات کائنات کی روح ہے۔ آپ ﷺ کے صدقے ہی سے ہمیں کعبہ ملا، اگر کعبہ کو سجایا جا سکتا ہے تو حضور نبی اکرم ﷺ کے میلاد پر چراغاں کیوں نہیں ہو سکتا؟ لہذا آپ ﷺ کے میلاد پر آرائش و زیبائش کا اہتمام کرنا بدرجہ اتم مستحسن اور مقبول عمل ہے۔

۷۔ جشن میلاد النبی ﷺ عیدِ مسرت ہے عیدِ شرعی نہیں

جشنِ میلاد النبی ﷺ عیدِ شرعی ہے نہ ہم اسے عیدِ شرعی سمجھتے ہیں، لیکن یہ عید شرعی سے بھی زیادہ عظمت والا اور کئی گنا زیادہ قدر و منزلت والا دن ہے۔ اس لیے اس دن خوشیاں منانا ایک فطری عمل ہے، اور اگر اسے عیدِ مسرت بھی کہا جائے تو کوئی مبالغہ نہ ہوگا۔ عیدِ میلاد النبی ﷺ تو سال میں صرف ایک دفعہ آتی ہیں جب کہ محافلِ میلاد اور آپ ﷺ کے ذکر اور سیرت کا بیان سال بھر جاری رہتا ہے، اس میں زمان و مکان کی کوئی قید نہیں۔ مگر تاجدارِ کائنات ﷺ کی ولادت باسعادت کے دن کو عید کا نام اس لیے دیا جاتا ہے کہ لوگ اپنی ہر بڑی خوشی اور فرحت کے اظہار کے لیے لفظِ عید استعمال کرتے ہیں۔

یومِ میلاد النبی ﷺ معروف معنی میں عید کا دن ہے، جیسے کسی قریبی دوست یا محبوب کی آمد پر کہا جاتا ہے کہ آپ کا آنا عید ہے! آپ کا ملنا عید ہے! عربی زبان کا یہ شعر اس معنی کی صحیح عکاسی کرتا ہے:

عید و عید و عید و عید صرن مجتمعة
وجه الحبيب و عید الفطر والجمعة

(ہمارے لیے تین عیدیں اکٹھی ہو گئی ہیں: محبوب کا چہرہ، عیدِ الفطر اور یومِ

(جمعہ۔)

حضور نبی اکرم ﷺ کے یومِ ولادت کو عیدِ میلاد اور عیدِ نبوی کا نام دینا اس حقیقت کا آئینہ دار ہے کہ ہمارے نزدیک شرعی طور پر صرف دو ہی عیدیں ہیں: عید الفطر اور عید الاضحیٰ۔ حالانکہ بنظرِ غائر دیکھا جائے تو یومِ میلاد ان عیدوں سے کئی گنا بلند رتبہ اور عظمت کا حامل ہے۔ آپ ﷺ ہی کے صدقہ و توسط سے ہمیں تمام عیدیں، تمام تہوار اور اسلام کے تمام عظمت والے دن نصیب ہوئے۔ اگر آپ ﷺ کی ولادت نہ ہوتی تو آپ ﷺ کی بعثت ہوتی نہ قرآن نازل ہوتا، نہ معراج ہوتی، نہ ہجرت ہوتی، نہ جنگ بدر میں نصرتِ خداوندی ہوتی اور نہ ہی فتحِ مبین ہوتی۔ یہ تمام چیزیں آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے میلاد کے تصدق و توسل سے نصیب ہوئی ہیں۔

عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ محافلِ میلاد ہر اُس موقع پر منعقد کرتے ہیں جس میں خوشی، فرحت اور سرور ہوتا ہے اور یہ مسرت و شادمانی کا احساس آپ ﷺ کے ماہِ ولادت ”ربیع الاول“ میں اور بڑھ جاتا ہے اور بروزِ پیر آپ ﷺ کے میلاد کے دن خوشی و مسرت کے لطیف جذبات اپنی انتہا کو پہنچ جاتے ہیں۔ ایسے میں یہ سوال کرنا کہ محافلِ میلاد کیوں منعقد کی جاتی ہیں، درست نہیں ہے۔ کیوں کہ اس سوال سے مراد گویا یہ پوچھنا ہے کہ تم اپنے نبی ﷺ کی ولادت کے دن پر کیوں خوش ہوتے ہو؟ یا دوسرے لفظوں میں یہ کہ تمہیں صاحبِ معراج ﷺ کی صورت میں یہ خوشی اور مسرت کیوں حاصل ہوئی؟ کیا کسی مسلمان کو یہ سوال زیب دیتا ہے؟ اس لایعنی سوال کے جواب میں اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ میں آپ ﷺ کی آمد پر مسرور اور خوش ہونے کی وجہ سے محفلِ میلاد منعقد کرتا ہوں، میں آپ ﷺ سے محبت کرتا ہوں اس لیے کہ میں مومن ہوں۔ بلاشبہ محافلِ میلاد اور سیرت النبی ﷺ کی مجالس کا انعقاد، سرورِ کائنات ﷺ کی نعت و مدحت سننے سنانے کے لیے جلسہ و جلوس کا اہتمام، غریبوں کو کھانا کھلانا اور اہل اسلام کے لیے اجتماعی طور پر خوشی اور مسرت کا سامان پیدا کرنا جائز اور مستحسن عمل ہے! یہ بھی فطری امر ہے کہ ماہِ ولادت باسعادت (ربیع الاول) میں ذکرِ جمیلِ مصطفیٰ ﷺ کے اسبابِ زیادہ قوی اور

مضبوط ہوتے ہیں کیوں کہ اس مناسبت سے لوگ ایسی محفلوں میں کشاں کشاں چلے آتے ہیں۔ لوگ شعوری طور پر اس بات کے قائل ہیں کہ بعض لمحات کسی خاص مناسبت کی وجہ سے دوسرے لمحات و اوقات سے زیادہ شان اور شرف کے حامل ہوتے ہیں لہذا دوسروں کی نسبت سے وہ زیادہ پرکشش اور کیف آور یادیں لے کر آتے ہیں۔ اور اسی طرح لوگ حال کو ماضی کے ساتھ ملا کر اور موجود کو غائب کی طرف منتقل کر کے ذکرِ یاری کی لذت سے انتہائی کیف و سرور حاصل کرتے ہیں۔ بقول شاعر:

باز گو از نجد و از یارانِ نجد
تا در و دیوار را آری بہ وجد

(شہرِ دل براور اس میں بسنے والے احباب کا ذکر کرتے رہیں تاکہ اس کے در و دیوار یک گونہ کیف و مستی سے وجد میں آجائیں۔)

محافلِ میلاد کے اجتماعات دعوتِ الی اللہ کا بھی بہت بڑا ذریعہ ہیں۔ یہ لمحات درحقیقت اُن کیفیاتِ جذب و مستی کے امین ہوتے ہیں جنہیں ہرگز ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ خطباء و علماء اور اہل علم حضرات کے لیے تو لازم ہے کہ وہ ان محافل کے ذریعے اُمتِ مصطفیٰ ﷺ کو اخلاق و آدابِ نبوی، سیرتِ طیبہ، معاملات و عباداتِ نبوی جیسے اہم امور کی یاد دلاتے رہیں۔ لوگوں کو بھلائی، نیکی اور خیر و فلاح کی تلقین کرتے رہیں۔ نیز ان کو امتِ مسلمہ پر نازل ہونے والی مصیبتوں اور اُمتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو کمزور اور بے جان بنا دینے والی گمراہیوں، اسلام میں پیدا ہونے والے نئے نئے فتنوں اور اپنوں بیگانوں کے اٹھائے ہوئے شر اور فتور کی آگ سے اپنے خرمنِ ایمان کو بچانے کے لیے پند و نصائح کیا کریں۔ میلادِ النبی ﷺ کے ان اجتماعات کا مقصد محض اکٹھے ہونا اور لوگوں کو دکھانا یعنی گفتند، نشستند، برخاستند نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ ضروری ہے کہ یہ مقدس اجتماعات اعلیٰ مقاصد کے حصول کا ذریعہ اور وسیلہ بنیں۔ پس جو شخص ان اجتماعات سے کوئی دینی فائدہ حاصل نہ کر سکا وہ میلادِ شریف کی خیر و برکت سے محروم رہا!

۸۔ جشنِ میلاد پر شرعی دلیل طلب کرنے والوں کی خدمت میں

احکامِ الہیہ سے مستنبط اصول و قوانین ہر شرعی عمل کی اساس ہیں اور ہر عمل سنتِ رسول اللہ ﷺ کی بنیاد پر استوار ہے۔ یہی اس دین کی حقانیت و صداقت کی وہ بین دلیل ہے جو اسے دیگر ادیانِ باطلہ سے ممتاز کرتی ہے۔ اس ضمن میں ہم میلاد النبی ﷺ کو بہ طور عید منانے اور اظہارِ مسرت کرنے کی بابت تفصیلی بحث کر چکے ہیں؛ لیکن ایسے حضرات کے لیے جو بلاوجہ میلاد شریف کے موقع پر فتویٰ بازی سے جمہور مسلمانوں کو کفر و شرک اور بدعت کا مرتکب ٹھہراتے ہیں اور ہر بات پر قرآن و سنت سے دلیل طلب کرتے ہیں اُن کے دل و دماغ تنگ نظری کا شکار ہیں اور وہ بزعمِ خویش یہ سوچتے ہیں کہ اس عمل کا کوئی شرعی ثبوت نہیں؟ اُن سے یہ قولِ اقبال بس اتنی گزارش ہے:

دل پینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور، دل کا نور نہیں^(۱)

میلاد النبی ﷺ جیسی نعمتِ عظمیٰ پر شکرانے کے ثبوت طلب کرنے والے نادان اور کم نصیب لوگوں نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ زندگی میں ہزار ہا دنیاوی خوشیاں مناتے وقت کبھی قرآن و حدیث کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھ لیں کہ اس کا ذکر ان میں ہے یا نہیں؟

۱۔ کیا ایسا نہیں ہوتا کہ جب کبھی ایک مدت کے بعد اولاد پیدا ہو تو مٹھائیاں بانٹی جاتی اور دعوتیں دی جاتیں ہیں؟ کیا اُس وقت بھی کتبِ حدیث اٹھا کر یہ ثبوت طلب کیا جاتا ہے کہ آیا حضور نبی اکرم ﷺ یا کسی صحابی نے بیٹوں کی پیدائش پر مٹھائی بانٹی تھی؟

۲۔ ہر سال اپنے بچوں کی سالگرہ پر ہزاروں لاکھوں کی ضیافتیں کرنے والوں نے کیا کبھی قرآن و حدیث سے اس بارے میں بھی ثبوت تلاش کیا ہے؟

۳۔ عام معمول ہے کہ جب کسی کی شادی قریب ہوتی ہے تو کئی کئی مہینے اس کی

تیار یوں میں گزرتے ہیں۔ اشتہار اور دعوتی کارڈ چھپوائے جاتے ہیں، رسم و رواج اور تبادلہ تحائف پر لاکھوں روپے اڑائے جاتے ہیں۔ اچھے کپڑے پہنے جاتے ہیں۔ ولیمہ پر لاکھوں روپے خرچ ہوتے ہیں، اپنے خویش و اقارب اور دوست و احباب کی حتی الوسع خدمت کی جاتی ہے۔ کیا اس موقع پر بھی ہم نے کبھی قرآن و حدیث سے دلیل طلب کی کہ شادیوں پر آقائے دو جہاں رضی اللہ عنہم نے یا ان کے غلاموں نے ایسی خوشیاں منائی تھیں یا نہیں؟ کیا انہوں نے بھی اتنے مہنگے اور پر تکلف کھانے تیار کرائے تھے؟ یہاں اس لیے ثبوت طلب نہیں کیے جاتے کہ اپنے بیٹے یا بیٹی کی شادی کا معاملہ ہے اور بات اپنے گھر تک پہنچتی ہے مگر میلاد النبی رضی اللہ عنہ پر ثبوت یاد آ جاتا ہے کیوں کہ یہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا معاملہ ہے۔

۴۔ ۲۳ مارچ کو آزادی کے حصول کے لیے قرارداد پاس ہوئی اور جد و جہد آزادی کا آغاز ہوا تھا۔ اس کی خوشی میں ہر سال ملک کے طول و عرض میں سرکاری و غیر سرکاری سطح پر تقریبات، جشن اور محافل کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ جس دن ۱۴ اگست - غیروں کے تسلط سے آزادی ملی اور مملکت خداداد پاکستان کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی نعمت ملی تو اُس دن ہر سال پورے ملک کو دلہن کی طرح سجایا جاتا ہے، بے پناہ وسائل خرچ ہوتے ہیں، جگہ جگہ جہازوں، ٹینکوں اور گاڑیوں کی سلامی دی جاتی ہے، گارڈ آف آنر پیش ہوتے ہیں۔ یومِ دفاع (۶ ستمبر) کی خوشی میں پاک فوج کی جنگی مشقیں دیکھنے کے لیے مخصوص مقامات پر اجتماعات ہوتے ہیں۔ یہ سب اُمور اگرچہ درست ہیں مگر ان قومی تہواروں کے لیے عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور عہدِ صحابہ سے ثبوت تلاش نہیں کیے جاتے۔

۵۔ بابائے قوم قائد اعظم محمد علی جناح اور حصولِ آزادی کی جد و جہد میں کام کرنے والے رہنماؤں کے یومِ ولادت پر پورے ملک میں عید کا سماں ہوتا ہے۔ دفاتر، تعلیمی اور صنعتی ادارے بند کر دیے جاتے ہیں۔ جلسوں کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ ان کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کے لیے دور دور سے دانش وروں اور زعماء کو بڑے اہتمام

سے دعوتیں دے کر بلوایا جاتا ہے اور ان کی شان میں قصیدہ خوانی کی جاتی ہے۔ لیکن یہاں قرآن و حدیث یا اُسوۂ صحابہ ﷺ سے کسی ثبوت کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ بجا طور پر سمجھا جاتا ہے کہ ملک و قوم کے رہبروں کی ملی خدمات کو سراہا جانا چاہیے لیکن پوری انسانیت بلکہ کائناتِ ہست و بود کے محسنِ اعظم ﷺ کا یومِ ولادت آئے تو ان کی یاد میں محافلِ میلاد اور خوشی کرنے پر ہمیں ثبوت یاد آنے لگتے ہیں اور دلیلیں طلب کرنا بھی ضروری سمجھا جاتا ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خانؒ اس حوالے سے کیا خوب لکھتے ہیں:

اور تم پر مرے آقا کی عنایت نہ سہی
نجدیو! کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا^(۱)

۶۔ جب ملک کا یوم تاسیس آئے یا بیرون ملک سے کوئی مہمان آئے (خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم) اُسے اکیس توپوں کی سلامی دی جائے تو اُس وقت قرآن و حدیث سے جواز تلاش نہیں کیا جاتا۔

۷۔ ملک کے صدر، سربراہ ریاست یا بہت بڑے لیڈر کے انتقال پر بڑے اعزاز کے ساتھ اُس کی تدفین عمل میں آتی ہے، اُس کی وفات پر سوگ کے جلوس نکالے جاتے ہیں، میت پر ماتمی دھنوں سے بینڈ باجے، توپوں کی سلامی ہوتی ہے، پھولوں کی چادریں چڑھتی ہیں، گل پاشیاں اور نہ جانے کیا کیا تقریبات ہوتی ہیں۔ علماء و غیر علماء سب ان تقریبات میں شریک ہوتے ہیں مگر کسی نے کبھی فتویٰ صادر نہیں کیا۔ سنتِ رسول ﷺ اور اُسوۂ صحابہ ﷺ سے کبھی سند تلاش نہیں کی۔ اس لیے کہ اس میں ملک کا اعزاز اور مرحوم لیڈر کی خدمات کا اعتراف تھا، اپنی جذباتی وابستگی کا اظہار تھا اور اقوامِ عالم کے سامنے اپنے قومی وقار کا مسئلہ تھا۔ یہ سب کچھ ٹھیک ہے اور ہمارے نزدیک بھی یہ غلط نہیں ہے۔ ایسا ہونا چاہیے مگر امر زیر بحث یہ ہے کہ کسی صدر مملکت کے لیے ایسا اہتمام ہو تو کوئی ثبوت نہیں مانگے جاتے لیکن باعثِ موجودات حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے یوم

ولادت کے سلسلے میں دلائل اور فتوؤں کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ آقائے دو جہاں رحمۃ اللعالمین ﷺ کی آمد کا دن آئے تو خوشی منانے کے لیے دلائل و براہین اور ثبوت مانگے جائیں، اس کا صاف مطلب ہے کہ باقی ہر موقع پر خوشی تھی بس حضور نبی اکرم ﷺ کے معاملے میں دل احساسِ مسرت سے محروم ہو گیا اور حکم خداوندی - فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِمَّا يَجْمَعُونَ^(۱) - یاد نہ رہا۔ اعمالِ حسنہ، عبادت و ریاضت میں کثرتِ ذکر پر بھروسہ کافی محسوس ہونے لگا اور دل اس احساس سے خالی ہو گیا کہ دنیا کی سب سے پیاری، سب سے معظم اور سب سے زیادہ واجب التعمیم ہستی آقا ﷺ ہیں۔ ان کی محبت ایمان کی اساس ہے اور ایمان دل کی وہ حالت ہے جسے کیفیت یا حال کہتے ہیں، جسے لگن بھی کہتے ہیں اور لگاؤ بھی، محبت بھی کہتے ہیں اور محبت کا الاؤ بھی۔ یہ الاؤ دل میں جل اٹھے تو مومن اپنی زندگی کے ہر لمحے کو عید میلاد بنا کر مناتا رہے اور اپنے در و دیوار کو آخرت کا گھر سمجھ کر سجاتا رہے۔ ہم سب کو یہ جان لینا چاہیے کہ ان خشک و بے مغز عبادتوں کے ذخیروں کے مقابلے میں حضور ﷺ کی آمد پر خوشی کرنا اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں زیادہ افضل عمل ہے۔

افسوس کہ کفر و شرک کے فتاویٰ صادر کرنے والے منکر میلاد بدعتیوں نے اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کی خوشیوں پر لاکھوں روپے خرچ کر دیے تو کوئی چیز رکاوٹ نہ بنی لیکن محبوب ﷺ کا ماہ ولادت جلوہ فگن ہوا تو اس کے اہتمام پر خود خرچ کرنے کی بجائے دوسروں کو بھی اس سے منع کرتے رہے۔ یاد رہے کہ کوئی خوشی آقائے دو جہاں ﷺ کی آمد کی خوشی سے بڑی نہیں، اس کے مقابلے میں دنیا و جہان کی ساری خوشیاں ہیچ ہیں۔

۹۔ محافلِ میلادِ مصطفیٰ ﷺ کے انعقاد کے تقاضے

گزشتہ صفحات میں ہماری معروضات صراحت سے اس امر کی شہادت فراہم کر رہی ہیں کہ جشنِ میلادِ النبی ﷺ کا اہتمام کرنا یقیناً مستحسن اور باعثِ اجر و ثواب عمل ہے

لیکن اس موقع پر اگر انعقادِ میلاد کے بعض قابلِ اعتراض پہلوؤں سے صرفِ نظر کرتے ہوئے انہیں برقرار رہنے دیا جائے تو ہم میلادِ النبی ﷺ کے فیوض و برکات سے محروم رہیں گے۔ جب تک اس پاکیزہ جشن میں طہارت، نفاست اور کمالِ درجہ کی پاکیزگی کا خیال نہیں رکھا جائے گا سب کچھ کرنے کے باوجود اس سے حاصل ہونے والے مطلوبہ ثمراتِ سمیئنا تو درکنار ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرّم ﷺ کی ناراضی مول لیں گے۔ محفلِ میلاد ہو یا جلوسِ میلاد، یہ سارا اہتمام چوں کہ حضور ﷺ کی ولادت کی خوشی کے سلسلہ میں ہوتا ہے، لہذا اس کا تقدس برقرار رکھنا اسی طرح ضروری ہے جس طرح حضور نبی اکرم ﷺ کی ظاہری حیاتِ مقدسہ میں آپ ﷺ کی مجلس کے آداب ملحوظ رکھے جاتے تھے۔ ہمیں پوری کوشش کرنی چاہیے کہ ماحول کی پاکیزگی کو خرافات اور خلافِ شرع بے ہودہ کاموں سے آلودہ نہ ہونے دیں۔ اس کے ساتھ ساتھ جشنِ میلاد کے موقع پر محفلیں منعقد کرنا اور صدقہ و خیرات کرنا، جانی و مالی، علمی و فکری غرضیکہ ہر قسم کی قربانی کا جذبہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے حبیبِ مکرم ﷺ کی خوشنودی کے حصول کے لیے ہونا چاہیے۔ احادیثِ مبارکہ میں ہے کہ صبح و شام حضور ﷺ پر درود و سلام کے علاوہ اپنی اُمت کے دوسرے نیک و بد اعمال بھی پیش کیے جاتے ہیں۔ حضور ﷺ اچھے کام دیکھ کر خوشی کا اظہار فرماتے ہیں اور برائی دیکھ کر ناراضگی اور افسوس کا اظہار کرتے ہیں۔^(۱) بالکل اسی طرح ہماری یہ میلاد کی خوشیاں بھی حضور ﷺ کے سامنے

(۱) ۱- بزار، البحر الزخار (المسند)، ۵: ۳۰۸، ۳۰۹، رقم: ۱۹۲۵

۲- ابن ابی اسامۃ نے اسے صحیح سند کے ساتھ ”مسند الحارث (۲):

۸۸۳، رقم: ۹۵۳“ میں روایت کیا ہے۔

۳- حکیم ترمذی، نوادر الأصول فی أحادیث الرسول ﷺ، ۴: ۱۷۶

۴- دیلمی، الفردوس بمانثور الخطاب، ۱: ۱۸۳، رقم: ۲۸۶

۵- قاضی عیاض، الشفا بتعريف حقوق المصطفى ﷺ، ۱: ۱۹

۶- ہیثمی نے ”مجمع الزوائد ومنبع الفوائد (۹: ۲۴)“ میں کہا ہے کہ یہ

حدیث بزار نے روایت کی ہے اور اس کے تمام رجال صحیح ہیں۔

پیش کی جاتی ہیں۔ اگر ان میں صدق و اخلاص شامل نہیں ہوگا تو حضور ﷺ کو ہماری ایسی محفلوں کے انعقاد سے کیا مسرت ہوگی؟ اور اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں اپنے محبوب ﷺ کی خاطر کی جانے والی اس تقریب کو کیوں کر شرف قبولیت سے نوازے گا؟ یہ ہمارے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ صدقہ و خیرات میں کثرت اور اظہار مسرت کے لیے بڑے بڑے جلسے جلوس اُس بارگاہ میں باعث شرف و قبولیت نہیں جب تک کہ ظاہری عقیدت میں اخلاص باطن اور حسن نیت شامل نہ ہو۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی سچی محبت اور ادب و تعظیم ہی ہمارے ہر عمل کی قبولیت کی اولیں شرائط میں سے ہیں۔

محفل میلاد کے تقاضوں میں خلوص و تقویٰ کے ساتھ ساتھ ظاہری و باطنی طہارت بھی انتہائی ضروری ہے۔ حضور ﷺ چوں کہ خود صفائی کو انتہائی پسند فرماتے تھے، اور جس طرح آپ ﷺ کی ظاہری حیات مبارکہ میں ہر طرح کی صفائی، طہارت اور پاکیزگی کا خیال رکھا جاتا تھا اُسی طرح حضور ﷺ کی نسبت سے منعقد ہونے والی محافل و مجالس میں بھی ہمیں کمال درجہ احتیاط کی ضرورت ہے۔ اس لیے کہ حضور ﷺ اگر چاہیں تو اپنے غلاموں کی ان محافل میں اپنے روحانی وجود کے ساتھ تشریف لاتے ہیں۔ یہاں اسی سلسلہ میں ایک مثال سے اس امر کی توثیق کی جاتی ہے:

”راقم کے والد گرامی حضرت علامہ ڈاکٹر فرید الدین قادری نے اسی موقع کی مناسبت سے ایک واقعہ بیان فرمایا ہے کہ مولانا عبدالحی فرنگی محلی حقہ پیتے تھے۔ ایک دفعہ محفل میلاد منعقد تھی۔ حقہ پی کر جلدی سے بغیر کلی کے محفل میں چلے آئے، بیٹھے بیٹھے اونگھ آگئی۔ خواب میں حضور نبی اکرم ﷺ تشریف لائے اور فرمانے لگے: ”عبدالحی! تمہیں احساس نہیں کہ ہماری محفل میں حقہ پی کر اسی بدبودار منہ کے ساتھ آگئے ہو؟“

..... ۷۔ ابن کثیر، البدایة والنہایة، ۴: ۲۵۷

۸۔ أبو الفضل عراقی نے ”طرح التثريب فی شرح التقریب (۳: ۲۹۷)“ میں اس روایت کی اسناد کو صحیح قرار دیا ہے۔

حضور ﷺ کی طبیعت مبارکہ اتنی پاک، منزہ اور لطیف تھی کہ آپ ﷺ لہسن اور پیاز وغیرہ کھا کر مسجد میں آنے سے بھی صحابہ کرام ﷺ کو منع فرماتے تھے۔^(۱) ایسے کئی واقعات ہیں کہ حضور ﷺ اپنے خاص غلاموں کو جس طرح ظاہری حیاتِ طیبہ میں ایسی بدبودار اشیاء استعمال کرنے سے روکتے تھے بعد از وصال بھی اسی طرح حکماً یا اشارتاً منع فرماتے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۱۴-۱۱۷۴ھ) ”الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین ﷺ“ کی اٹھائیسویں حدیث میں اپنے والد گرامی شاہ عبد الرحیم (۱۰۵۴-۱۱۳۱ھ) کے حوالہ سے ایک واقعہ نقل کرتے ہیں: دو صالح آدمیوں - جن میں سے ایک عالم بھی تھا اور عابد بھی، جب کہ دوسرا عابد تھا عالم نہ تھا - کو ایک ہی وقت اور ایک ہی حالت میں حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی لیکن حضور ﷺ کی مجلس میں صرف عابد کو بیٹھنے کی اجازت دی گئی، عالم اس سے محروم رہا۔ چنانچہ اس عابد نے بعد میں لوگوں سے دریافت کیا کہ کیا ماجرا ہے؟ اس عالم کو اس سعادت سے کیوں محروم رکھا گیا؟ تو اُسے بتایا گیا کہ وہ حقہ پیتا تھا اور حضور ﷺ حقہ ناپسند فرماتے ہیں۔ دوسرے دن یہ عابد اس عالم کے پاس گیا تو دیکھا کہ عالم اپنی اس محرومی پر زار و قطار رو رہا ہے۔ جب عابد نے حقیقتِ حال سے اُسے آگاہ کیا اور محرومی کا اصل سبب بتایا تو عالم نے اسی وقت تمباکو نوشی سے توبہ کر لی۔ پھر اگلی شب دونوں نے اسی طرح بیک وقت حضور ﷺ کی زیارت کی اور اس بار عالم کو مجلس میں نہ صرف حاضری کا شرف بخشا گیا بلکہ آقائے دو جہاں ﷺ نے اسے اپنے پاس بٹھایا۔^(۲)

(۱) ۱- مسلم، الصحيح، کتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب نہی من أكل

ثوماً أو بصلاً أو کراناً أو نحوهما، ۱: ۳۹۴، رقم: ۵۶۱

۲- أبو داود، السنن، کتاب الأطعمة، باب فی أكل الثوم، ۳: ۱۶۰، ۱۶۱،

رقم: ۳۸۲۳، ۳۸۲۵

(۲) شاہ ولی اللہ، الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین ﷺ، ۴۳، ۴۴

۱۰۔ اصلاح طلب پہلو

یہ بات خوش آئند ہے کہ میلاد النبی ﷺ کا عقیدہ رکھنے والے اور جشنِ میلاد کے جلوس کا اہتمام کرنے والے حضور ﷺ سے اتنی محبت و عقیدت کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ میلاد کی خوشیوں کو جزوِ ایمان سمجھتے ہیں۔ یہ سب اپنی جگہ درست اور حق ہے، مگر انہیں اس کے تقاضوں کو بھی بہر حال مدنظر رکھنا چاہئے۔ کاش ان عقیدت مندوں کو بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ کی تعظیم اور آپ ﷺ کی تعلیمات کا بھی کما حقہ علم ہوتا!

اس مبارک موقع کے فیوضِ سمیٹنے کے لیے ضروری ہے کہ حضور ﷺ کے میلاد کی ان پاکیزہ محفلوں میں اس انداز سے شرکت کریں جس میں شریعتِ مطہرہ کے احکام کی معمولی خلاف ورزی بھی نہ ہونے پائے لیکن فی زمانہ بعض مقامات پر مقام و تعظیم رسالت سے بے خبر جاہل لوگ جشنِ میلاد کو گونا گوں منکرات، بدعات اور محرمات سے ملوث کر کے بہت بڑی نادانی اور بے ادبی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ جلوسِ میلاد میں ڈھول ڈھمکے، فحش فلمی گانوں کی ریکارڈنگ، نوجوانوں کے رقص و سرور اور اختلاطِ مرد و زن جیسے حرام اور ناجائز امور بے حجابانہ سرانجام دیے جاتے ہیں جو کہ انتہائی قابلِ افسوس اور قابلِ مذمت ہے اور ادب و تعظیمِ رسول ﷺ کے سراسر منافی ہے۔ اگر ان لوگوں کو ان محرمات اور خلافِ ادب کاموں سے روکا جاتا ہے تو وہ بجائے باز آنے کے منع کرنے والے کو میلاد النبی ﷺ کا منکر ٹھہرا کر اصلاحِ احوال کی طرف توجہ ہی نہیں دیتے۔ اُن نام نہاد عقیدت مندوں کو سختی سے سمجھانے کی ضرورت ہے ورنہ جشنِ میلاد النبی ﷺ ان ادب ناشناس جہلاء کی اسلام سوز رسوم و رواج کے باعث پاکیزگی و تقدس سے محروم ہو کر محض ایک رسم بن کر رہ جائے گا۔ جب تک ان محافل و مجالس اور جشنِ میلاد کو ادب و تعظیمِ رسالت مآب ﷺ کے سانچے میں نہیں ڈھال لیا جاتا اور ایسی تقاریب سے ان تمام محرمات کا خاتمہ نہیں کر دیا جاتا اس وقت تک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا اور خوش نودی ہمارے شامل حال نہیں ہو سکتی۔ ایسی محافل میں جہاں بارگاہِ رسالت

ﷺ کے ادب سے پہلو تہی ہو رہی ہو نہ صرف یہ کہ رحمتِ خداوندی اور اس کے فرشتوں کا نزول نہیں ہوتا بلکہ اہلِ محفل و منتظمینِ جلوسِ خدا کے غضب اور حضور ﷺ کی ناراضگی کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔

قابلِ افسوس بات یہ ہے کہ اس برائی کے خلاف کہیں آواز بلند کی جاتی ہے نہ حکومت کی طرف سے حکمت یا سختی کے ساتھ اس قبیح روش کا خاتمہ کیا جاتا ہے۔ مذہبی طبقے کی خاموشی کی سب سے بڑی وجہ (الا ماشاء اللہ) پیٹ کا دھندا ہے جو ان قبیح رسموں کو روکنے میں آڑے آجاتا ہے۔ مفاد پرست حلقوں کی سوچ یہ ہے کہ اگر ان غیر اخلاقی وغیر شرعی امور کی سختی سے گرفت کی گئی تو شاید جلسے جلوسوں میں ان علماء کی دھواں دھار تقریریں ختم ہو جائیں اور کاروباری حضرات سے ملنے والے معاوضے اور چندے بند ہو جائیں۔ کتنے افسوس کا مقام ہے کہ مالی مفادات اور ان گروہی اور نام نہاد محدود مسلکی منافعتوں کی خاطر یہ لوگ میلاد النبی ﷺ کے تقدس اور عظمت کو پامال کر رہے ہیں۔

ایسے مواقع پر حکومت کو خاموش تماشائی بن کر نہیں بیٹھنا چاہیے بلکہ ضروری ہے کہ وہ ہر ممکن اصلاحی تدابیر عمل میں لائے۔ کیا وجہ ہے کہ آربابِ اقتدار یا سیاسی حکومت کے کسی لیڈر یا عہدے دار کے خلاف معمولی سی گستاخی اور بے ادبی کرنے والے کو حکومت اپنی پولیس فورس کے ذریعے ڈنڈے کے زور سے نہ صرف باز رکھتی ہے بلکہ معاملہ گھمبیر ہو تو قانون شکنی کرنے والوں کو فوراً گرفتار بھی کر لیا جاتا ہے۔ مگر عرس اور میلاد جیسے موقعوں پر بدعمل، اوباش اور کاروباری لوگ ناچ گانے اور ڈانس کا باقاعدہ اہتمام کرتے ہیں، میلے، تھیٹر اور سرکسوں کا انتظام ہوتا ہے، اولیائے کرام کی پاکیزہ تعلیمات کی دانستہ اور سر بازار خلاف ورزی ہوتی ہے مگر معلومات کے باوجود حکومت کوئی قانونی کارروائی نہیں کرتی۔ حکومت کے آربابِ بست و کشاد نہ جانے کیسے گوارا کر لیتے ہیں کہ باقاعدہ پولیس کی نگرانی اور امن و امان میں یہ خلافِ شریعت امور ہو رہے ہیں۔ ایسے عناصر کو بزورِ قانون خلاف شریعت حرکات سے روکنا اشد ضروری ہے۔

عرس کے موقعوں پر بزرگانِ دین کے مزارات پر آنے کا مقصد قرآن حکیم کی تلاوت اور ان اولیائے کرام کی پاکیزہ تعلیمات سے بہرہ ور ہونے اور ان پر عمل کرنے کا جذبہ ہوتا ہے۔ میلاد النبی ﷺ کے جلوس نعت خوانی، حضور ﷺ کے خصائص و شمائل اور فضائل و مراتب کے بیان اور جائز شرعی طریقے سے خوشیاں منانے کے لیے نکالے جاتے ہیں۔ مگر افسوس کہ

حقیقت خرافات میں کھو گئی
یہ اُمت روایات میں کھو گئی (۱)

کے مصداق دینی شعار کا کھلے بندوں مذاق اڑایا جاتا ہے اور حکومت اور اہل فکر و نظر خاموش تماشائی بنے رہتے ہیں۔

۱۱۔ افراط و تفریط سے اجتناب کی ضرورت

بدقسمتی سے آج اُمتِ مسلمہ دو بڑے طبقوں میں بٹ گئی ہے: ایک طبقہ جشنِ میلاد النبی ﷺ کو سرے سے ناجائز، حرام اور بدعت کہہ کر اس کا انکار کر رہا ہے، جب کہ دوسرا طبقہ میلاد کے نام پر (إلا ما شاء اللہ) ناجائز اور فحش کام سرانجام دینے میں بھی کوئی عار محسوس نہیں کرتا۔ اُنہوں نے بہت سے ناجائز اور حرام اُمور کو داخلِ میلاد کر کے میلاد النبی ﷺ کے پاکیزہ تصور کو بدنام اور تقدس کو پامال کر دیا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ افراط و تفریط سے بچتے ہوئے ان انتہاء پسند رویوں کے بین بین اعتدال پسندی کی روش اختیار کی جائے۔ ہم نے میلاد اور سیرت کے نام پر مسلمانوں کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ کوئی صرف میلاد کا داعی بن گیا اور کوئی صرف سیرت کا نام لیا۔ میلاد کا نام لینے والا سیرت سے کتراتا ہے اور سیرت کا داعی میلاد کو ناجائز کہہ کر اپنی دانش وری اور بقراطیت کا مظاہرہ کرتا ہے۔ یہ سوچ ناپید ہے کہ اگر میلاد نہ ہوتا تو سیرت کہاں سے ہوتی

اور اگر سیرت کے بیان سے احتراز کیا تو پھر میلاد کا مقصد کیسے پورا ہو سکتا ہے! بیانِ میلاد اور بیانِ سیرت دونوں حضور ﷺ کے ذکر کے طریقے ہیں۔ دونوں ایک شمع کی کرنیں ہیں۔ میلاد کو نہ تو بدعت اور حرام کہہ کر ناجائز سمجھیں اور نہ اسے جائز سمجھتے ہوئے اس کے پاکیزہ ماحول کو خرافات سے آلودہ کیا جائے۔

حضور ﷺ کی ولادت مبارکہ کی خوشی مناتے ہوئے محافلِ میلاد میں محبت و تعظیم کے ساتھ باوضو ہو کر شریک ہوں تو یہ افضل عبادت ہے۔ میلاد کے جلسے، جلوسوں اور محافل میں سیرت کا ذکر جمیل کرنا، لوگوں کو آقائے نامدار حبیبِ کبریا ﷺ کے حسنِ سیرت و صورت اور فضائل و شمائل سنانا اور حضور ﷺ کی محبت اور عشق کے نغمے الاپنا ہر سچے مسلمان کا شیوہ ہونا چاہیے کہ اسی میں پوری اُمتِ مسلمہ کی کامیابی کا راز مضمر ہے اور یہی وقت کی سب سے اہم مذہبی ضرورت ہے۔ ملتِ اسلامیہ کے واعظین اور مبلغین اگر میلاد اور سیرت کی دو بنیادی حقیقتوں کو الگ الگ کر دیں گے تو عوام الناس تک کلمہ حق کیسے پہنچے گا؟

واعظین اور مبلغین اگر دین کا اور حضور ﷺ کی تعظیم و رسالت کا تحفظ چاہتے ہیں تو یہ ان کی ذاتی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ حتی المقدور ناجائز اور خلافِ شرع بدعت، ہر قسم کے منکرات اور فحش امور کے خلاف علمِ جہاد بلند کریں۔

حکومت کا فرض ہے کہ محافلِ میلاد کا تقدس برقرار رکھنے کے لیے مداخلت کرے اور عیدِ میلاد النبی ﷺ کے نام پر ناچ گانا اور دیگر خرافات کرنے والوں پر قانونی پابندی لگا دے جس کی خلاف ورزی کرنے والے عناصر کو قرار واقعی سزائیں دی جائیں تاکہ جلسوں اور جلوسوں کا ماحول ہر قسم کی خرافات اور غیر شرعی امور سے پاک رہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیبِ مکرم ﷺ کے تصدق سے ہمارے حال پر رحم فرمائے، ہمیں میلاد شریف کے فیوض و برکات سمیٹنے، اپنی زندگیاں سیرتِ طیبہ کے سانچے میں ڈھالنے اور منکرات و فواحش سے بچنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ (آمین بجاہِ سید المرسلین ﷺ)

مآخذ ومراجع

- ۱- القرآن الحكيم-
- ۲- ابن اثير، ابو الحسن علي بن محمد بن عبد الكريم بن عبد الواحد شيباني جزري (۵۵۵- ۶۳۰هـ/۱۱۶۰-۱۲۳۳ع)- أسد الغابة في معرفة الصحابة- بيروت، لبنان: دار الكتب العلمية-
- ۳- ابن اثير، ابو الحسن علي بن محمد بن عبد الكريم بن عبد الواحد شيباني جزري (۵۵۵- ۶۳۰هـ/۱۱۶۰-۱۲۳۳ع)- الكامل في التاريخ- بيروت، لبنان: دار صادر، ۱۳۹۹هـ/ ۱۹۷۹ع-
- ۴- احمد بن حنبل، ابو عبد الله بن محمد (۱۶۴-۲۴۱هـ/۷۸۰-۸۵۵ع)- فضائل الصحابة- بيروت، لبنان: مؤسسة الرسالة، ۱۴۰۳هـ/۱۹۸۳ع-
- ۵- احمد بن حنبل، ابو عبد الله شيباني (۱۶۴-۲۴۱هـ/۷۸۰-۸۵۵ع)- المسند- بيروت، لبنان: المكتب الاسلامي للطباعة والنشر، ۱۳۹۸هـ/۱۹۸۷ع-
- ۶- احمد بن حنبل، ابو عبد الله شيباني (۱۶۴-۲۴۱هـ/۷۸۰-۸۵۵ع)- المسند- بيروت، لبنان: مؤسسة الرسالة، ۱۴۲۰هـ/۱۹۹۹ع-
- ۷- احمد رضا، اعلى حضرت، ابن نقي علي خان قادري بريلوي، (۱۲۷۲-۱۳۴۰هـ/ ۱۸۸۶-۱۹۲۱ع)- حدائق بخشش- لاهور، پاکستان، مسلم كتابوي، ۱۴۲۰هـ/۱۹۹۹ع-
- ۸- احمد بن زيني دحلان، سيد حسني هاشمي قرشي مكي (۱۲۳۳-۱۳۰۴ع)- السيرة

- النبوية- بيروت، لبنان: دار الفكر-
- ٩- احمد بن زيبي دحلان، سيد حسني هاشمي قرشي كمي (١٢٣٣-١٣٠٢هـ) - السيرة النبوية- بيروت، لبنان: مؤسسة الكتب الثقافية، ١٣٢١هـ/٢٠٠١ع-
- ١٠- ابن اسحاق، محمد بن اسحاق بن ييار المظلي المدني (٨٥-١٥١هـ) - السيرة النبوية- بيروت، لبنان: دار الكتب العلمية، ١٣٢٢هـ/٢٠٠٢ع-
- ١١- ابن اسحاق، اسماعيل القاضي المالكي (١٩٩-٢٨٢هـ) - فضل الصلاة على النبي ﷺ - بيروت، لبنان: المكتب الاسلامي، ١٣٩٤هـ-
- ١٢- اقبال، ذاكتر علامه محمد (١٢٩٢-١٣٥٤هـ/١٨٤٤-١٩٣٨ع) - كليات (أردو) - لاهور، باكستان: شيخ غلام نبي اينڈسز، ١٩٨٩ع-
- ١٣- بخاري، ابو عبد الله محمد بن اسماعيل بن ابراهيم بن مغيرة (١٩٣-٢٥٦هـ/٨١٠ع-٨٤٠ع) - الأدب المفرد - بيروت، لبنان: دار البشائر الاسلامية، ١٤٠٩هـ/١٩٨٩ع-
- ١٤- بخاري، ابو عبد الله محمد بن اسماعيل بن ابراهيم بن مغيرة (١٩٣-٢٥٦هـ/٨١٠ع-٨٤٠ع) - التاريخ الصغير - بيروت، لبنان: دار المعرفة، ١٤٠٦هـ/١٩٨٦ع-
- ١٥- بخاري، ابو عبد الله محمد بن اسماعيل بن ابراهيم بن مغيرة (١٩٣-٢٥٦هـ/٨١٠ع-٨٤٠ع) - التاريخ الكبير - بيروت، لبنان: دار الكتب العلمية، ١٣٢٢هـ/٢٠٠١ع-
- ١٦- بخاري، ابو عبد الله محمد بن اسماعيل بن ابراهيم بن مغيرة (١٩٣-٢٥٦هـ/٨١٠ع-٨٤٠ع) - الصحيح - بيروت، لبنان: دار ابن كثير، اليمامة، ١٤٠٤هـ/١٩٨٤ع-
- ١٧- بزار، ابو بكر احمد بن عمرو بن عبد الخالق بصري (٢١٥-٢٩٢هـ/٨٣٠-٩٠٥ع) - البحر الزخار - بيروت، لبنان: مؤسسة علوم القرآن، ١٤٠٩هـ-

- ١٨- بزار، ابو بكر احمد بن عمرو بن عبد الخالق بصري (٢١٥-٢٩٢هـ/٨٣٠-٩٠٥ع)-
البحر الزخار- مدينة منوره، سعودي عرب: مكتبة العلوم والحكم،
١٤٢٢هـ/٢٠٠٣ع-
- ١٩- بغوي، ابو محمد بن فراء حسين بن مسعود بن محمد (٣٣٦-٥١٦هـ/١٠٢٢-١١٢٢ع)-
شرح السنة- بيروت، لبنان: المكتب الاسلامي، ١٤٠٣هـ/١٩٨٣ع-
- ٢٠- بغوي، ابو محمد حسين بن مسعود بن محمد الفراء (٣٣٦-٥١٦هـ/١٠٢٢-١١٢٢ع)-
معالم التنزيل- بيروت، لبنان: دار المعرفه، ١٤٠٤هـ/١٩٨٤ع-
- ٢١- بيهقي، ابو بكر احمد بن حسين بن علي بن عبد الله بن موسى (٣٨٣-٤٥٨هـ/٩٩٣-
١٠٦٦ع)- دلائل النبوة ومعرفة أحوال صاحب الشريعة- بيروت، لبنان:
دار الكتب العلمية، ١٤٠٥هـ/١٩٨٥ع-
- ٢٢- بيهقي، ابو بكر احمد بن حسين بن علي بن عبد الله بن موسى (٣٨٣-٤٥٨هـ/٩٩٣-
١٠٦٦ع)- دلائل النبوة ومعرفة أحوال صاحب الشريعة- بيروت، لبنان:
دار الكتب العلمية، ١٤٢٣هـ/٢٠٠٢ع-
- ٢٣- بيهقي، ابو بكر احمد بن حسين بن علي بن عبد الله بن موسى (٣٨٣-٤٥٨هـ/٩٩٣-
١٠٦٦ع)- السنن الكبرى- مكة مكرمه، سعودي عرب: مكتبة دار الباز،
١٤١٣هـ/١٩٩٣ع-
- ٢٤- بيهقي، ابو بكر احمد بن حسين بن علي بن عبد الله بن موسى (٣٨٣-٤٥٨هـ/٩٩٣-
١٠٦٦ع)- السنن الكبرى- ملتان، باكستان: نشر السنه-
- ٢٥- بيهقي، ابو بكر احمد بن حسين بن علي بن عبد الله بن موسى البيهقي
(٣٨٣-٤٥٨هـ/٩٩٣-١٠٦٦ع)- شعب الإيمان- بيروت، لبنان: دار
الكتب العلمية، ١٤١٠هـ/١٩٩٠ع-

- ٢٦- **بيهقي**، ابو بكر احمد بن حسين بن علي بن عبد الله بن موسى (٣٨٣-٢٥٨هـ/٩٩٣-
١٠٦٦ء)- المدخل الى السنن الكبرى- كويت: دار الخلفاء للكتاب
الاسلامي، ١٤٠٣هـ-
- ٢٧- **ترمذي**، ابو عيسى محمد بن عيسى بن سوره بن موسى بن ضحاک السلمی الترمذی
(٢٠٩-٢٤٩هـ/٨٢٥-٨٩٢ء)- الجامع الصحيح- بيروت، لبنان: دار إحياء
التراث العربي-
- ٢٨- **تمام رازي**، ابو القاسم تمام بن محمد (٣٣٠-٢١٢هـ)- كتاب الفوائد- رياض،
سعودي عرب: مكتبة الرشد، ١٤١٢هـ-
- ٢٩- **ابن ابي جواده**، كمال الدين عمر بن احمد- بغية الطلب في تاريخ حلب-
بيروت، لبنان: دار الفكر-
- ٣٠- **جزولي**، ابو عبد الله محمد بن سليمان (م ٨٤٠هـ)- دلائل الخيرات وشوارق
الأنوار في ذكر الصلاة على النبي المختار ﷺ- بيروت، لبنان: المكتبة
العصرية، ١٣٢٣هـ/٢٠٠٣ء-
- ٣١- **ابن جوزي**، ابو الفرج عبدالرحمان بن علي بن محمود بن علي بن عبد الله بن حمادي
قرشي حنبلي (٥١٠-٥٩٤هـ/١١١٦-١٢٠١ء)- صفوة الصفوة- بيروت، لبنان:
دار المعرفه، ١٣٩٩هـ/١٩٨٩ء-
- ٣٢- **ابن جوزي**، ابو الفرج عبدالرحمان بن علي بن محمود بن علي بن عبد الله بن حمادي
قرشي حنبلي (٥١٠-٥٩٤هـ/١١١٦-١٢٠١ء)- المنتظم في تاريخ الملوك
والأمم- بيروت، لبنان: دار الكتب العلمية، ١٣١٥هـ/١٩٩٥ء-
- ٣٣- **ابن جوزي**، ابو الفرج عبدالرحمان بن علي بن محمود بن علي بن عبد الله بن حمادي
قرشي حنبلي (٥١٠-٥٩٤هـ/١١١٦-١٢٠١ء)- الوفا بأحوال المصطفى ﷺ-

- بيروت، لبنان: دار الكتب العلمية، ١٤٠٨هـ/١٩٨٨ء-
- ٣٢- جوهرى، اسماعيل بن حماد (م ٣٩٣هـ)- الصحاح في اللغة والعلوم- بيروت، لبنان: دار المحصارة العربية-
- ٣٥- ابن ابى حاتم رازى، ابو محمد عبد الرحمن بن محمد ادريس (٢٢٠-٣٢٤هـ/٨٥٢-٩٣٨ء)- تفسير القرآن العظيم- صيدا: المكتبة العصرية-
- ٣٦- ابن ابى حاتم رازى، ابو محمد عبد الرحمن بن محمد ادريس (٢٢٠-٣٢٤هـ/٨٥٢-٩٣٨ء)- الثقات-
- ٣٧- حاجى خليفه، مصطفى بن عبد الله القسطنطينى الرومى الحنفى (١٠١٤-١٠٦٤هـ/١٦٠٩-١٦٥٤ء)- كشف الظنون عن أسامي الكتب والفنون- بيروت، لبنان: دار الكتب العلمية، ١٤١٣هـ-
- ٣٨- حارث، ابن ابى اسامه/ الحافظ نور الدين يثقى (١٨٦-٢٨٢هـ)- مسند الحارث (زوائد الهيشمي)- مدينة منوره، سعودى عرب: مركز خدمة السنه والسيره النبويه، ١٤١٣هـ/١٩٩٢ء-
- ٣٩- حاكم، ابو عبد الله محمد بن عبد الله بن محمد (٣٢١-٤٠٥هـ/٩٣٣-١٠١٢ء)- المستدرک على الصحيحين- بيروت، لبنان: دار الكتب العلمية، ١٤١١هـ/١٩٩٠ء-
- ٤٠- حاكم، ابو عبد الله محمد بن عبد الله بن محمد (٣٢١-٤٠٥هـ/٩٣٣-١٠١٢ء)- المستدرک على الصحيحين- مکه مکرمه، سعودى عرب: دار الباز للنشر و التوزيع-
- ٤١- ابن حبان، ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان التميمى البستي (٢٤٠-٣٥٢هـ/

- ٨٨٣-٩٦٥ء) - الثقات - بيروت، لبنان: دار الفكر، ١٣٩٥هـ/١٩٤٥ء -
- ٢٢ - ابن حبان، ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان التميمي البستي (٢٤٠-٣٥٢هـ/
- ٨٨٣-٩٦٥ء) - الصحيح - بيروت، لبنان: مؤسسة الرسالة، ١٣١٣هـ/
- ١٩٩٣ء -
- ٢٣ - ابن حجر عسقلاني، ابو الفضل احمد بن علي بن حجر الشافعي (٤٤٣-٨٥٢هـ/
- ١٣٤٢-١٣٣٩ء) - الإصابة في تمييز الصحابة - بيروت، لبنان: دار الجليل،
- ١٣١٢هـ/١٩٩٣ء -
- ٢٣ - ابن حجر عسقلاني، ابو الفضل احمد بن علي بن حجر الشافعي (٤٤٣-٨٥٢هـ/
- ١٣٤٢-١٣٣٩ء) - الإصابة في تمييز الصحابة - بيروت، لبنان: دار الفكر،
- ١٣٢١هـ/٢٠٠١ء -
- ٢٥ - ابن حجر عسقلاني، ابو الفضل احمد بن علي بن محمد بن محمد بن علي بن احمد كناني
- (٤٤٣-٨٥٢هـ/١٣٤٢-١٣٣٩ء) - فتح الباري شرح صحيح البخاري -
- لاهور، باكستان: دار نشر الكتب الاسلاميه، ١٣٠١هـ/١٩٨١ء -
- ٢٦ - حسان بن ثابت رضي الله عنه، ابن منذر خزرجي (٥٣م/٦٤٤ء) - ديوان - بيروت،
- لبنان: دار الكتب العلميه، ١٣١٣هـ/١٩٩٣ء -
- ٢٧ - حكيم ترمذي، ابو عبد الله محمد بن علي بن حسن بن بشير (٣٦٠هـ) - نوادر الأصول
- في أحاديث الرسول صلّى الله عليه وآله - بيروت، لبنان: دار الجليل، ١٩٩٢ء -
- ٢٨ - حلبي، نور الدين علي بن ابراهيم بن احمد بن علي بن عمر بن برهان الدين حلبي
- قاهري شافعي (٩٤٥-١٠٣٣هـ) - إنسان العيون في سيرة الأمين المأمون
- (السيرة الحلبيه) - بيروت، لبنان: دار الكتب العربية، ١٣٢٤هـ/٢٠٠٦ء -
- ٢٩ - حلبي، نور الدين علي بن ابراهيم بن احمد بن علي بن عمر بن برهان الدين حلبي

- قاهرى شافعى (٩٤٥-١٠٢٢هـ) - إنسان العيون في سيرة الأمين المامون
(السيرة الحلبية) - بيروت، لبنان: دارالمعرفة، ١٣٠٠هـ.
- ٥٠- حلبى، نور الدين على بن ابراهيم بن احمد بن على بن عمر بن برهان الدين حلبى
قاهرى شافعى (٩٤٥-١٠٢٢هـ) - إنسان العيون في سيرة الأمين المامون
(السيرة الحلبية) - بيروت، لبنان: المكتبة الاسلامية -
- ٥١- ابن خزيمه، ابو بكر محمد بن اسحاق بن خزيمه السلمى النيسابورى،
(٢٢٣-٣١١هـ/٨٣٨-٩٢٢م) - الصحيح - بيروت، لبنان: المكتب الاسلامى،
١٣٩٠هـ/١٩٤٠م -
- ٥٢- خطيب بغدادى، ابو بكر احمد بن على بن ثابت بن احمد بن مهدى بن ثابت
(٣٩٣-٤٦٣هـ/١٠٠٣-١٠٧١م) - تاريخ بغداد - بيروت، لبنان: دار الكتب
العلمية -
- ٥٣- خطيب تبريزى، ولى الدين ابو عبد الله محمد بن عبد الله (م ٤٣١هـ) - مشكوة
المصابيح - بيروت، لبنان: الكتب العلمية، ١٣٢٣هـ/٢٠٠٣م -
- ٥٤- دارى، ابو محمد عبد الله بن عبد الرحمن (١٨١-٢٥٥هـ/٤٩٤-٨٦٩م) - السنن -
بيروت، لبنان: دار الكتب العربى، ١٣٠٤هـ -
- ٥٥- ابو داؤد، سليمان بن اشعث بن اسحاق بن بشير بن شداد ازدي سحبتانى (٢٠٢-
٢٤٥هـ/٨١٤-٨٨٩م) - السنن - بيروت، لبنان: دار الفكر، ١٣١٣هـ/١٩٩٢م -
- ٥٦- وليمى، ابو شجاع شيرويه بن شهر دار بن شيرويه الديلمى الحمدانى (٣٢٥-٥٠٩هـ/
١٠٥٣-١١١٥م) - الفردوس بمأثور الخطاب - بيروت، لبنان: دار الكتب
العلمية، ١٣٠٦هـ/١٩٨٦م -
- ٥٧- ذيبى، ابو عبد الله شمس الدين محمد بن احمد بن عثمان (٦٤٣-٧٤٨هـ/

- ١٢٤٢-١٣٣٨هـ)- تاريخ الاسلام ووفيات المشاهير والأعلام- بيروت، لبنان: دار الكتاب العربي، ١٣٠٩هـ/١٩٨٩ء-
- ٥٨- رازي، فخر الدين محمد بن عمر بن حسن بن حسين بن علي التميمي الرازي الشافعي، (٥٣٣-٦٠٢هـ)- مفاتيح الغيب (التفسير الكبير)- بيروت، لبنان: دار الكتب العلمية، ١٣٢١هـ-
- ٥٩- رازي، محمد بن ابي بكر بن عبد القادر حنفي (م ٦٦٠هـ)- مختار الصحاح- بيروت، لبنان: دار احياء التراث العربي، ١٣١٩هـ/١٩٩٩ء-
- ٦٠- ابن راهويه، ابو يعقوب اسحاق بن ابراهيم بن مخلد بن ابراهيم بن عبد الله (١٦١- ٢٣٤هـ/٤٤٨-٨٥١ء)- المسند- مدينة منوره، سعودي عرب: مكتبة الايمان، ١٣١٢هـ/١٩٩١ء-
- ٦١- ابن رجب حنبلي، زين الدين ابو الفرج عبد الرحمن بن بن شهاب الدين (٣٦١-٤٩٥هـ/١٣٣٦-١٣٩٣ء)- لطائف المعارف فيما لمواسم العام من الوظائف- بيروت، لبنان + دمشق، شام: دار ابن كثير، ١٣٢٣هـ/٢٠٠٣ء-
- ٦٢- روياني، ابو بكر محمد بن هارون رازي طبري (م ٣٠٤هـ)- مسند الصحابة المعروف ب: مسند الروياني- بيروت، لبنان: دار الكتب العلمية، ١٣١٤هـ/١٩٩٤ء-
- ٦٣- زبيدي، محبت الدين ابو الفيض محمد بن محمد بن محمد بن عبد الرزاق مرتضى حسيني حنفي (١١٢٥-١٢٠٥هـ/١٤٣٢-١٤٩١ء)- تاج العروس من جواهر القاموس- بيروت، لبنان: دار الفكر، ١٣١٣هـ/١٩٩٣ء-
- ٦٤- زرقاني، ابو عبد الله محمد بن عبد الباقي بن يوسف بن احمد بن علوان مصري ازهرى مالكي (١٠٥٥-١١٢٢هـ/١٦٢٥-١٤١٠ء)- شرح المواهب اللدنية بالمنح

- المحمدية- بيروت، لبنان: دار الكتب العلمية، ١٣١٤هـ/١٩٩٦ء-
- ٦٥- **بوزيد قرشي**، محمد بن أبي خطاب- جمهرة أشعار العرب-
- ٦٦- **زبيلى**، ابو محمد عبدالله بن يوسف حنفى (م ٢٣٤هـ)- نصب الراية لأحاديث الهداية- مصر: دار الحديث، ١٣٥٤هـ-
- ٦٧- **سبكي**، تقى الدين ابو الحسن على بن عبد الكافى بن على بن تمام بن يوسف بن موسى بن تمام النصارى (٦٨٣-٥٦٤هـ/١٢٨٣-١٣٥٥ء)- شفاء السقام في زيارة خير الأنام- حيدرآباد، بھارت: دائره معارف نظاميه، ١٣١٥هـ-
- ٦٨- **سقاوى**، ابو عبد الله محمد بن عبد الرحمن بن محمد بن ابى بكر بن عثمان بن محمد (٨٣١-٩٠٢هـ/١٣٢٨-١٣٩٤ء)- القول البديع فى الصلاة على الحبيب الشفيح ﷺ- مدينة منوره، سعودى عرب: المكتبة العلمية، ١٣٩٤هـ/١٩٤٤ء-
- ٦٩- **ابن سعد**، ابو عبد الله محمد (١٦٨-٢٣٠هـ/٤٨٣-٤٨٥ء)- الطبقات الكبرى- بيروت، لبنان: دار بيروت للطباعة والنشر، ١٣٩٨هـ/١٩٤٨ء-
- ٧٠- **سهيلى**، ابو القاسم عبد الرحمن بن عبد الله بن احمد بن ابو الحسن نخشى (٥٠٨-٥٨١هـ)- الروض الأنف فى تفسير السيرة النبوية لابن هشام- بيروت، لبنان: دار الكتب العلمية، ١٣١٨هـ/١٩٩٤ء-
- ٧١- **سيوطى**، جلال الدين ابو الفضل عبد الرحمن بن ابى بكر بن محمد بن ابى بكر بن عثمان (٨٣٩-٩١١هـ/١٣٢٥-١٥٠٥ء)- الدر المنثور فى التفسير بالمأثور- بيروت، لبنان: دار الفكر، ١٩٩٣ء-
- ٧٢- **سيوطى**، جلال الدين ابو الفضل عبد الرحمن بن ابى بكر بن محمد بن ابى بكر بن عثمان (٨٣٩-٩١١هـ/١٣٢٥-١٥٠٥ء)- كفاية الطالب اللبيب فى خصائص الحبيب (الخصائص الكبرى)- بيروت، لبنان: دار الكتب العلمية، ١٩٨٥ء-

- ٤٣- شاه ولي الله، محدث دہلوی (۱۱۱۳ھ-۱۷۰۳-۱۷۶۲ء)۔ الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین ﷺ۔ لاکل پور، پاکستان: سنی دار الاشاعة علویة رضویة، ۱۹۷۰ء۔
- ٤٤- شربینی، شیخ محمد خطیب (م ۹۷۷ھ)۔ مغنی المحتاج إلى معرفة معانی ألفاظ المنہاج۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء۔
- ٤٥- شعرائی، ابو المواہب عبد الوہاب بن احمد بن علی شافعی (۸۹۸-۹۷۳ھ)۔ الیواقیت والجواهر فی بیان عقائد الأكابر۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔
- ٤٦- شیبانی، ابوبکر احمد بن عمرو بن ابی عاصم ضحاک بن مخلد (۲۰۶-۲۸۷ھ/ ۸۲۲-۹۰۰ء)۔ الآحاد والمثانی۔ ریاض، سعودی عرب: دار الرایة، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء۔
- ٤٧- ابن ابی شیبہ، ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ الکلونی (۱۵۹-۲۳۵ھ/۷۷۶-۸۲۹ء)۔ المصنف۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ الرشید، ۱۴۰۹ھ۔
- ٤٨- طبرانی، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی (۲۶۰-۳۶۰ھ/ ۸۷۳-۹۷۰ء)۔ المعجم الأوسط۔ القاہرہ، مصر: دار الحرمین، ۱۴۱۵ھ۔
- ٤٩- طبرانی، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی (۲۶۰-۳۶۰ھ/ ۸۷۳-۹۷۱ء)۔ المعجم الكبير۔ قاہرہ، مصر: مکتبۃ ابن تیمیہ۔
- ٨٠- طبری، ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید (۲۲۴-۳۱۰ھ/۸۳۹-۹۲۳ء)۔ تاریخ الأمم والملوک۔ بیروت، لبنان، دارالکتب العلمیہ، ۱۴۰۷ھ۔
- ٨١- طحاوی، ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ بن عبد الملک بن سلمہ (۲۲۹-۳۲۱ھ/۸۵۳-۹۳۳ء)۔ شرح معانی الآثار۔ بیروت، لبنان: دار

- الكتب العلمية، ١٣٩٩هـ -
- ٨٢- **طحاوي**، ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامه بن سلمه بن عبد الملك بن سلمه (٢٢٩-٣٢١هـ / ٨٥٣-٩٣٣ء) - شرح معاني الآثار - بيروت، لبنان: دار الكتب العلمية، ١٣٢٢هـ / ٢٠٠١ء -
- ٨٣- **طيالسي**، ابو داؤد سليمان بن داؤد جارود (١٣٣-٢٠٢هـ / ٤٥١-٨١٩ء) - المسند - بيروت، لبنان: دار المعرفه -
- ٨٤- **ابن ظهيره**، محمد بن جار الله بن ظهيره قرشي (م ٩٨٦هـ / ١٥٨٤ء) - الجامع اللطيف في فضل مكة وأهلها وبناء البيت الشريف - بيروت، لبنان: المكتبة الشعبية، ١٣٩٩هـ / ١٩٤٩ء -
- ٨٥- **ابو عبید اندلسی**، عبد الله بن عبد العزيز بن محمد بن ايوب بن عمرو بكرى (٣٢٢-٢٨٤هـ / ١٠٢٠-١٠٩٢ء) - معجم ما استعجم من أسماء البلاد والمواضع - بيروت، لبنان: عالم الكتب، ١٣٠٣هـ -
- ٨٦- **ابن ابى عاصم**، ابو بكر عمرو بن ابى عاصم ضحاک شيباني (٢٠٦-٢٨٤هـ / ٨٢٢-٩٠٠ء) - السنة - بيروت، لبنان: المكتب الاسلامي، ١٣٠٠هـ -
- ٨٧- **ابن عبد البر**، ابو عمر يوسف بن عبد الله بن محمد بن عبد البر القرطبي (٣٦٨-٢٦٣هـ / ٩٤٩-١٠٤١ء) - الاستيعاب في معرفة الأصحاب - بيروت، لبنان: دار الجليل، ١٣١٢هـ -
- ٨٨- **ابن عبد البر**، ابو عمر يوسف بن عبد الله بن محمد بن عبد البر القرطبي (٣٦٨-٢٦٣هـ / ٩٤٩-١٠٤١ء) - الاستيعاب في معرفة الأصحاب - بيروت، لبنان: دار الكتب العلمية، ١٣٢٢هـ / ٢٠٠٢ء -
- ٨٩- **ابن عبد البر**، ابو عمر يوسف بن عبد الله بن عبد البر الثمري، (٣٦٨-٢٦٣هـ /

- ۹۷- ۱۰۷۱ء)۔ التمهيد لما في الموطا من المعاني والأسانيد۔ مغرب (مراکش): وزات عموم الأوقاف، ۱۳۸۷ھ۔
- ۹۰- عبد الرزاق، ابو بكر بن همام بن نافع صنعاني (۱۲۶-۲۱۱ھ/۷۳۳-۸۲۶ء)۔ المصنف۔ بيروت، لبنان: المکتب الاسلامي، ۱۴۰۳ھ۔
- ۹۱- عبد بن حميد، ابو محمد عبد بن حميد بن نصر الكسي (م ۲۴۹ھ/۸۶۳ء)۔ المسند۔ قاهره، مصر: مکتبة السنة، ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء۔
- ۹۲- عراقی، ابو زرعه احمد بن عبد الرحيم بن حسين بن عبد الرحمن بن ابراهيم بن ابى بكر الكردى الاصل (۷۲-۸۲۶ھ/۱۳۶۱-۱۴۲۳ء)۔ طرح التشريب في شرح التشريب۔ بيروت، لبنان: دار احياء التراث العربی۔
- ۹۳- ابو قاسم على بن الحسن بن هبة الله بن عبد الله بن حسين دمشقي الشافعي (۲۹۹-۵۷۱ھ/۱۱۰۵-۱۱۷۶ء)۔ تاريخ دمشق ال ابن عساكر كبير المعروف ب: تاريخ ابن عساكر۔ بيروت، لبنان: دار الفكر، ۱۹۹۵ء۔
- ۹۴- ابن عساكر، ابو قاسم على بن الحسن بن هبة الله بن عبد الله بن حسين دمشقي الشافعي (۲۹۹-۵۷۱ھ/۱۱۰۵-۱۱۷۶ء)۔ تاريخ دمشق الكبير المعروف ب: تاريخ ابن عساكر۔ بيروت، لبنان: دار احياء التراث العربی، ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۱ء۔
- ۹۵- ابن عساكر، ابو قاسم على بن حسن بن هبة الله بن عبد الله بن حسين دمشقي (۲۹۹-۵۷۱ھ/۱۱۰۵-۱۱۷۶ء)۔ السيرة النبوية۔ بيروت، لبنان: دار احياء التراث العربی، ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۱ء۔
- ۹۶- عظيم آبادی، محمد شمس الحق عظيم آبادی أبو طيب۔ عون المعبود على سنن ابى داؤد۔ بيروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۵ء۔
- ۹۷- ابو عوانه، يعقوب بن اسحاق بن ابراهيم بن زيد نيشاپوري (۲۳۰-۳۱۶ھ/

- ۸۴۵-۹۲۸ء)- المسند - بيروت، لبنان: دار المعرفه، ۱۹۹۸ء-
- ۹۸- عیدروسى، محى الدين عبد القادر بن شيخ بن عبد الله (۹۸۷-۱۰۳۸هـ)-
المنتخب المصطفى في أخبار مولد المصطفى ﷺ-
- ۹۹- عيني، بدر الدين ابو محمد محمود بن احمد بن موسى بن احمد بن حسين بن يوسف بن محمود
(۷۲۲-۸۵۵هـ/۱۳۶۱-۱۴۵۱ء)- عمدة القارى شرح صحيح البخارى -
بيروت، لبنان: دار الفكر، ۱۳۹۹هـ/۱۹۷۹ء-
- ۱۰۰- عيني، بدر الدين ابو محمد محمود بن احمد بن موسى بن احمد بن حسين بن يوسف بن محمود
(۷۲۲-۸۵۵هـ/۱۳۶۱-۱۴۵۱ء)- عمدة القارى شرح صحيح
البخارى - بيروت، لبنان: دار احياء التراث العربى-
- ۱۰۱- فاسى، محمد مهدي بن احمد بن على يوسف، (۱۰۳۳-۱۱۰۹هـ/۱۶۲۴-۱۶۹۸ء)-
مطالع المسرات بجلاد دلائل الخيرات - فيصل آباد، پاكستان: مكتبة نوريه
رضويه-
- ۱۰۲- فاكهي، ابو عبد الله محمد بن اسحاق بن عباس كلى (م ۲۷۲هـ/۸۸۵ء)- اخبار مكة
في قديم الدهر وحديثه - بيروت، لبنان: دار خضر، ۱۴۱۴هـ/۱۹۹۴ء-
- ۱۰۳- فيروز آبادى، ابو طاهر محمد بن يعقوب بن محمد بن ابراهيم بن عمر بن ابى بكر بن احمد
بن محمود (۷۲۹-۸۱۷هـ/۱۳۲۹-۱۴۱۴ء)- الصلات والبشر فى الصلاة
على خير البشر ﷺ - لاهور پاكستان: مكتبة اشاعت القرآن -
- ۱۰۴- قاضى عياض، ابو الفضل عياض بن موسى بن عياض بن عمرو بن موسى مخصى
(۷۷۶-۵۴۴هـ/۱۰۸۳-۱۱۴۹ء)- إكمال المعلم بفوائد مسلم - بيروت،
لبنان: دار الوفا للطباعة والنشر والتوزيع، ۱۴۱۹هـ/۱۹۹۸ء-
- ۱۰۵- قاضى عياض، ابو الفضل عياض بن موسى بن عياض بن عمرو بن موسى مخصى

- ٢٤٦-٥٣٣هـ/١٠٨٣-١١٢٩ء)- الشفا بتعريف حقوق المصطفى ﷺ - بيروت، لبنان: دار الكتب العربي-
- ١٠٦- ابن قانع، ابو الحسين عبد الباقي البغدادي (٢٦٥-٣٥١هـ)- معجم الصحابة- مدينة منوره، سعودي عرب: مكتبة الغرباء الأثرية، ١٣١٨هـ-
- ١٠٤- ابن قانع، ابو الحسين عبد الباقي البغدادي (٢٦٥-٣٥١هـ)- معجم الصحابة- مکه مکرمه، سعودي عرب: مكتبة نزار مصطفى الباز، ١٣١٨هـ/١٩٩٨ء-
- ١٠٨- قرطبي، ابو عبد الله محمد بن احمد بن ابو بكر بن فرح (٦٤١هـ)- الجامع لأحكام القرآن والمبين لما تضمن من السنة وآي الفرقان- بيروت، لبنان: دار احياء التراث العربي-
- ١٠٩- قرطبي، ابو عبد الله محمد بن احمد بن ابو بكر بن فرح (٦٤١هـ)- الجامع لأحكام القرآن والمبين لما تضمن من السنة وآي الفرقان- قاهره، مصر: دار الشعب، ١٣٤٢هـ-
- ١١٠- قزويني، عبدالكريم بن محمد الرافعي القزويني- التدوين في أخبار قزوين- بيروت، لبنان: دار الكتب العلميه، ١٩٨٤ء-
- ١١١- قسطلاني، ابو العباس احمد بن محمد بن ابى بكر بن عبد الملك بن احمد بن محمد بن محمد بن حسين بن على (٨٥١-٩٢٣هـ/١٢٢٨-١٥١٤ء)- المواهب اللدنيه بالمنح المحمديه- بيروت، لبنان: المکتب الاسلامي، ١٣١٢هـ/١٩٩١ء-
- ١١٢- قطب الدين، حنفى (م ٩٨٨هـ)- كتاب الإعلام بأعلام بيت الله الحرام فى تاريخ مكة المشرفة- مکه مکرمه، سعودي عرب: المكتبة العلميه -
- ١١٣- ابن قيم، ابو عبد الله محمد بن ابى بكر ايوب الزرعى (٦٩١-٤٥١هـ)- جلاء الأفهام فى الصلاة والسلام على خير الأنام ﷺ - بيروت، لبنان: دار الكتب

العلمية -

- ١١٣- ابن كثير، ابو الفداء اسماعيل بن عمر بن كثير بن ضوء بن كثير بن زرع بصرى (٤٠١-٤٤٢هـ/١٣٠١-١٣٤٣ع).- البداية والنهاية- بيروت، لبنان: دار الفكر، ١٣١٩هـ/١٩٩٨ع-
- ١١٤- ابن كثير، ابو الفداء اسماعيل بن عمر بن كثير بن ضوء بن كثير بن زرع بصرى (٤٠١-٤٤٢هـ/١٣٠١-١٣٤٣ع).- البداية والنهاية- بيروت، لبنان: مكتبة المعارف-
- ١١٦- ابن كثير، ابو الفداء اسماعيل بن عمر بن كثير بن ضوء بن كثير بن زرع بصرى (٤٠١-٤٤٢هـ/١٣٠١-١٣٤٣ع).- تفسير القرآن العظيم- بيروت، لبنان: دار الفكر، ١٣٠١هـ-
- ١١٤- كلاعي، ابي الربيع سليمان بن موسى الكلاعي الأندلسي (٥٦٥-٦٣٢هـ).- الإكتفاء بما تضمه من مغازى رسول الله والثلاثة الخلفاء- بيروت، لبنان: عالم الكتب، ١٩٩٤ع-
- ١١٨- لاكائى، ابو القاسم هبة الله بن الحسن بن منصور (م ٢١٨هـ).- إعتقاد أهل السنة- الرياض، سعودي عرب، دار طيبة، ١٣٠٢هـ-
- ١١٩- ابن ماجه، ابو عبد الله محمد بن يزيد قزويني (٢٠٤-٢٤٥هـ/٨٢٣-٨٨٤ع).- السنن- بيروت، لبنان: دار الفكر-
- ١٢٠- مادورى، ابو الحسن على بن محمد بن حبيب بصرى (٣٦٢-٢٥٠هـ).- أعلام النبوة- بيروت، لبنان: دار إحياء العلوم، ١٣١٢هـ/١٩٩٢ع-
- ١٢١- محبت طبرى، ابو جعفر احمد بن عبد الله بن محمد بن محمد بن بكر بن محمد بن ابراهيم (٦١٥-٦٩٣هـ/١٢١٨-١٢٩٥ع).- الرياض النضرة في مناقب العشرة- بيروت، لبنان: دار الغرب الاسلامي، ١٩٩٦ع-

- ١٢٢- مروزي، محمد بن نصر بن الحجاج، ابو عبد الله (٢٠٢-٢٩٢هـ) - السنة - بيروت، لبنان: مؤسسة الكتب الثقافية، ١٤٠٨هـ -
- ٢٢٣- مزى، ابو الحجاج يوسف بن زكى عبد الرحمن بن يوسف بن عبد الملك بن يوسف بن علي (٦٥٣-٤٢٢هـ/١٢٥٦-١٣٢١ع) - تهذيب الكمال فى أسماء الرجال - بيروت، لبنان: مؤسسة الرساله، ١٤٠٠هـ/١٩٨٠ع -
- ١٢٣- ابن مستفاض، ابو بكر جعفر بن محمد بن الحسن (٢٠٤-٣٠١هـ) - كتاب القدر - سعودى عرب: أضواء السلف، ١٤١٨هـ -
- ١٢٥- مسلم، ابو الحسين مسلم بن الحجاج بن مسلم بن ورد القشيري النيشاپوري (٢٠٦-٢٦١هـ/٨٢١-٤٥٥ع) - الصحيح - بيروت، لبنان: دار احياء التراث العربى -
- ١٢٦- مقدسى، ابو عبد الله محمد بن عبد الواحد بن احمد الحسنبلى (٥٦٩-٦٣٣هـ/١١٤٣-١٢٢٥ع) - الأحاديث المختارة - مكة المكرمة، سعودى عرب: مكتبة النهضة الحديثه، ١٤١٠هـ/١٩٩٠ع -
- ١٢٤- مقرئى، ابو العباس تقي الدين احمد بن علي بن عبد القادر بن محمد بن ابراهيم بن محمد بن تميم بن عبد الصمد (٦٩-٨٣٥هـ/١٣٦٤-١٤٣١ع) - إمتاع الأسماع بما للنبي ﷺ من الأحوال والأموال والحفدة والمتاع - بيروت، لبنان: دار الكتب العلميه، ١٤٢٠هـ/١٩٩٩ع -
- ١٢٨- منذرى، ابو محمد عبد العظيم بن عبد القوى بن عبد الله بن سلامه بن سعد (٥٨١-٦٥٦هـ/١١٨٥-١٢٥٨ع) - الترغيب والترهيب من الحديث الشريف - بيروت، لبنان: دار الكتب العلميه، ١٤١٤هـ -
- ١٢٩- ابن منظور، ابو الفضل جمال الدين محمد بن كرم افريقى (٦٣٠-٤١١هـ/١٢٣٢-١٣١١ع) - لسان العرب - بيروت، لبنان: دار صادر -

- ١٣٠- مهباني، يوسف بن اسماعيل (١٢٦٥-١٣٥٠هـ). الأنوار المحمدية من المواهب اللدنية- بيروت، لبنان: دار احياء التراث العربي، ١٤١٤هـ/١٩٩٤ء-
- ١٣١- مهباني، يوسف بن اسماعيل (١٢٦٥-١٣٥٠هـ). حجة الله على العالمين في معجزات سيد المرسلين ﷺ - فيصل آباد، باكستان: مكتبة نورية رضوية-
- ١٣٢- نسائي، ابو عبد الرحمن احمد بن شعيب بن علي بن سنان بن بحر بن دينار (٢١٥-٣٠٣هـ/٨٣٠-٩١٥ء)- السنن- بيروت، لبنان: دار الكتب العلمية، ١٤١٢هـ/١٩٩٥ء+ حلب، شام: مكتب المطبوعات الاسلامية، ١٤٠٦هـ/١٩٨٦ء
- ١٣٣- نسائي، ابو عبد الرحمن احمد بن شعيب بن علي بن سنان بن بحر بن دينار (٢١٥-٣٠٣هـ/٨٣٠-٩١٥ء)- السنن الكبرى- بيروت، لبنان: دار الكتب العلمية، ١٤١١هـ/١٩٩١ء-
- ١٣٣- نسائي، ابو عبد الرحمن احمد بن شعيب بن علي بن سنان بن بحر بن دينار (٢١٥-٣٠٣هـ/٨٣٠-٩١٥ء)- عمل اليوم والليلة- بيروت، لبنان: مؤسسة الرسالة، ١٤٠٤هـ/١٩٨٤ء-
- ١٣٥- ابو نعيم، احمد بن عبد الله بن احمد بن اسحاق بن موسى بن مهران اصبهاني (٣٣٦-٣٣٠هـ/٩٢٨-١٠٣٨ء)- حلية الأولياء وطبقات الأصفياء- بيروت، لبنان: دار الكتاب العربي، ١٤٠٥هـ/١٩٨٥ء-
- ١٣٦- ابو نعيم، احمد بن عبد الله بن احمد بن اسحاق بن موسى بن مهران اصبهاني (٣٣٦-٣٣٠هـ/٩٢٨-١٠٣٨ء)- دلائل النبوة- بيروت، لبنان: دار النفاكس، ١٤٠٦هـ/١٩٨٦ء-
- ١٣٤- ابن هشام، ابو محمد عبد الملك بن هشام بن ايوب حميري المعافري (م ٢١٣هـ/

- ٨٢٨هـ - السيرة النبوية - بيروت، لبنان: دار الجليل، ١٣١١هـ -
- ١٣٨ - ابن هشام، ابو محمد عبد الملك بن هشام بن ايوب حميري المعافري (م ٢١٣هـ / ٨٢٨هـ) - السيرة النبوية - دمشق، شام: دار ابن كثير، ١٣٢٢هـ / ٢٠٠٣هـ -
- ١٣٩ - همدى، حسام الدين علاء الدين على متقى (م ٩٤٥هـ) - كنز العمال في سنن الأفعال والأفعال - بيروت، لبنان: مؤسسة الرسالة، ١٣٩٩هـ / ١٩٤٩هـ -
- ١٤٠ - بيتي، ابو العباس احمد بن محمد بن محمد بن علي بن محمد بن علي بن حجر (٩٠٩-٩٤٣هـ / ١٥٠٣-١٥٦٦هـ) - الدر المنضود في الصلاة والسلام على صاحب المقام المحمود ﷺ - جدة، سعودي عرب: دار المنهاج للنشر والتوزيع، ١٣٢٦هـ / ٢٠٠٥هـ -
- ١٤١ - بيتي، نور الدين ابو الحسن علي بن ابى بكر بن سليمان (٤٣٥-٨٠٤هـ / ١٣٣٥-١٤٠٥هـ) - مجمع الزوائد ومنبع الفوائد - القاهرة، مصر: دار الريان للتراث + بيروت، لبنان: دار الكتاب العربي، ١٣٠٤هـ / ١٩٨٤هـ -
- ١٤٢ - بيتي، نور الدين ابو الحسن علي بن ابى بكر بن سليمان (٤٣٥-٨٠٤هـ / ١٣٣٥-١٤٠٥هـ) - موارد الظمان إلى زوائد ابن حبان - بيروت، لبنان: دار الكتب العلمية -
- ١٤٣ - بيتي، نور الدين ابو الحسن علي بن ابى بكر بن سليمان (٤٣٥-٨٠٤هـ / ١٣٣٥-١٤٠٥هـ) - موارد الظمان إلى زوائد ابن حبان - بيروت، لبنان + دمشق، شام: دار الثقافة العربية، ١٣١١هـ / ١٩٩٠هـ -
- ١٤٣ - ابو يعلى، احمد بن علي بن شني بن يحيى بن عيسى بن هلال موصلى تميمي (٢١٠-٣٠٤هـ / ٨٢٥-٩١٩هـ) - المسند - دمشق، شام: دار المأمون للتراث، ١٣٠٣هـ / ١٩٨٣هـ -